

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تحفۃ البلاغۃ

شرح اردو

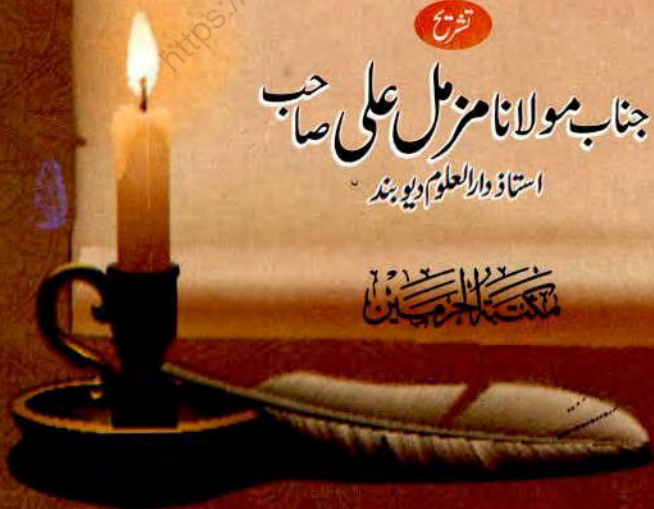
درمیر البلاغۃ

تشریح

جناب مولانا منزل علی صاحب

استاذ و ارا العلوم دیوبند

مکتبۃ المدینہ



تحفۃ البلاغة

شرح اُردو

دروس البلاغة



تشیع

جناب مولانا منزل علی صاحب آسامی
استاذ دارالعلوم دیوبند



مکتبہ دارالعلوم دیوبند

الحمد مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
۰۳۲۸۰۱۳ ۰۳۲۸۰۱۳ ۰۳۲۸۰۱۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نام کتاب ————— تحفۃ البلاغہ شرح اُردو دروس البلاغہ

شارح ————— جناب مولانا منزل علی صاحب

موضوع ————— بلاغت

مکتبہ تہذیب و کلام
اُردو بازار لاہور

مکتبۃ المدینہ
دکان نمبر ۳۵، المید مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار لاہور
۰۳۳۹۹۳۱۳ - ۰۳۳۱ - ۰۳۳۹۹۳۱۳

ناشر

بہار آباد کراچی	• مکتبہ شیخ	• مکتبہ رحمانیہ	• اردو بازار لاہور
کراچی	• مکتبہ عدوہ	• مکتبہ سید احمد شہید	• اردو بازار لاہور
ملتان	• مکتبہ امدادیہ	• مکتبہ قاسمیہ	• اردو بازار لاہور
ملتان	• مکتبہ حقانیہ	• مکتبہ مجددیہ	• اردو بازار لاہور
ملتان	• ادارہ تالیفات اشرفیہ	• بیت العلوم	• اردو بازار لاہور
لاہور/فیصل آباد	• مکتبہ اسلامیہ	• ادارہ اسلامیات	• انارکلی لاہور
فیصل آباد	• مدرسۃ البنین	• زم زم پبلشرز	• کراچی
فیصل آباد	• مکتبۃ العارفی	• قدیمی کتب خانہ	• کراچی
کوئٹہ	• مکتبہ رشیدیہ	• دارالاشاعت	• کراچی
اکوڑہ خٹک	• مکتبہ علیہ	• مکتبہ عمر فاروق	• کراچی

کتاب کی
دستیابی کے
مراکز

ہر اچھے کتب خانہ سے ہماری کتب باصرار طلب فرمائیں

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت طبعات، صحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔
پھر بھی اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہ کرم مطلع فرمادیں۔ ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی پر ہم بے حد
شکر گزار ہوں گے۔ (ادارہ)

انتساب

ناچیز اپنی یہ اولین تحریری کاوش، ایک گہر بار، برگزیدہ اور
سرپا اخلاص شخصیت کی طرف منسوب کرتے ہوئے، اپنے حق میں
سرمایہ صد افتخار تصور کرتا ہے۔ اس سے مراد شیخ طریقت، استاذ گرامی
مرتبہ حضرت مولانا شیخ احمد علی صاحب مدظلہ، خلیفہ اجل حضرت
شیخ الاسلام و شیخ الحدیث دارالعلوم بانسکندی، آسام کی ذات اقدس
ہے، جن کی نگاہ عارفانہ کے طفیل علم دین کی تمام تر مشکلیں راقم کے
لیے آسان ہو گئیں۔

مزل علی غفرلہ

رائے عالی

حضرت اقدس شیخ احمد علی صاحب دامت برکاتہم

شیخ الحدیث دارالعلوم بانسکنڈی آسام

احقر سے عزیز جناب مولانا منزل علی سلمہ کا جو ابتدائے سے تلمذانہ، نیاز مندانہ اور روحانی ارادت کا رشتہ ہے اس کی قدر و قیمت کے اظہار کے لیے میرا بیان اور قلم قاصر ہے اسی مخفی رشتہ سے سرشار ہو کر آں عزیز نے اپنی پہلی کامیاب تصنیفی کاوش کو میری ذات کی طرف منسوب کیا ہے جس کو میں تہہ دل سے قبول کرتا ہوں اور مبارکبادی کے ساتھ دل کی گہرائی سے دعا گو ہوں کہ اللہ پاک ان کو تدریسی اور تصنیفی میدانوں میں مزید ترک تازی عطا فرمائے اور امت کے ہر اہل علم باذوق کی طرف سے ان کو جزاء خیر عطا فرمائے! آمین ثم آمین!

دعا گو

احمد علی غفرلہ

(شیخ الحدیث دارالعلوم بانسکنڈی آسام)

۸ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۹ھ

تقریظ

گرامی عزت حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی مدظلہ
استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد
اکثر مدارس میں علم معانی اور بلاغت کے لیے ابتدائی مرحلہ میں تلخیص
المفتاح داخل درس تھی۔ نصاب مرتب کرنے والوں کے پیش نظر اس کتاب
کے داخل کرنے پر جو فوائد مد نظر تھے۔ اس کم استعدادی کے زمانے میں اس
پر مرتب نہیں ہو رہے تھے۔ جس کی وجہ سے رابطہ مدارس عربیہ دارالعلوم دیوبند
نے ابتدائی مرحلے کے لیے دروس البلاغہ کو تجویز کیا، مولانا منزل علی صاحب
آسامی، استاذ دارالعلوم دیوبند سے اس کتاب کی تدریس متعلق ہے جس کی وجہ
سے موصوف کو اس کتاب کے نشیب و فراز سے پوری واقفیت ہے۔

موصوف نے اپنے تلامذہ کی درخواست پر اس کتاب کو شرح کے طور پر
مرتب کیا جو موصوف کی تدریسی دنیا میں پہلی کاوش ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ
اس کتاب کو نافع بنائے اور طلبہ عزیز زیادہ سے زیادہ نفع اٹھائیں اور مؤلف کو
مزید توفیق عطا فرمائے! آمین! وما ذلک علی اللہ بغزیر۔

نعمت اللہ غفرلہ

استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

۱۱ جمادی الثانی ۱۴۱۹ھ

تقریظ

حضرت مولانا عبدالخالق صاحب نیعلی
استاذ فقہ و ادب عربی دارالعلوم دیوبند

الحمد لاهلہ والصلوة علی اہلہا وبعد .

مسودہ کتاب ”تحفۃ البلاغۃ“ شرح اردو دروس البلاغۃ میرے سامنے ہے،
الف سے لے کر یاء تک تقریباً پوری کتاب باصرہ نواز ہوئی، عزیز محترم جناب
مولانا منزل علی صاحب آسامی، (حفظہ اللہ) استاذ دارالعلوم دیوبند نے اس
کی توضیح و تشریح کا خوبی کے ساتھ حق ادا کر دیا ہے۔

در اصل دروس البلاغۃ اصولی مباحث پر مشتمل کتاب ہے بلکہ علوم بلاغت
کے سلسلہ میں دریا بہ کوزہ کا مصداق ہے، طلبہ کے عمومی ذہن کو سامنے رکھ کر
اس کی تسہیل و تشریح کی اشد ضرورت تھی خاص کر شاہد میں پیش کردہ اشعار کی
تحقیق و تطبیق کی۔

چنانچہ فاضل مرتب نے قلم اٹھایا اور صاف سحرے انداز میں کتاب کی
بہترین شرح پیش کی، کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا، عبارت پر اعراب کے ضبط میں
بھی دقت اور دیدہ ریزی سے کام لیا، ترجمہ نہایت شستہ اور تشریح میں طرز تحریر
شگفتہ ہے الفاظ کی ضروری تحقیق سے شرح کی افادیت میں اضافہ ہو گیا ہے مزید
برآں جگہ جگہ یہ قیمتی فوائد سے آراستہ ہے۔ الغرض ضروری مباحث کو چھوڑا
نہیں ہے اور غیر ضروری بحث کو چھیڑا نہیں ہے۔

دروس البلاغۃ کی دیگر شرح بھی سامنے آئی مگر ہر جگہ رازگ و بوئے دیگر
است، یہ شرح تدریسی تجربوں کا نتیجہ ہے، یوں بھی پرمغز ہے، نیز نقاش نقش

ثانی بہتر کشد ز اول، بھی اپنی جگہ حقیقت ہے، اس لیے بحیثیت مجموعی طلبہ کے لیے نہایت کار آمد اور مفید ثابت ہوگی انشاء اللہ۔

اللہ تعالیٰ اس موصوف مکرم کو اس اہم اور علمی ضرورت کے پورا کرنے پر ہمیشہ از ہمیشہ اجر جزیل عنایت فرمائے، آگے بھی علمی تحقیقات و خدمات کی مزید توفیق بخشے اور شرح کو قبول عام عطا فرمائے! آمین ثم آمین!

خیر خواہ

عبدالحق بنسبلی

مدرس دارالعلوم دیوبند

۱۰/۶/۱۳۱۹ھ



اپنی بات

”دروس البلاغہ“ علم بلاغت کی بہت مستند اور جامع کتاب ہے۔ ابتدائی جماعتوں کے طلبہ کی ذہنی صلاحیت اور ان کے معیار فہم کو پیش نظر رکھ کر سلیس اور فصیح عربی زبان میں ترتیب دی گئی ہے۔ گزشتہ چند سالوں کے دوران مبتدی طلبہ کے لیے، فنون پر جو آسان کتابیں شامل نصاب کی گئیں، ان میں سے ایک کتاب ”دروس البلاغہ“ بھی ہے۔

یہاں ضمنیہ بات عرض کر دینی مناسب ہے کہ سب سے پہلی کتاب جو فن بیان میں لکھی گئی، وہ خلیل احمد بھری (متوفی ۱۷۵۰ھ) کے شاگرد، رشید تھمی (متوفی ۱۲۱۰ھ) کی کتاب ”مجاز القرآن“ ہے۔ اور علم بدیع میں سب سے پہلے جو کتاب تالیف کی گئی ہے، وہ عبد اللہ بن معتر عباسی (متوفی ۲۹۲ھ) کی ”کتاب البدیع“ ہے۔

جب کہ علم معانی کے اصول و ضوابط کا سب سے پہلا مؤلف کون ہے، حتمی طور پر نہیں کہا جاسکتا۔ البتہ معانی میں جن علمائے بلاغت کا کلام نقل کیا گیا ہے، ان میں سب سے زیادہ مشہور کتاب ”البيان والتبيين“ ابو عثمان عمرو جاحظ (متوفی ۲۵۵ھ) کی ہے۔

بہر حال ابتدائی دور میں تینوں علوم آہستہ آہستہ ترقی کرتے رہے یہاں تک کہ علوم بلاغت کے ماہر عبد القاہر جرجانی (متوفی ۷۷۱ھ) نے معانی میں ”دلائل الاعجاز“ اور بیان میں ”اسرار البلاغہ“ دو ایسی بے مثال کتابیں لکھیں، جن میں معانی اور بیان کے تمام مباحث یکجا کر دیے گئے۔

پھر ان کے بعد علامہ ابو یوسف سکاکی (متوفی ۶۲۶ھ) آئے، جنہوں نے ان علوم کو انتہائے کمال تک پہنچادیا۔ بعد ازاں شروع اور تلخیصات کا سلسلہ شروع ہوا جو اب تک جاری ہے۔ زیر نظر کتاب ”تحفۃ البلاغہ“ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

دروس البلاغہ میں معانی، بیان اور بدیع سے متعلق اصطلاحات کی تعریف نہایت سہل انداز میں کی گئی ہے۔ مزید سہولت اور دلچسپی پیدا کرنے کی غرض سے ششہ عربی اشعار اور قرآنی آیات سے مثالیں دی گئی ہیں۔ اس سے جہاں طالب علم کو ان اصطلاحوں سے واقفیت ہوتی ہے، وہیں مثال میں دی گئیں قرآنی آیتوں کے بلاغی پہلو کا بھی اسے علم ہوتا ہے۔

چوں کہ یہ کتاب، مدارس عربیہ کے نصاب میں کچھ عرصہ پہلے ہی داخل کی گئی ہے؛ اس لیے اس کی اردو میں کوئی مناسب تشریح و ترجمہ دستیاب نہیں ہے۔ اس کے سبب طلبہ کے لیے اصطلاحات اور ان کی تعریفات کو سمجھنا پھر اشعار کا ترجمہ یاد رکھنا خاصا دشوار رہتا ہے اور بعض اوقات درج کتاب مشکل اشعار، اساتذہ کے لیے بھی پریشانی کا باعث بن جاتے ہیں۔

ان وجوہات کے پیش نظر شروع سے ہی اس بات کی سخت ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ کتاب ہذا کی آسان اور عام فہم اردو زبان میں ترجمہ اور تشریح کی جائے۔ دروس البلاغہ کی تدریس گزشتہ پانچ سال سے احقر سے وابستہ رہی ہے۔ اس عرصے میں احقر کو بھی اس ضرورت کا بھرپور احساس ہوا اور بار بار ارادہ کیا، مگر بے مایگی کا احساس ہر مرتبہ رکاوٹ بناتا رہا۔ لیکن ادھر کچھ مہینوں سے بعض مخلص احباب کا نہ صرف مشورہ، بلکہ اصرار رہا کہ احقر اس کتاب کی تشریح کا کام انجام دے۔ جب معذرت خواہی اور ٹالم ٹول سے کوئی بات نہ بنی تو اللہ کا نام لے کر احقر نے ترجمہ اور تشریح کا کام شروع کر دیا۔

اس میں راقم نے جن باتوں کی خصوصیت کے ساتھ رعایت برتی ہے، وہ یہ ہیں:

- ۱ - عبارت کا سادہ، دل نشیں اور بامحاورہ اردو میں ترجمہ
- ۲ - مختصر مگر تشفی بخش تشریح
- ۳ - اشعار کے مشکل الفاظ کی تحقیق، متعلقہ شعر و ناموں کی تشریح، دل کو لگنے والے انداز میں ترجمانی اور ان سے ملنے چلتے اردو اشعار کا اضافہ۔
- ۴ - ہر لفظ پر صحیح اعراب دیے جانے کا اہتمام۔
- ۵ - فنی اصطلاحات کی نہایت مناسب اور جامع تعریف اور تشریح۔

اس سلسلے میں احقر نے متعدد کتابوں سے استفادہ کیا، جن میں سے کچھ کے نام یہ ہیں: تذکرۃ البلاغہ مطول، مختصر العالی، اسرار البلاغہ، حاشیہ الدسوقی اور الفصاحہ، جب کہ کتاب میں وارد قرآنی آیتوں کا ترجمہ، عموماً ترجمہ شیخ الہند سے ماخوذ ہے۔

احقر نے اس کا خاص طور پر خیال رکھا ہے کہ یہ تشریح طلبہ و اساتذہ دونوں کے لیے مفید، کار آمد اور دونوں کی ضرورتوں کو بہ خوبی پوری کرے۔
بجہ اللہ یہ انداز، اجاب اور مخلصین کو پسند آیا اور انہوں نے توقع سے کہیں زیادہ احقر کی حوصلہ افزائی کی۔ (فللہ الحمد)

اس تعلق سے یہ عاجز اپنے مخلص محسنین اور احباب کا شکر گزار ہے، جنہوں نے نہ صرف یہ کہ احقر کی اس کاوش کو قدر کی نگاہ سے دیکھا، بلکہ اس سلسلے میں اس کی ہر طرح رہ نمائی بھی کی۔ بالخصوص حضرت اقدس مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند اور حضرت مولانا عبدالحق صاحب سنبل استاذ فقہ و ادب عربی دارالعلوم دیوبند، کہ اول الذکر نے نظر ثانی کی زحمت فرما کر گراں بار کیا اور ثانی الذکر نے بالاستیعاب، حرفاً و فادقت کے ساتھ نظر ڈالی اور جگہ جگہ مناسب مشوروں سے نوازا۔ نیز برادر م مولانا عبدالرشید صاحب بستوی استاذ دارالعلوم دیوبند اور عزیز مولوی ذوالفقار احمد بہرائچی ریسرچ اسکالر شیخ الہند اکیڈمی دارالعلوم دیوبند، کہ انہوں نے زبان و بیان کی نوک و پلک سنوارنے کے ساتھ ساتھ پروف ریڈنگ میں بھی اپنا متوقع تعاون دیا۔

دعا ہے کہ حق تعالیٰ ان سب حضرات کو ان کی محنتوں کا صلہ عطا فرمائے، کتاب کو طلبہ اور اساتذہ کے حق میں نافع بنائے اور احقر کی اس کوشش کو شرف قبول سے ہم کنار کر کے اس کے لیے اس قسم کی مزید کاوشوں کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین

دعا گو

مزل علی غفرلہ

خادم تدریس دارالعلوم دیوبند

۱۴۱۹ھ / ۱۹۳۳ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

عُلُومُ الْبَلَاغَةِ

فن بلاغت کے علوم

مَقْدَمَةٌ فِي الْفَصَاحَةِ وَالْبَلَاغَةِ

مقدمہ، فصاحت اور بلاغت کی تعریفات کے بیان میں

الْفَصَاحَةُ فِي اللُّغَةِ تُنْبِئُ عَنِ الْبَيَانِ وَالظُّهُورِ. يُقَالُ
أَفْصَحَ الصَّبِيُّ فِي مَنْطِقِهِ إِذَا بَانَ وَظَهَرَ كَلَامُهُ. وَتَقَعُ
فِي الْإِصْطِلَاحِ وَصْفًا لِلْكَلِمَةِ وَالْكَلَامِ وَالْمُتَكَلِّمِ.

ترجمہ: فصاحت، لغت میں بیان اور ظہور کے معنی کی خبر دیتی ہے جیسا کہ عرب کے محاورہ میں کہا جاتا ہے ”أَفْصَحَ الصَّبِيُّ فِي مَنْطِقِهِ“ بچہ اپنی بول چال میں صاف گو ہو گیا جب بچہ کی بات واضح اور صاف ہونے لگے۔ یعنی یہ ایسے وقت کہتے ہیں جب بچہ کی گفتگو بالکل صاف ہو جائے اور اس کے الفاظ بالکل صحیح اور درست ہو کر اس کی زبان سے نکلنے لگیں، اور اصطلاح میں فصاحت: کلمہ، کلام اور متکلم تینوں کی صفت واقع ہو ا کرتی ہے۔

تو صحیح: فن بلاغت تین علوم پر مشتمل ہے علم معانی، علم بیان اور علم بدیع۔ علم معانی وہ علم ہے جس کے ذریعہ لفظ عربی کے وہ احوال جانے جاتے ہیں جن کی وجہ سے لفظ کو مقتضائے حال کے مطابق کیا جاتا ہے۔

علم بیان: وہ علم ہے جس کے ذریعہ ایک معنی کو چند مختلف طریقوں سے بیان کرنے کا سلیقہ حاصل ہوتا ہے۔

علم بدیع: وہ علم ہے جس کے ذریعہ سے کلام کو حسین بنانے کا طریقہ علوم ہوتا ہے مقدمہ: مقدمۃ الجیش سے ماخوذ ہے۔ مقدمۃ الجیش لشکر کے اگلے رستے کو کہتے ہیں بعض نے مُقَدَّمۃ فتح دال کے ساتھ پڑھا ہے، اس بنا پر یہ باب تفعیل کا اسم مفعول ہے، بعض نے مُقَدَّمۃ کو بکسر دال پڑھا ہے، اس بنا پر یہ باب تفعیل کا اسم فاعل ہے۔ جس نے اسم مفعول پڑھا ہے اس نے تقدیم کو فعل متعدی قرار دیا ہے، لیکن جس نے اسم فاعل پڑھا ہے، اس نے تقدیم کو فعل لازم قرار دیا ہے یعنی مُقَدَّمۃ مُتَقَدَّمۃ کے معنی میں ہے۔

فَفَصَاحَةُ الْكَلِمَةِ سَلَامَتُهَا مِنْ تَنَافُرِ الْحُرُوفِ وَ
مُخَالَفَةِ الْقِيَاسِ وَالْغَرَابَةِ . فَتَنَافُرُ الْحُرُوفِ وَصِفٌ فِي
الْكَلِمَةِ يُوجِبُ ثِقَلَهَا عَلَى اللِّسَانِ وَ عُسْرَ النُّطْقِ بِهَا
نَحْوُ الظُّشِ لِلْمَوْضِعِ الْخَشِينِ وَ الْهَفْعِ لِنَبَاتٍ تَرَعَاهُ
الْإِبِلُ وَ النِّقَاحِ لِلْمَاءِ الْعَذْبِ الصَّافِيِ وَ الْمُسْتَشْرِزِ
لِلْمَفْتُولِ .

ترجمہ: فصاحت فی الکلمہ کے معنی کلمہ کا تنافر حروف، مخالفت قیاس اور غرابت سے خالی ہونا پس تنافر حروف کلمہ کا ایک ایسا وصف ہے جو زبان پر حروف کی ثقالت کو اور ان کے تلفظ کی دشواری کو ثابت کرتا ہے یعنی اس کی ادائیگی میں زبان پر ایک قسم کا بوجھ ہوتا ہے جیسے الظش کھروری اور سخت زمین کے لیے اور الہفخ اس گھاس کے لیے جسے اونٹ چرتے ہیں اور النقاہ صاف اور میٹھے پانی کے لیے اور المستشز مفتول کے لیے (بٹے ہوئے بال کے لیے یا رتی کے لیے)

تو صحیح: تافریہ نفرت سے ماخوذ ہے یعنی ایک ہی کلمہ میں ایسے حروف جمع ہو جائیں جن کے اجتماع سے زبان پر ان کی ادائیگی اور تلفظ میں نقل پیدا ہو جائے جیسے ظش، هعنع، نقاح اور مستشرد طبع سلیم گواہ ہے کہ یہ سب کلمات زبان پر گراں ہیں ان میں سے هعنع میں سب سے زیادہ ثقالت ہے اس کے بعد مستشردات میں پھر دوسرے الفاظ میں۔ اور تافریہ کی شناخت کا قاعدہ یہ ہے کہ جس کو ماہرین زبان کا ذوق صحیح اور طبع سلیم نقل سمجھے وہ تافریہ ہے، خواہ اجتماع حروف قریب الخارج یا بعید الخارج کے سبب ہو یا کسی اور سبب سے تو فصاحت کلمہ کا مذکورہ تینوں چیزوں سے خالی ہونا ضروری ہے اگر ان تینوں میں سے کوئی ایک بھی کسی کلام میں پایا جائیگا تو کلام فصاحت سے گر جائے گا۔ ان تینوں پر منحصر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ (۱) کلمہ کے مادہ میں کوئی عیب پایا جائے تو اسے تافریہ حروف کہتے ہیں (۲) کلمہ کی صورت میں کوئی خرابی واقع ہو تو اس کو مخالفت قیاس کہتے ہیں (۳) کلمہ کے اپنے موضوع لہ پر دلالت کرنے میں کوئی خرابی ہو تو اس کو غرابت کہتے ہیں، اس کے علاوہ چوتھی کوئی چیز کلمہ کو عیب دار نہیں بناتی۔ فائدہ: کلمات کے حسن و قبح کی پہچان میں اور ان کی سلاست اور غیر سلاست کی معرفت میں ذوق سلیم کی حیثیت ایک ستون کی سی ہے کیوں کہ الفاظ آواز ہیں جس طرح بلبل کی آواز سے خوشی اور مسرت حاصل ہوتی ہے اور کوڑے اور الو کے آواز سے نفرت، ٹھیک اسی طرح بعض الفاظ ایسے ہیں کہ ان کے سننے سے دل باغِ بلبل ہو جاتا ہے اور بعض ایسے ہیں کہ ان کے سننے ہی متلی آنے لگتی ہے جیسے الفزنة، الذئمة زوردار بارش کے لیے مستعمل ہیں آسمان اور شیریں ہیں ان کو سننے سے نفرت نہیں ہوتی اس کے خلاف البعاق کو لیجے اس کے معنی بھی وہی ہیں جو پہلے دونوں کے ہیں لیکن اس لفظ کے سننے سے کانوں پر سخت ضرب پڑتی ہے اور سمع خراش ہوتی ہے۔

وَمُخَالَفَةُ الْقِيَاسِ كَوْنُ الْكَلِمَةِ غَيْرَ جَارِيَةٍ عَلَى الْقَانُونِ
الصَّرْفِيِّ كَجَمْعِ بُوقٍ عَلَى بُوقَاتٍ فِي قَوْلِ الْمُتَنَبِّئِ:

فَإِنْ يَكُ بَعْضُ النَّاسِ سَيْفًا لِدَوْلَةٍ
فَفِي النَّاسِ بُؤْرَاتٌ لَهَا وَ طُبُولٌ
إِذِ الْقِيَاسُ فِي جَمْعِهِ لِلْقِلَّةِ أَبَوَاتُ
و كَمُودَدَةٍ فِي قَوْلِهِ
إِنَّ بَنِي لَلْنَّامِ زَهْدَةٌ
مَالِي فِي صُدُورِهِمْ مِنْ مَوَدَدِهِ
و الْقِيَاسُ مَوَدَّةٌ بِالِادْغَامِ

ترجمہ: اور مخالفت قیاس لغوی علم صرف کے قانون کے مطابق کلام کا استعمال نہ کرنا جیسے بوق کی جمع بوقات لانا جیسا کہ منتہی شاعر نے اپنے اس قول میں استعمال کیا ہے۔ ترجمہ شعر: جب بعض لوگ (ممدوح سیف الدولہ مراد ہے) دولت کے لیے تلوار بن جائیں (تاکہ دولت کی مدد کریں اور اس کی ممانعت کریں) تو اے ممدوح! تیرے سوا انسانوں میں جتنے بادشاہ ہیں سبھی دولت کے لیے بمنزلہ بگل اور نقاروں کے ہو جاتے ہیں شعر کا مطلب یہ ہے کہ اے ممدوح! تو جب کسی دولت اور سلطنت کا حامی بن جاتا ہے تو دوسرے تمام سلاطین تیرے تابع ہو جاتے ہیں۔

بوق بگل بڑے باجے کو کہتے ہیں اس کی جمع قلت بوقات ہے شعر میں یہ لفظ قانون لغت کے خلاف استعمال کیا گیا ہے اس کی جمع کثرت بوق و بوائق آتی ہے۔ اسی طرح شاعر (منتہی) کے قول میں موددہ کا لفظ خلاف قاعدہ ہے شعر کا ترجمہ: میرے بچے بالکل تالائق اور نکتے ہیں میری محبت ان کے دل میں ذرہ برابر بھی نہیں ہے۔ صرف کا قاعدہ چاہتا ہے کہ موددہ ادغام کے ساتھ ہو۔

توضیح: مخالفت قیاس لغوی کا مطلب یہ ہے فن صرف اور لغت میں جو قاعدے بتائے گئے ہیں ان کے مخالف ہو یعنی واضح کی وضع کے مخالف ہو اس بنا پر وہ الفاظ جو شاذ ہیں لیکن فصحاء نے ان کو اسی طرح استعمال کیا ہے فصیح ہیں جیسے انہی

، یا نہی اگرچہ یہ الفاظ صرف قانون کے مطابق نہیں ہیں، لیکن واضح ہے ان کو اسی طرح استعمال کیا ہے اس لیے فصیح ہیں۔ مخالفت قیاس کا مطلب بتاتے ہوئے جو یہ بات کہی گئی تھی کہ کلمہ وضع واضح کے خلاف استعمال ہو یہ اس لیے کہ اگر کلمہ قانون مفردات کے خلاف ہو، مگر واضح نے اس کو اسی طرح وضع کر دیا ہو تو وہ مخالف قیاس نہ کہلائے گا جیسے بنو کی جمع قانون مفردات کے لحاظ سے آئینہ آنی چاہیے مگر چوں کہ آئینہ منقول ہے اس لیے یہ آئینہ مخالف قیاس بن کر فصاحت سے خارج نہ ہو گا جیسے ماء کی جمع میناء میں ہنزہ ہا سے بدل گئی ہے یا آل میں ہالف سے بدل گئی ہے اور یہ تبدیلی قانون صرف کے خلاف ہے کہ ہالف یا ہنزہ سے نہیں بدلتی مگر چوں کہ واضح سے اسی طرح منقول ہیں اس لیے فصیح ہیں۔ (دستی میں اس کی صراحت موجود ہے) مخالفت قیاس کی مثال میں شاعر ابوالختم کے ذیل کے شعر میں آجملی کا لفظ بھی پیش کرتے ہیں۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْأَجَلِيِّ
الْوَحِيدِ الْفَرْدِ الْقَدِيمِ الْأَوَّلِ
أَنْتَ مَلِكُ النَّاسِ رَبُّنَا فَاقْبَلِ
ثُمَّ الصَّلَاةَ عَلَى النَّبِيِّ الْأَفْضَلِ

ساری تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو بلند و برتر ہے اپنی ذات اور صفات میں جو اکیلا اور تنہا قدیم اور اول ہے۔ تو تمام لوگوں کا مالک ہے اس حال میں کہ تو رب پس میری دعا قبول کر پھر افضل انبیاء پر درود ہو۔ تو آجملی کو صرف قاعدے سے آجلی بہ تشدید اللام پڑھتے ہیں فصحاء بھی بہ تشدید اللام پڑھتے ہیں اور عوام بھی، اس لیے آجملی بغیر تشدید کے غیر فصیح اور خلاف قاعدہ ہے۔ اسی طرح اردو میں بھی مخالفت قیاس پائی جاتی ہے مثلاً مذکر کی جگہ مؤنث یا مؤنث کی جگہ میں مذکر لانا یا رائے ہندی کی جگہ میں رائے عجمی استعمال کرنا جیسے خلق یکجا ہوئی کنارہ پر ☆ حشر پر پاہوئی کنارہ پر، حشر کو برخلاف جمہور فصحاء کے شاعر مؤنث لایا ہے اسی طرح ساق سیمیں تری شب دیکھ کے گوری گوری ☆ شرم سے شمع ہوئی جاتی تھوڑی

تھوڑی۔ اس میں تھوڑی کو جو رائے ثقیلہ (ز) سے ہے گوری کا جو رائے خفیفہ سے ہے قافیہ کیا ہے۔ الغرض یہ چیزیں خلاف قیاس لغت و اصطلاح اور محل فصاحت ہیں۔

حَلّ کلمات ”يَكْ“ اصل میں یکن تھا ان شرطیہ جازمہ کی وجہ سے واو حذف ہو گیا، ساتھ ساتھ خلاف قیاس نوں بھی حذف ہو گیا قرآن شریف میں اس کی نظیر موجود ہے ”وَلَمْ أَكْ بِغِيَا“ ان حرف شرط، بَعْضُ النَّاسِ، يَكْ کا اسم، سِيفًا لِلدَّوْلَةِ خبر، يَكْ فعل ناقص اپنے اسم اور خبر سے مل کر شرط۔ فاء جزاء کے واسطے فی الناس خبر مقدم۔ بوقات لها وطبول مبتداء مؤخر، مبتداء مؤخر اپنی خبر مقدم سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔ اس شعر میں محل استشاد بوقات ہے۔

بَنَى اصل میں بَنَيْنِ تھا بَنَيْنِ کی اضافت جب ”ی“ کی طرف ہوئی تو نوں حذف ہو گیا پھر یاء کو یاء میں مدغم کر دیا بَنِی ہو گیا۔ لِئَامِ یہ لَئِنِّم کی جمع جیسے کُورِیْم کی جمع کُورَام اور زَهْدَةُ بِزَاهِد کی جمع ہے۔ جیسے بَارِی کی جمع بُورَةُ۔ صُدُورِیہ صدر کی جمع ہے۔ اِنْ حرف مشبہ بالفعل، بَنِی اس کا اسم، لَام تاکید کے واسطے، لِئَام خبر بول اور زَهْدَةُ خبر ثانی ان اپنے اسم اور دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ ہوا۔ باقی ترکیب آسان ہے۔ اس شعر میں محل استشاد موددہ ہے۔

وَالْفَرَابَةُ كَوْنُ الْكَلِمَةِ غَيْرَ ظَاهِرَةِ الْمَعْنَى نَحْوُ تَكَاسُّكَ بِمَعْنَى اجْتَمَعَ وَافْرَقَ بِمَعْنَى اِنْصَرَفَ وَاطْلَحْتَ بِمَعْنَى اِشْتَدَّ.

ترجمہ: غرابت کے معنی یہ ہیں کہ کلمہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں واضح نہ ہو۔ جیسے تَكَاسُّكَ بمعنی اجْتَمَعَ (جمع ہوا) افرقع بمعنی انصرف (واپس ہو گیا) اور اطلح بمعنی اشتد (سخت ہو گیا)

توضیح: بعض حضرات غرابت کی تعریف اس طرح کرتے ہیں كَوْنُ الْكَلِمَةِ وَخَشِيَّةٌ غَيْرَ ظَاهِرَةِ الْمَعْنَى وَلَا مَانُوسَةٌ إِلَّا سِتْعَمَالٌ۔ کلمہ کا مانوس ہونا

نیز معنی کے لحاظ سے غیر واضح اور استعمال میں معروف نہ ہوتا۔ کہا جاتا ہے کہ جب عیسیٰ بن مریم ایک مرتبہ اپنی سواری سے گر گیا تھا تو بہت سارے لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو گئے اس وقت عیسیٰ نے لوگوں کو ڈانٹ کر کہا: ”اَللّٰهُمَّ تَنَكَّأْتُمْ عَلٰی كَتَكَاكُمُوْكُمْ عَلٰی ذٰلِیْ جَنَّةٍ اَفَرَنْفَعُوْا عَنِّیْ“ (تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم میرے پاس اس طرح جمع ہو گئے ہو جیسے تم کسی آسیب ذرہ پر جمع ہوتے ہو میرے سامنے سے دور ہو جاؤ) یہاں اس نے تنکا کا کو اجتماع کے معنی میں لیا ہے اسی طرح افر نفع کو انصرف کے معنی میں لیا ہے یہ الفاظ منکورہ معنوں میں رائج نہیں ہیں بلکہ یہ الفاظ غیر مانوس اور غیر معروف ہیں، اس لیے ان کو غریب کہا جاتا ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ فصاحت کے لیے ایک شرط اور ہے کہ کراہت فی السمع سے خالی ہو کہ اس لفظ کے سننے میں کراہت نہ معلوم ہو یعنی اس لفظ کا سننا کانوں کے واسطے ناگوار نہ ہو جیسے جرشی کا لفظ متنبی کے اس شعر میں

مُبَارَكُ الْاِسْمِ اَعْرُ الْقَلْبِ
كَرِيْمُ الْجَرِشِيِّ شَرِيْفُ النَّسَبِ

(سیف الدولہ مبارک نام والا ہے، روشن لقب والا ہے، بزرگ نفس والا، شریف نسب والا ہے) لیکن حقیقت میں فصاحت کی تعریف میں وَكْرَاهَةٌ فِي السَّمْعِ کی قید بڑھانے کی ضرورت نہیں ہے اس لیے کہ جس لفظ کے سننے سے کانوں کو ناگوار ہوتی ہے وہ لفظ دُشِّ ہے اس میں تافر حروف ہے اس لیے جب فصاحت کی تعریف میں کہہ دیا کہ تافر حروف سے خالی ہو تو یہ کہنے کی ضرورت نہ رہی کہ کراہت فی السمع سے خالی ہو۔ الغرض جرشی میں تافر الحروف موجود ہے اس طرح کے الفاظ کو فصاحت سے نکالنے کے لیے الگ سے کوئی قید بڑھانے کی ضرورت نہیں۔

فَصَاحَةُ الْكَلَامِ سَلَامَتُهُ مِنْ تَنَافُرِ الْكَلِمَاتِ مُجْتَمِعَةً وَ
مِنْ ضَعْفِ التَّالِيفِ وَ مِنَ التَّعْقِيْدِ مَعَ فَصَاحَةِ كَلِمَاتِهِ
فَالْتَنَافُرُ وَصِفٌ فِي الْكَلَامِ يُوجِبُ ثِقَلَهُ عَلٰی

اللِّسَانِ وَ عُسْرَ النُّطْقِ بِهِ نَحْوُهُ
فِي رَفْعِ عَرْشِ الشَّرْعِ مِثْلَكَ يَشْرَعُ
وَلَيْسَ قُرْبَ قَبْرِ حَرْبٍ قَبْرُ
كَرِيمٍ مَتَى اَمَدَحَهُ اَمَدَحَهُ وَالْوَرَى مَعِيَ
وَ اِذَا مَا لَمْتَهُ لَمْتَهُ وَحَدَى

حلّ کلمات: کریم متی امدحہ امدحہ الخ۔ متی شرطیہ کی وجہ سے فعل مضارع کو دونوں جگہ مجزوم ہے۔ لَمْتُ لَوْمَ سے مشتق ہے ملامت کرنے کے معنی میں لَمْتُ کی تعلیل بالکل قُلْتُ کی طرح ہے۔ وحدی متوحدا کے معنی میں ہو کر لَمْتُ کی ت ضمیر سے حال واقع ہے اسی طرح والوری معی بھی ترکیب میں امدح فعل کی ضمیر مستتر سے حال واقع ہو رہا ہے۔ باقی ترکیب آسان ہے۔ اور لَيْسَ قُرْبَ قَبْرِ حَرْبٍ قَبْرُ میں قَبْرُ حَرْبٍ مضاف با مضاف الیہ، مضاف الیہ ہوا قرب مضاف کا اور قرب مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر لیس کی خبر مقدم ہوئی، قَبْرُ اسم مؤنر، لیس اپنے اسم اوز خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

ترجمہ: فصاحت کلام کے معنی یہ ہیں کہ کلام میں چند کلمات کے اجتماع سے جو تنافر پیدا ہوتا ہے اس سے کلام خالی ہو اور ضعف تالیف اور تعقید سے بھی خالی ہو بشرطیکہ اس کے تمام کلمات مفردہ فصیح ہوں۔

توضیح: مجتمعۃ کی قید یہاں پر اس لیے بڑھائی گئی ہے کہ کلام کا تنافر کلمات مفردہ سے پاک ہونا تو فصاحت کلمہ کی تعریف سے بھی ظاہر ہے اس لیے کہ کلام تو کلمات ہی سے مرکب ہوتا ہے۔ البتہ اس امر کو ظاہر کرنا ضروری ہے کہ کبھی چند فصیح کلمات کے ایک جگہ جمع ہو جانے کی وجہ سے تنافر ہو جاتا ہے لہذا اس قید کو بڑھا کر اس قسم کے تنافر سے بھی کلام فصیح کا پاک رہنا ضروری قرار دیا گیا۔

فَالْتَنَافُرُ الْخ.

ترجمہ: پس متافر کلمات، کلام میں ایسا وصف ہے جو زبان پر کلام کے ثقل ہونے کو نیز اس کے تلفظ کی دشواری کو ثابت کرتا ہے۔

توضیح: مطلب یہ ہے کہ کلام میں چند کلمات اس طرح جمع ہو جائیں کہ کلام زبان پر ثقل اور ان کی ادائیگی بھی دشوار ہو جائے جس طرح چند حروف کے اجتماع سے کلمات مفردہ میں متافر پیدا ہوتا ہے اسی طرح چند کلمات کے اجتماع سے بھی کلام میں متافر پیدا ہو جاتا ہے نحو فی رفع عروض الخ ترجمہ: شریعت کے عرش کی بلندی میں تمہاری ہی طرح کا بلند کرتا ہے اور حب کی قبر کے قریب کوئی قبر نہیں ہے، میرا مدوح ایسا نخی اور کریم ہے کہ جب میں اس کی تعریف کرتا ہوں تو دنیا میرے ساتھ اس کی تعریف کرتی ہے اور جب میں اس کی ملامت کرتا ہوں تو میں اکیلا ہوتا ہوں۔

ان مصرعوں میں منشاء ثقل نفس اجتماع کلمات ہے جو نہایت ثقل ہے اور یہی منشاء ثقل اردو کے اس شعر میں ہے۔

چچا چار کچرے کچے چچا چار کچرے کچے
کچے کچرے کچے چچا کچے کچرے کچے

یہاں الفاظ چچا اور کچرے ہر ایک خود فصیح اور غیر ثقل ہیں لیکن سب کا اجتماع باعث ثقل بن گیا اور کریم منی امدحہ الخ میں منشاء ثقل، کلمہ کے بعض حروف کا بعض دوسرے کلمہ کے حروف کے ساتھ جمع ہو جانا ہے لیکن یہ اجتماع اوپر کے اجتماع کے مقابلہ میں کم ثقل کا باعث ہوتا ہے جیسا کہ لفظ امدحہ میں حائے حلی اور ہائے ہوز دونوں حروف جو حروف حلقی میں سے ہیں جمع ہو گئے ہیں پھر اس لفظ کو شعر میں دوبارہ لایا گیا ہے اور یہی باعث ثقل ہے اگر دوبارہ نہ لایا جاتا تو یہ ثقل پیدا نہ ہوتا جیسے قرآن شریف میں فسبحہ ہے کہ ایک کلمہ میں دو حروف حلقی جمع ہیں، لیکن تکرار نہ ہونے کی وجہ سے اس میں کس طرح کا ثقل نہیں ہے۔

المعلیل بن عباد ایک بڑا شاعر تھا، شیخ عبد القادر جرجانی کے اساتذہ میں سے ہے، اس نے ابو تمام کا ایک قصیدہ اپنے استاد ابن عمید کے سامنے پڑھا۔ جب یہ شعر پڑھا کریم منی امدحہ امدحہ الخ تو ابن عمید نے کہا کہ اس

میں تم کو کوئی عیب نظر آتا ہے؟ کہا ہاں مدح کے مقابلہ میں لوم ہے، حالانکہ مدح کے مقابلہ میں ذم ہونا چاہیے۔ ابن عمید نے کہا اس کے علاوہ ایک عیب یہ بھی ہے کہ امدح میں حائے ہٹکی کے ساتھ ہائے ہوز ہے اور وہ اس کلمہ کو دوبارہ لایا ہے۔

کریم متی امدحہ الخ : یہ شعر ابو تمام شاعر کا ہے۔ واقعہ یہ ہوا کہ ابو الغیث مکی ابن ابراہیم الرافعی کو جب یہ خبر پہنچی کہ ابو تمام حبیب، ابن اوس الطائی نے میری ہجو کی ہے تو اس نے اس پر عتاب کیا، اس کے بعد ابو تمام نے ایک قصیدہ لکھا جس میں اس نے ہجو کرنے سے اپنی برائت ظاہر کی اور یہ شعر اسی قصیدہ کا ہے۔ اور جیسے انشاء اللہ خان کے اردو کے اس شعر میں متاخر ہے اجتماع کلمات کی وجہ سے

تیس حرفوں ہی میں سب کچھ ہے یہ انشاء عجیب ہے
بس یہی نحو کے ہیں حرف یہی صرف کے حرف

فی دفع عروش الشرع الخ اس مثال میں رفع اور عرش میں سے ہر ایک بجائے خود فصیح ہے، لیکن تین کلمات (دفع، عروش، پھر شرع) کے اجتماع سے زبان پر ایک شدید ثقل پیدا ہو گیا، لہذا یہ کلام غیر فصیح ہو گا۔ اسی طرح لیس قرب قبر حوب قبر میں قرب اور قبر میں سے ہر ایک بجائے خود فصیح ہے لیکن تین کلمات قرب اور قبر اور پھر دوبارہ قبر کے اجتماع سے زبان پر ثقل پیدا ہو گیا، اس لیے یہ کلام بھی غیر فصیح ہو گا۔ پورا شعر یہ ہے۔

وَقَبْرُ حَزْبٍ بِمَكَانٍ قَفْرٍ
لَيْسَ قُرْبُ قَبْرِ حَزْبٍ قَبْرٍ

قفر وہ میدان جس میں نہ گھاس ہو اور نہ پانی

حزب یہ ایک شخص کا نام ہے جو حزب ابن امیہ سے موسوم ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حزب ابن امیہ نے ایک جن کو جو سانپ کی شکل میں تھا پیر سے روند کر مار ڈالا تو جنوں میں سے ایک جن اس پر اس زور سے چیخا کہ وہ مر گیا اس کے بعد

اس جن نے اس پر یہ شعر پڑھا حرب ابن امیہ کی قبر چٹیل میدان میں ہے اور حرب ابن امیہ کی قبر کے پاس کوئی قبر نہیں ہے۔

وَضَعُفُ التَّالِيفِ كَوْنُ الْكَلَامِ غَيْرَ جَارٍ عَلَى الْقَانُونِ
النَّحْوِيُّ الْمَشْهُورِ كَالِإِضْمَارِ قَبْلَ الذِّكْرِ لَفْظًا وَرُتْبَةً فِي
قَوْلِهِ ۛ

جَزَى بَنُوهُ أَبَا الْغِيلَانَ عَنْ كِبَرٍ
وَحُسْنِ فِعْلٍ كَمَا يُجْزَى سِنِمَارَ

ترجمہ: ضعف تالیف کلام کا مشہور نحوی قانون کے خلاف (جاری) استعمال ہونا جیسے مرجع ذکر کرنے سے پہلے ضمیر لانا لفظاً ورتبہ جیسے شاعر کے اس قول میں ابو الغیلان کے لڑکوں نے اپنے بوڑھے باپ کو سن رسیدہ اور حسن سلوک کرنے کے باوجود ایسا بدلہ دیا جیسا کہ خورنق کے معمار سنمار کو دیا گیا تھا۔
توضیح: کالایضمار الخ ضمیر کا مرجع ذکر کرنے سے پہلے ضمیر کو ذکر کر دینا یعنی وہ اسم ذکر نہیں کیا گیا جس کی طرف ضمیر کو لوٹایا گیا ہے اور ضمیر کو ذکر کر دیا گیا، یہ اضافی ذکر کہلاتا ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک اضمار قبل الذکر لفظاً ورتبہ ممنوع ہے تفصیل نحو کی کتابوں میں موجود ہے۔

قوله جزى بنوه الخ اس میں ہ ضمیر ابو الغیلان کی جانب راجع ہے جو لفظاً ورتبہ و حکما ہر لحاظ سے مقدم ذکر کی گئی ہے ابو الغیلان ترکیب میں مفعول واقع ہو رہا ہے، اس کا مقام ہر اعتبار سے فاعل کے بعد ہے۔ ہ ضمیر جب ابو الغیلان کی طرف لوٹ رہی ہے تو اضافی ذکر لفظاً ورتبہ لازم آیا اور یہ سب کے نزدیک ناجائز ہے۔

قوله سنمار یہ روم کا باشندہ تھا، معمار کا کام کرتا تھا اسی نے نعمان اکبر کے لیے کوفہ کے پاس خورنق نامی محل تیار کیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ جب محل تیار ہو گیا تو نعمان نے اسے اوپر سے گرا کر ہلاک کر دیا، تاکہ وہ کسی دوسرے کے لیے اس طرح خوشنما محل تیار نہ کر سکے۔ چوں کہ یہ اس کی جانب سے بڑا بدلہ تھا اس لیے

کی کے برابر دے دیئے پر یہ واقعہ ضرب المثل بن گیا یعنی جزاء جزاء سبب
حل کلمات: جزى یجزی جزاء (ض) بدلہ دینا۔ بنوہ، جزى کا فاعل
ہے اصل میں بنوہ تھا اضافت کی وجہ سے نون حذف ہو گیا۔ ابا القیلان
جزی کا مفعول بہ ہے۔ یہاں بنوہ کے ساتھ جو ضمیر ہے یہی محل استشہاد ہے
اضمار قبل الذکر اسی میں واقع ہو رہا ہے۔

التَّعْقِيدُ أَنْ يَكُونَ الْكَلَامُ خَفِيَّ الدَّلَالَةِ عَلَى الْمَعْنَى
الْمُرَادِ وَالْخِفَاءُ إِمَّا مِنْ جِهَةِ اللَّفْظِ بِسَبَبِ تَقْدِيمِ أَوْ
تَاخِيرِ أَوْ فَضْلِ وَ يُسَمَّى تَعْقِيدًا لَفْظِيًّا كَقَوْلِ الْمُتَنَبِّئِ
جَفَحَتْ وَ هُمْ لَا يَجْفَحُونَ بِهَا بِهِمْ
شِيمَ عَلَى الْحَسَبِ الْأَعْرُ دَلَائِلُ
فَإِنْ تَقْدِيرُهُ جَفَحَتْ بِهِمْ شِيمَ دَلَائِلُ عَلَى الْحَسَبِ
الْأَعْرُ وَ هُمْ لَا يَجْفَحُونَ بِهَا

ترجمہ: تعقید کے معنی یہ ہیں کہ کلام متکلم کے معنی مرادی پر خفی الدلالة ہو
اور یہ خفایا تو تلفظی خلل کے اعتبار سے ہو گا مثلاً تقدیم یا تاخیر یا دو لفظوں میں فصل
ہونے کی بنا پر اور اس خفا کا نام تعقید لفظی رکھا جاتا ہے جیسے متنبی کا شعر - میرے
مموح کے اخلاق و عادات نے فخر کیا جو اس کے اعلیٰ حسب و نسب ہونے کی
دلیل ہے جب کہ وہ خود اپنے ان اعلیٰ اخلاق پر فخر نہیں کرتا، اس وجہ سے کہ
اس شعر کی اصل جَفَحَتْ بِهِمْ شِيمَ دَلَائِلُ عَلَى الْحَسَبِ الْأَعْرُ وَ هُمْ
لَا يَجْفَحُونَ بِهَا۔

توضیح: تعقید کا مطلب یہ ہے کہ کسی غلطی اور خلل کی وجہ سے کلام اپنے مطلب پر
ظاہر الدلالة نہ ہو۔ یہ خلل یا تو ترتیب الفاظ میں ہو کہ خلل کی وجہ سے انتقال
ذہن مشکل سے ہوتا ہو بعض الفاظ کو مقدم یا مؤخر کرنے یا حذف کر دینے سے
یا مضمحل کر دینے سے یا اسی طرح کی کسی اور غلطی کی وجہ سے کبھی ایسا خلل واقع ہو جاتا

ہے کہ مطلب سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے جیسے منتی کا قول جَفَخَتْ وَهْمٌ لَا يَجْفَخُونَ الخ اس شعر میں دیکھئے شاعر نے سب سے پہلے جفخت فعل اور اس کے فاعل شیم کے درمیان وہم لایا جفخون بہا بہم سے فصل کیا اس کے بعد شیم موصوف اور اس کی صفت دلانل کے درمیان علی الحساب الاغر سے فصل کیا اسی طرح بہم، جفخت کے متعلق ہے لیکن اس کو لایا جفخون کے بعد لایا ایسا لگتا ہے کہ یہ لایا جفخون کے متعلق ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ حل کلمات: جَفَخَتْ (ف) فخر کرنا شیم یہ شیمۃ کی جمع ہے، عادت اور خصلت کے معنی میں الْأَعْرُغُ عَرَّيْغُرُ (س) عَرَّزًا وَغُرَّةً سفید ہونا خوبصورت ہونا، صفت مذکر کے لیے هُوَا عَرَّ اور مَوْنُث کے لیے عَرَّاء مستعمل ہوتا ہے۔ دلانل یہ دلالت کی جمع ہے ہر وہ چیز جس سے رہنمائی حاصل ہو یہاں علامت مراد ہے۔

وَأَمَّا مِنْ جَهَةِ الْمَعْنَى بِسَبَبِ اسْتِعْمَالِ مَجَازَاتٍ وَ
كِنَايَاتٍ لَا يُفْهَمُ الْمُرَادُ بِهَا وَيُسَمَّى تَعْقِيدًا مَعْنَوِيًّا نَحْوُ
قَوْلِكَ: نَشَرَ الْمَلِكُ السِّنَّةَ فِي الْمَدِينَةِ مُرِيدًا جَوَاسِيْسَهُ
وَالصَّوَابُ نَشَرَ عِيُونَهُ وَقَوْلُهُ
سَأَطْلُبُ بَعْدَ الدَّارِ عَنْكُمْ لِتَقْرُبُوا
وَتَسْكُبُ عَيْنَايَ الدُّمُوعَ لِتَجْمُدَا
حَيْثُ كُنِّي بِالْجُمُودِ عَنِ السُّرُورِ مَعَ أَنَّ الْجُمُودَ
يُكْنَى بِهِ عَنِ الْبُخْلِ وَقَتِ الْبُكَاءِ .

ترجمہ: یا خفا معنوی خلل کے اعتبار سے ہو گا اس سبب سے کہ تشکلم نے اپنے کلام میں مجازات اور کنایات کو استعمال کیا ہے جس کی وجہ سے مراد سمجھ میں نہیں آتی اور اس کا تعقید معنوی نام رکھا جاتا ہے جیسے تیرا قول ”نشر الملك السنه في المدينة“ بادشاہ نے پورے شہر میں زبانیں پھیلا دی ہیں، مراد اس سے اس کے جاسوس (سراغ رساں، سی آئی ڈی) ہیں مگر اس میں درست یہ ہے کہ السنه

کے بجائے عیونہ ہونا چاہیے، کیونکہ اس کا اطلاق مجازاً جاسوس پر ہوتا ہے بخلاف لسان کے، یہ درست نہیں ہے۔ اور عباسی ابن اخف شاعر کا قول ع میں تم سے مکان کی دوری چاہوں گا (دور رہنے کی خواہش کروں گا) تاکہ تم مجھ سے قریب ہو جاؤ اور میری آنکھیں آنسو بہائیں گی، تاکہ وہ خشک ہو جائیں۔ اس جگہ جمود سے سرور اور خوشی کا کنایہ کیا ہے جب کہ جمود بول کر رونے کے وقت بخل سے کام لینے کا کنایہ کیا جاتا ہے۔

توضیح: شاعر کہتا ہے کہ چوں کہ احباب اور اہل زمانہ کی یہ عادت ہو گئی ہے کہ وہ مقصود کی نقیض لایا کرتے ہیں اور مطلوب کے مخالف سمت چلتے ہیں تاکہ انہیں مطلوب حاصل ہو، اس لیے میں بھی اب بجائے قرب اور وصال چاہنے کے بعد اور فراق کو طلب کروں گا، تاکہ قرب اور وصال حاصل ہو، اسی طرح رنج اور غم کی دعا کروں گا، تاکہ سرت اور خوشی حاصل ہو جائے۔ ”إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا“ یعنی تنگی کے بعد آسانی ہے۔ یعنی شاعر الٹی دعا مانگ رہا ہے اس لیے کہ جب میں محبوبہ کے وصل کو مانگتا ہوں تو بعد ہوتا ہے لہذا میں اس سے دوری اور غم کے لیے دعا مانگتا ہوں تو یہ قبول نہ ہوگی اور اس دعا کے خلاف ہوگا اس لیے مجھے اس سے نزدیکی اور خوشی حاصل ہوگی بقول شاعر

مانگا کریں گے اب سے دعا جبر یار کی
آخر تو دشمنی ہے اثر کو دعا کے ساتھ

شاعر کا یہ قول معنی مذکور میں اس وقت درست ہوگا جب کہ جمود سے سرور کی طرف کنایہ کیا جائے باوجودیکہ بوقت گریہ جمود سے بخل بالدموع کی طرف کنایہ کیا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ آنکھوں کے خشک ہو جانے سے ذہن اس امر کی طرف منتقل ہو جاتا ہے کہ جب آنسو بہا کر رونا چاہیں تب بھی آنسو نہ نکلیں یہ کیفیت غم کی حالت میں زیادہ رونے سے ہو سکتی ہے خوشی کی حالت میں ایسی کیفیت نہیں ہوتی اس لیے ذہن خوشی اور سرت کی طرف منتقل نہیں ہوتا ہے لہذا یہ شعر فصاحت سے خالی ہے۔ اردو میں تعقید معنوی کی مثال میں یہ شعر پیش کرتے ہیں۔

میری لیلیٰ کو کر دیا مجنوں

اے سکندر میں تجھ کو کیا کوسوں

مطلب یہ ہے کہ شاعر کا معشوق آئینہ میں اپنی صورت دیکھ کر اپنا عاشق ہو گیا اور مشہور یہ ہے کہ آئینہ کا موجد سکندر ہے لہذا شاعر سکندر ہی کی شکایت کرتا ہے کہ اے سکندر! تو نے ایسی چیز کیوں ایجاد کی جس کی وجہ سے یہ مصیبت آئی کہ معشوق خود اپنے اوپر عاشق ہو گیا؟

اس شعر میں شکایت کی تین چیزیں ہیں (۱) سکندر کا آئینہ ایجاد کرنا (۲) معشوق کا آئینہ دیکھنا (۳) اپنا عاشق ہو جانا اور یہ تینوں چیزیں شعر میں موجود نہیں ہیں اور یہی اسباب تعقید ہیں۔

دوسرا شعر:

مگس کو باغ میں جانے نہ دینا

کہ ناحق خون پروانے کا ہوگا

مطلب یہ ہے کہ شہد کی مکھیوں کو باغ میں جانے سے روکو، کیوں کہ وہ باغ میں جائیں گی تو پھولوں اور پھولوں کا رس چوس کر شہد کا جھتہ بنائیں گی اور جھتہ سے موم بتیاں بنائی جائیں گی، پھر بتیاں جلائی جائیں گی تو پروانے آکر ان پر گریں گے اور جلیں گے۔

اس شعر میں بہت واسطوں کا ہونا پھر ان کا مذکور نہ ہونا باعث تعقید معنی ہے۔

حلّ کلمات: لَتَقْرُبُوا (س) سے قریب ہونا۔ تَسْكِبُ (ن) سے پانی بہانا۔

عینان اصل میں عینان ی تھا نون اضافت کی وجہ سے گر گیا عینائی ہوا یہ

ترکیب میں تَسْكِبُ کا فاعل واقع ہو رہا ہے۔ دُمُوغ یہ دُمُغ کی جمع، آنکھ کا

پانی۔ لَتَجْمُدَا (ن) سے جَمَدًا وَجُمُوذًا پانی کا نہ بہنا۔ بند ہونا، جم جانا۔

وَفَصَاحَةُ الْمُتَكَلِّمِ مَلَكَةٌ يَقْتَدِرُ بِهَا عَلَى التَّعْبِيرِ عَنْ

الْمَقْصُودِ بِكَلَامٍ فَصِيحٍ فِي أَى غَرَضٍ كَانَ

ترجمہ: فصاحة المتکلم۔ درحقیقت ایک ملکہ اور استعداد ہے جس کی بدولت متکلم مقصود کو فصیح کلام سے تعبیر کرنے پر قادر ہوتا ہے جس غرض اور مقصد کے لیے بھی ہو۔

توضیح: ملکہ سے مراد وہ کیفیت راسخہ ہے جو نفس کے اندر موجود ہو تو اگر کسی کے اندر کیفیت راسخہ نہ ہو بلکہ اتفاق سے کبھی کبھار فصیح جملے استعمال کرے تو ایسے شخص کو فصیح نہیں کہیں گے۔ اور بعض لوگ مخصوص مضامین کو کلام فصیح کے ذریعہ بیان کر سکتے ہیں دوسرے مضامین کو بیان نہیں کر سکتے لہذا فی انہی غرض کان کی قید سے ایسے لوگوں کے کلام کو فصیح سے نکال دیا گیا اور وہ لوگ فصیح نہیں کہلائے جائیں گے بلکہ فصیح وہ کہلائیں گے جو ہم کے مضامین کو کلام فصیح کے ذریعہ بیان کر سکیں۔

البلاغة

وَالْبَلَاغَةُ فِي اللِّغَةِ الْوُصُولُ وَ الْإِنْتِهَاءُ يُقَالُ بَلَغَ
فُلَانٌ مُرَادَهُ إِذَا وَصَلَ إِلَيْهِ وَ بَلَغَ الرَّكْبُ الْمَدِينَةَ إِذَا
انْتَهَى إِلَيْهَا وَ تَقَعَ فِي الْإِصْطِلَاحِ وَضْفًا لِلْكَلَامِ وَ
الْمُتَكَلِّمِ

ترجمہ: بلاغت کے معنی لغت میں انتہا اور وصول کے آتے ہیں جیسے بَلَغَ
فُلَانٌ مُرَادَهُ فلاں شخص اپنی مراد کو پہنچ گیا اور کہا جاتا ہے بلغ الركب المدينة
المدينة قافلہ شہر پہنچ گیا جب قافلہ وہاں پہنچ گیا اور اصطلاح میں بلاغت کا
استعمال کلام اور متکلم کی صفت کی حیثیت سے ہوتا ہے۔

توضیح: بلاغت باعتبار معنی لغت وصول اور انتہا پر دلالت کرتی ہے اور بلاغت
کے ساتھ صرف کلام اور متکلم متصف ہوتے ہیں۔ کہا جاتا ہے ہذا کلام بلیغ
ہذہ قصیدہ بلیغہ ہذا کاتب بلیغ اور ہذا شاعر بلیغ۔ اس کے ساتھ مفرد
(کلمہ) متصف نہیں ہوتا ہے اس لیے ہذہ کلمۃ بلیغہ کہیں نہیں سنا گیا۔

فَبَلَاغَةُ الْكَلَامِ مُطَابَقَتُهُ لِمُقْتَضَى الْحَالِ مَعَ
 فَصَاحَتِهِ وَالْحَالُ يُسَمَّى بِالْمَقَامِ هُوَ الْأَمْرُ الْحَامِلُ
 لِلْمُتَكَلِّمِ عَلَى أَنْ يُورَدَ عِبَارَتُهُ عَلَى صُورَةٍ مَخْصُوصَةٍ وَ
 الْمُقْتَضَى وَ يُسَمَّى الْإِعْتِبَارُ الْمُنَاسِبُ هُوَ الصُّورَةُ
 الْمَخْصُوصَةُ الَّتِي تُورَدُ عَلَيْهَا الْعِبَارَةُ مَثَلًا الْمَدْحُ حَالٌ
 يَدْعُو لِإِيرَادِ الْعِبَارَةِ عَلَى صُورَةِ الْإِطْنَابِ وَ ذِكَاةُ
 الْمُخَاطَبِ حَالٌ يَدْعُو لِإِيرَادِهَا عَلَى صُورَةِ الْإِيْجَازِ
 فَكُلُّ مَنْ الْمَدْحِ وَ الذِّكَاةِ حَالٌ وَ كُلُّ مَنْ الْإِطْنَابِ وَ
 الْإِيْجَازِ مُقْتَضَى وَ إِيرَادُ الْكَلَامِ عَلَى صُورَةِ الْإِطْنَابِ وَ
 الْإِيْجَازِ مُطَابَقَةٌ لِلْمُقْتَضَى .
 فَبَلَاغَةُ الْمُتَكَلِّمِ مَلَكَةٌ يَفْتَدِرُ بِهَا عَلَى التَّعْبِيرِ عَنِ
 الْمَقْصُودِ بِكَلَامٍ بَلِيغٍ فِي أَى غَرَضٍ كَانَ .

ترجمہ: بلاغت الکلام، کلام کا مقتضائے حال کے مطابق ہونا اس کے فصیح
 ہونے کے ساتھ ساتھ یعنی کلام فصیح بھی ہو اور مقتضائے حال کے مطابق بھی
 ہو اور حال جس کا نام مقام بھی رکھا جاتا ہے وہ ایسا امر ہے جو شکلم کو اس بات پر
 ابھارتا ہے کہ وہ اپنی عبارت کو ایک مخصوص صورت پر لائے اور مقتضی جس کا نام
 اعتبار مناسب بھی رکھا جاتا ہے، وہ وہی صورت مخصوصہ ہے جس پر شکلم کی عبارت
 لائی جاتی ہے مثلاً: مدح ایک حالت ہے جو تقاضا کرتی ہے کہ عبارت بصورت
 اطناب وارد ہو اور اسی طرح مخاطب کی ذکاوت و ذہانت ایک حالت ہے جو
 تقاضا کرتی ہے کہ عبارت مختصر اور ایجاز کی صورت میں وارد ہو لہذا مدح اور
 ذہانت دو حالتیں ہیں اور اطناب و ایجاز میں سے ہر ایک مقتضی ہیں اور کلام کا
 اطناب اور ایجاز کی صورت پر لانا مقتضی کی مطابقت ہے۔

بلاغت المتکلم ایسا ملکہ ہے کہ جس کے ذریعہ متکلم بلیغ کلام کے ساتھ مقصود کو بیان کرنے پر قادر ہو کسی بھی غرض میں کیوں نہ ہو۔

توضیح: بلاغت الکلام کا مطلب یہ ہوا کہ وہ کلام فصیح اور مقتضائے حال کے مطابق ہو یعنی بلاغت الکلام دو چیزوں پر موقوف ہے ایک کلام کا مقتضائے حال کے موافق ہونا دوسری کلام کا فصیح کلمات سے مرکب ہونا۔ اسی سے معلوم ہوا کہ ہر کلام بلیغ فصیح ہے، لیکن ہر کلام فصیح بلیغ نہیں ہے تو کلام کو جتنا مقتضائے حال کے موافق استعمال کرو گے اتنا ہی خوبیوں کا حامل ہو گا اور جتنا مقتضائے حال کے خلاف استعمال کرو گے اتنا ہی کلام خوبیوں سے گرا ہوا ہو گا۔ بلغاء نے بلاغت کے دو طرف مقرر کیے ہیں ایک کو وہ طرف اعلیٰ کہتے ہیں جو بلند سے بلند ہے یہی قرآن کریم کی بلاغت ہے اس کے بعد وہ بلاغت ہے جو اس طرف اعلیٰ کے قریب قریب ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے طرف اعلیٰ اور جو اس سے قریب ہے وہ دونوں حد اعجاز میں داخل ہیں۔ بلاغت کا دوسرا کنارہ طرف اسفل کہلاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ بلغاء کے نزدیک اگر کلام اس اسفل سے بھی گرا ہوا ہو گا تو آدمی کا کلام نہیں سمجھا جائے گا بلکہ حیوان کی آواز سے مل جائے گا۔ اس لیے بلاغت کے حاصل کرنے والوں کے لیے دو چیزوں کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے ایک یہ کہ ان اسباب کو معلوم کریں جو فصاحت کے لیے مضر ہیں، تاکہ غیر فصیح کلام کو لانے سے احتراز کریں دوسری چیز یہ کہ احوال اور مقتضیات احوال کو پہلے معلوم کر لیں ورنہ کلام کو مقتضائے حال کے مطابق لانا محال ہو گا۔

وَعَرَفَ التَّنَافُرَ بِالدُّوقِ وَ مُخَالَفَةَ الْقِيَاسِ
بِالصَّرْفِ وَ ضَعْفُ التَّالِيفِ وَ التَّعْقِيدُ اللَّفْظِيُّ
بِالنَّحْوِ وَالْغَرَابَةُ بِكَثْرَةِ الإِطْلَاعِ عَلَى كَلَامِ الْعَرَبِ وَ
التَّعْقِيدُ الْمَعْنَوِيُّ بِالْبَيَانِ وَ الْأَحْوَالِ وَ مُقْتَضِيَاتِهَا
بِالْمَعَانِي فَوَجِبَ عَلَى طَالِبِ الْبَلَاغَةِ مَعْرِفَةُ اللَّغَةِ

وَالصَّرْفِ وَالتَّحْوِ وَالْمَعَانِي وَ الْبَيَانِ مَعَ كَوْنِهِ
سَلِيمِ الذَّوْقِ كَثِيرِ الْإِطْلَاعِ عَلَى كَلَامِ الْعَرَبِ .

ترجمہ: تافہر حروف ذوق کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے اور مختلفہ القیاس علم صرف
سے، ضعف تالیف اور تعقید لفظی علم نحو سے پہچانی جاتی ہے اور غرابت کلام
عرب پر کثرت اطلاع حاصل ہونے سے پہچانی جاتی ہے اور تعقید معنوی علم بیان
کے ذریعہ اسی طرح احوال اور احوال کے مقتضیات علم معانی کے ذریعہ معلوم
کیے جاتے ہیں لہذا علم معانی کے طالب پر واجب ہے کہ وہ لغت، صرف، نحو،
معانی اور بیان کو پہچانے اور ساتھ ہی وہ شخص سلیم الذوق بھی ہو، کلام عرب
میں اس کی معلومات کثیر ہو۔

توضیح: کلام کو خوبصورت بنانے کے طریقے علم بدیع سے معلوم ہوتے ہیں۔
چوں کہ بہت سے علماء بلاغت کی تینوں قسموں کو علم بیان کے نام سے ہی موسوم
کرتے ہیں اس لیے اگر اس مقام پر علم بدیع کا ذکر نہیں آیا تو اس سے یہ نہیں
سمجھنا چاہیے کہ علم بدیع کی ضرورت نہیں ہے بلکہ علم معانی اور علم بیان کے ذکر
کے بعد صریح طور پر علم بدیع کے ذکر کرنے کو اختصار کی غرض سے ترک کر دیا گیا
ہے اس کے علاوہ علم بدیع کے تمام قواعد معانی اور بیان پر موقوف ہیں لہذا
موقوف علیہ کو بیان کر دیا اور موقوف کو غیر ضروری سمجھ کر حذف کر دیا۔

عِلْمُ الْمَعَانِي

هُوَ عِلْمٌ يُعْرِفُ بِهِ أَحْوَالَ اللَّفْظِ الْعَرَبِيِّ الَّتِي بِهَا
يُطَابِقُ مُقْتَضَى الْحَالِ فَتَخْتَلِفُ صُورُ الْكَلَامِ لِاخْتِلَافِ
الْأَحْوَالِ . مِثَالُ ذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى " وَ أَنَا لَا نُنْذِرُ أَشْرًا
أُرِيدُ بِمَنْ فِي الْأَرْضِ أَمْ أَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا " فَإِنَّ مَا
قَبْلَ " أَمْ " صُورَةٌ مِّنَ الْكَلَامِ تَخَالِفُ صُورَةَ مَا بَعْدَهَا

لِأَنَّ الْأَوَّلِيَّ فِيهَا فِعْلُ الْإِرَادَةِ مَبْنِيٌّ لِلْمَجْهُولِ وَ الثَّانِيَّةُ
فِيهَا فِعْلُ الْإِرَادَةِ مَبْنِيٌّ لِلْمَعْلُومِ وَ الْحَالُ الدَّاعِي لِذَلِكَ
نِسْبَةُ الْخَيْرِ إِلَيْهِ سُبْحَانَهُ فِي الثَّانِيَّةِ وَ مَنَعَ نِسْبَةُ الشَّرِّ
إِلَيْهِ فِي الْأَوَّلِيَّ وَ يَنْحَصِرُ الْكَلَامُ عَلَى هَذَا الْعِلْمِ فِي
ثَمَانِيَةِ أَبْوَابٍ وَ خَاتِمَةٍ.

علم معانی

ترجمہ: علم معانی وہ علم ہے جس کے ذریعہ لفظ عربی کے وہ احوال جانے اور
پہچانے جاتے ہیں جن کی وجہ سے لفظ کو مقتضائے حال کے مطابق کیا جاتا ہے
لہذا کلام کی تمام صورتیں احوال کے مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف ہوں گی۔
اس کی مثال: اللہ تعالیٰ کا فرمان ”وَ اَنَا لَا نَذْرِي اَشْرًا اُرِيدُ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ
اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا“ ہے ترجمہ آیت: اور ہم نہیں جانتے کہ زمین
والوں کو کوئی تکلیف پہنچانا مقصود ہے یا ان کے پروردگار نے انہیں ہدایت
دینے کا قصد کیا ہے۔ آیت کریمہ میں ”ام“ سے پہلے جو کلام کی صورت ہے وہ
”ام“ کے بعد کی صورت کی بالکل مخالف ہے اس لیے کہ پہلی صورت میں فعل
ارادہ (اُریدَ) فعل مجہول ہے اور دوسری صورت میں فعل ارادہ (اَرَادَ) فعل
معروف ہے اور وہ بات جو اس امر کے لیے داعی ہے وہ خیر کی نسبت اللہ سبحانہ کی
طرف کرنا ہے اور دوسری صورت میں شر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے کو
منع کرنا ہے پہلی صورت میں۔ اور اس علم معانی کی بحث آٹھ بابوں اور ایک
خاتمہ میں ختم ہے۔

الْبَابُ الْأَوَّلُ فِي الْخَبَرِ وَ الْإِنشَاءِ

كُلُّ كَلَامٍ فَهُوَ إمَّا خَبَرٌ أَوْ إِنْشَاءٌ وَ الْخَبَرُ مَا يَصِحُّ

أَنْ يُقَالَ لِقَائِهِ إِنَّهُ صَادِقٌ فِيهِ أَوْ كَاذِبٌ كَسَافِرٍ مُحَمَّدٌ
وَعَلَىٰ مُقِيمٌ

وَالْإِنْشَاءُ مَا لَا يَصِحُّ أَنْ يُقَالَ لِقَائِهِ ذَلِكَ كَسَافِرٍ يَا
مُحَمَّدُ وَاقِمْ يَا عَلِيُّ وَالْمُرَادُ بِصَدَقِ الْخَبَرِ مُطَابَقَتُهُ
لِلْوَاقِعِ وَبِكَذِبِهِ عَدَمُ مُطَابَقَتِهِ لَهُ فَجُمْلَةُ ”عَلَىٰ مُقِيمٌ“
إِنْ كَانَتْ النَّسْبَةُ الْمَفْهُومَةُ مِنْهَا مُطَابَقَةً لِمَا فِي
الْخَارِجِ فَصَدَقَ وَإِلَّا كَذَبَ . وَ لِكُلِّ جُمْلَةٍ رُكْنَانِ
مَحْكُومٌ عَلَيْهِ وَ مَحْكُومٌ بِهِ وَ يُسَمَّى الْأَوَّلُ مُسْنَدًا إِلَيْهِ
كَالْفَاعِلِ وَ نَائِبِهِ وَ الْمُبْتَدَأُ الَّذِي لَهُ خَبَرٌ وَ يُسَمَّى الثَّانِي
مُسْنَدًا كَالْفِعْلِ وَ الْمُبْتَدَأُ الْمُكْتَفَى بِمَرْفُوعِهِ .

پہلا باب خبر اور انشاء کے بیان میں

ترجمہ: ہر کلام خبر ہو گا یا انشاء اور خبر وہ کلام ہے جس کے کہنے والے کو یہ کہنا
صحیح ہو کہ وہ اس کلام میں سچا ہے یا جھوٹا ہے جیسے سَافِرٌ مُحَمَّدٌ نے سفر کیا
عَلَىٰ مُقِيمٌ علی مقیم ہے۔ ان مثالوں میں سافر کی اسناد محمد کی طرف اور مقیم کی
اسناد علی کی طرف کی گئی ہے۔

اور انشاء وہ کلام ہے کہ جس کے کہنے والے کے لیے یہ کہنا درست نہ ہو
کہ وہ ایسا ہے یعنی صادق ہے یا کاذب جیسے سَافِرٌ يَا مُحَمَّدُ! اے محمد تو سفر کر اور
اقِمْ يَا عَلِيُّ! اے علی تو قیام کر۔ اور صدق خبر سے مراد یہ ہے کہ وہ واقع کے
مطابق ہو اور کذب خبر سے مراد یہ ہے کہ وہ واقع کے مطابق نہ ہو۔ تو جملہ
”علی مقیم“ سے جو نسبت مفہوم ہوتی ہے اگر وہ خارج کے مطابق ہو تو صادق
ہے ورنہ کاذب۔ اور جملے کے دور کن ہوتے ہیں اول محکوم علیہ دوسرا محکوم بہ
ان میں سے اول جز کا نام مسند الیہ رکھا جاتا ہے جیسے جملہ میں فاعل، نائب

فاعل اور وہ مبتدا جس کی کوئی خبر ہو اور دوسرے جز کا نام مسند رکھا جاتا ہے جیسے جملہ میں فعل اور وہ مبتدا کہ جس میں اس کے مرفوع پر ہی اکتفاء کیا گیا ہے۔
توضیح: اِنَّ صادق الخ سے یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ نسبت اگر واقع کے مطابق ہو تو وہ صادق ہے ورنہ کاذب ہے اس لیے ”علیٰ مقیم“ میں پائی جانے والی نسبت اگر واقع کے مطابق ہے تو کلام صادق ہے ورنہ کاذب ہوگا۔
اسی طرح ”سَافِرُ مُحَمَّدَ“ میں متکلم نے محمد کے لیے سفر کے وقوع کی حکایت بیان کی ہے لہذا وہ نسبت جو کلام میں پائی گئی اگر خارج اور واقع دونوں میں مطابقت ہے تو صادق ہے اور اگر مطابقت نہیں ہے تو کاذب کہلائے گا یہ جمہور علماء بلاغت کا قول ہے اور یہی صحیح اور رطیح ہے۔ نظام معترلی کا قول یہ ہے کہ خبر اگر خبر دینے والے کے اعتقاد کے مطابق ہو تو وہ خبر صادق ہے خواہ مخبر کا خیال غلط ہو اور اگر اس کے اعتقاد کے مطابق نہ ہو تو خبر کاذب ہے مثلاً اگر زید سویا ہو لیکن متکلم کا خیال ہے کہ وہ بیٹھا ہے اور یہ سمجھ کر کہے زید جالس ہے تو نظام معترلی کے نزدیک یہ خبر صادق ہے لیکن جمہور کے نزدیک کاذب ہے اور جاحظ (نظام معترلی کا شاگرد) نے کہا ہے کہ اگر خبر واقع اور اعتقاد دونوں کے مطابق ہو تو وہ خبر صادق ہے اور اگر واقع کے خلاف ہو اور متکلم سمجھتا ہو کہ واقع کے خلاف ہے تو وہ خبر کاذب ہے اور ان دونوں کے سوا جو خبریں ہیں وہ نہ صادق ہیں نہ کاذب، ہیں مثلاً اگر کسی نے کہا زید شجاع اور سچ سچ زید شجاع ہے، لیکن اس کا خیال ہے کہ زید شجاع نہیں ہے تو یہ قول نہ صادق ہے نہ کاذب اسی سے اگر اس نے کہا کہ زید لیس شجاع اور اس کا یہ قول واقع کے خلاف ہے لیکن وہ سمجھتا ہے کہ زید سچ بہادر نہیں تو یہ قول کاذب نہیں ہے اس لیے اگرچہ واقع کے خلاف ہے لیکن اس کا اعتقاد ہے کہ واقع کے خلاف نہیں ہے الغرض جاحظ کے نزدیک جملہ خبریہ کی تین صورتیں ہیں صادق، کاذب اور تیسری صورت یہ ہے کہ نہ صادق ہو اور نہ کاذب۔

وَلِكُلِّ جُمْلَةٍ رَکَنَانِ اِخْتِکَامِ تَمَامِ جُمْلُوں کے لیے عام ہے خواہ جملہ خبریہ ہو یا انشائیہ اور المبتدا المکتفی بمرفوعہ سے وہ صفت کا صیغہ ملا ہے جو

حرف نفی یا حرف استفہام کے بعد واقع ہو اور اسم ظاہر کو رفع دے جیسے مَا قَائِمٌ
بِالزُّيْدَانِ اور اَقَائِمٌ بِالزُّيْدَانِ اور اس کو قسم ثانی مبتدا بھی کہتے ہیں۔

الْكَلَامُ عَلَى الْخَبَرِ

الْخَبَرُ إمَّا أَنْ يَكُونَ جُمْلَةً فِعْلِيَّةً أَوْ إِسْمِيَّةً فَلِأَوَّلَى
مَوْضُوعَةٌ لِإِفَادَةِ الْحُدُوثِ فِي زَمَنِ مَخْصُوصٍ مَعَ
الِاخْتِصَارِ . وَقَدْ تَفِيدُ الْإِسْتِمْرَارَ التَّجَدُّدِيَّ بِالْقَرَائِنِ
إِذَا كَانَ الْفِعْلُ مُضَارِعًا ، كَقَوْلِ طَرِيفٍ
أَوْ كَلَمًا وَرَدَتْ عُرَاظُ قَبِيلَةٍ
بَعَثُوا إِلَيَّ عَرِيفَهُمْ يَتَوَسَّمُ
وَالثَّانِيَّةُ مَوْضُوعَةٌ لِمُجَرَّدِ ثُبُوتِ الْمُسْنَدِ لِلْمُسْنَدِ
إِلَيْهِ نَحْوُ الشَّمْسُ مُضِيَّةٌ

جملہ خبریہ کی بحث

ترجمہ: جملہ خبریہ یا تو جملہ فعلیہ ہو گا یا جملہ اسمیہ۔ پھر پہلا (جملہ فعلیہ) اس
غرض سے وضع کیا گیا ہے کہ وہ مختصر طور پر خاص زمانے میں کسی چیز کے ظاہر
ہونے کا فائدہ دے اور کبھی استمرار تجدیدی کا فائدہ بھی دیتا ہے جب کہ فعل اس
جملہ میں مضارع ہو جیسا کہ طریف شاعر کا قول ہے او کلما وردت الخ کیا
جب جب بازار عکاظ میں کوئی قبیلہ عرب کا اترے گا تو اس قبیلے والے میرے
پاس اپنے کسی ایسے نمائندے کو بھیجیں گے جو اپنی فراست اور دور بینی سے
حقیقت کو سمجھ سکتا ہو یعنی مجھے پہچان سکتا ہو۔

توضیح: شعر میں يتوسم فعل مضارع استمرار تجدیدی کے لیے شاہد ہے یہاں

تجدد کے معنی ہیں کسی فعل کا بار بار ہونا۔ عریف سے مراد نمائندہ لیڈریتو سہم یہ تو سہم سے ماخوذ ہے اس کے معنی کی چیز کو فراست سے معلوم کر لینا، صورت دیکھ کر حقیقت سے واقف ہو جانا۔ قولہ مع الاختصار جیسے زید قائم امس یا زید قائم الآن وغیرہ سے احتراز کرنا مقصود ہے جو زمانے پر دلالت کرتے ہیں مگر ان میں اختصار نہیں ہے دوسرے لفظ کو الگ سے اضافہ کرنے سے زمانہ پر دلالت پائی جاتی ہے اس کے برخلاف فعل ہے کہ وہ تین زمانوں میں سے ایک زمانے پر اپنے صیغہ ہی سے دلالت کرتا ہے دوسرے لفظ کے اضافہ کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی ”و قد تفید الاستمرار التجددی“ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی فعل کا بار بار ہونا عکاظ بروزی غراب عرب میں طائف اور نخلہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے زمانہ جاہلیت میں اس مقام پر ایک میلہ لگتا تھا جہاں مختلف علاقوں کے اہل عرب آکر جمع ہوتے تھے اور پرانے بھگلوں کے فیصلے کرتے تھے اور شعر و شاعری کی مجلسیں گرم ہوتی تھیں۔ شعر کا خلاصہ یہ ہوا کہ لوگ اندازے سے مجھے معلوم کر لیتے ہیں کہ میں مرتبہ میں بلند ہوں اور مشکل مسائل کو حل کر سکتا ہوں۔

اور دوسرا (جملہ اسمیہ) محض اس لیے وضع کیا گیا ہے کہ مسند، مسندالیہ کے لیے ثابت ہو جیسے الشمس مضیئۃ آفتاب روشن ہے اور جملہ اسمیہ سیاق و سباق کی مناسبتوں یعنی قرائن سے استمرار ثبوتی کا بھی فائدہ دیتا ہے جب کہ جملہ کی خبر میں کوئی فعل نہ ہو جیسے العلم نافع علم نفع بخش ہے۔

تو صحیح الشمس مضیئۃ سورج روشن ہے، جملہ اسمیہ ہے اس کی تعریف یہ کی جاتی ہے کہ جملہ اسمیہ صرف اس لیے وضع کیا گیا ہے تاکہ بتائے کہ مسند، مسندالیہ کے لیے ثابت ہے، اس میں نہ تجدد پایا جاتا ہے اور نہ ہی حدوث کے معنی ہوتے ہیں جس طرح فعل میں حدوث کے معنی پائے جاتے ہیں۔

و قد تفید الاستمرار جملہ اسمیہ کبھی کبھی استمرار کا فائدہ دیتا ہے کہ کام شروع ہو گیا اور ابھی تک جاری ہے جب کہ اس کی خبر میں فعل نہ ہو، کیونکہ اگر فعل مذکور ہو گا تو چوں کہ فعل تجدد اور حدوث پر دلالت کرتا ہے اس لیے

جب تہجد اور حدوٹ پر دلالت کرے گا تو استمرار نہ پایا جائے گا۔
 حل کلمات: اَوْ كَلِمًا، اس جگہ ہمزہ کے بعد جو واؤ ہے اس کے بارے میں
 دو قول ہیں۔ جمہور کہتے ہیں کہ یہ واؤ عاطفہ ہے اور ہمزہ استفہام کے لیے ہے
 اور استفہام چوں کہ صدارت چاہتا ہے اس لیے ہمزہ کو مقدم کر دیا گیا۔ اور
 جار اللہ زخمی کہتے ہیں کہ اس طرح کے مواضع میں حرف استفہام کے بعد
 ایک جملہ مقدر ہوتا ہے اور اس کا عطف واؤ کے بعد والے جملے پر ہوتا ہے۔
 قرآن شریف میں بھی اس کی نظیریں ملتی ہیں۔ جیسے اَفْطَمْعُونِ الْآيَةَ اَوَّلًا
 يَعْلَمُونَ الْآيَةَ اِنَّكُمْ اِذَا مَاوَقِعَ اَمْتُمْ بِهٖ تَقْدِيرِی جملہ جو نکالیں گے اس کی
 ایک مثال ملاحظہ ہو مثلاً تَسْمَعُونَ اَخْبَارَهُمْ وَتَعْلَمُونَ اَحْوَالَهُمْ۔ کَلِمًا
 کلمہ شرط ہے، وردت۔ باب (ض) سے وارد ہونا، اترنا۔ عکاظ بروزن غزواب
 یہ نخلہ اور طائف کے درمیان ایک بازار کا نام ہے جہاں لیام جاہلیت میں ذی
 قعدہ کے مہینہ میں تقریباً بیس روز تک میلہ لگارتا تھا اور فخریہ اشعار پڑھے
 جاتے تھے۔ یہ غیر منصرف ہے علم اور تانیث معنوی کی وجہ سے، یہاں ترکیب میں
 وردت کا مفعول فیہ واقع ہو رہا ہے، قبیلہ، مفرد ہے اس کی جمع قبائل آتی ہے
 قبیلہ اور خاندان کے معنی میں۔ عَرِيف، عَرَفَ (ن) عِرَافَةٌ چودھری ہونا،
 سردار ہونا، عریف، صفت کا صیغہ ہے یَتَوَسَّمُ باب تَفَعَّل سے تازیانا، فراست
 سے سمجھ لینا، فراست سے پہچان لینا، اس شعر میں محل استشہار تو سہم ہے۔

وَالْأَضْلُ فِي الْخَبَرِ أَنْ يُلْقَى لِإِفَادَةِ الْمُخَاطَبِ الْحُكْمِ
 الَّذِي تَضَمَّنَهُ الْجُمْلَةُ كَمَا فِي قَوْلِنَا حَضَرَ الْأَمِيرُ أَوْ
 لِإِفَادَةِ أَنَّ الْمُتَكَلِّمَ عَالِمٌ بِهِ نَحْوُ أَنْتَ حَضَرْتَ أَمْسَ وَ
 يُسَمَّى الْحُكْمُ فَإِنَّدَةً الْخَبَرِ وَ كَوْنُ الْمُتَكَلِّمِ عَالِمًا بِهِ
 لَازِمُ الْفَائِدَةِ.

ترجمہ: جملہ خبریہ میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ کلام خبری دو غرضوں میں سے

کسی ایک کے لیے لایا جاتا ہے ایک غرض تو یہ ہے کہ اس کے ذریعہ مخاطب کو اس حکم سے باخبر کر دیا جائے جس پر وہ کلام متکمل ہے جیسے حضور الامیر میں (امیر حاضر ہوا) اور دوسری غرض یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سامع کو اس امر سے واقف کر دیا جائے کہ متکلم اس کلام کے حکم سے باخبر ہے جیسے انت حضرت امس (تو گزشتہ کل حاضر ہوا) پہلے کو یعنی اس حکم کو فائدہ خبر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے دوسرے کو لازم فائدہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔
تو صحیح یاد رکھئے کہ خبر دینے سے خبر کے دو مطلب ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ سامع کو ایک بات سے آگاہ کرتا ہے اور دوسرے یہ کہ اس سے اپنی واقف کاری ظاہر کرتا ہے مثلاً ”زید آیا“ دو غرض سے بولا جاتا ہے ایک تو یہ کہ سامع ناواقف کو زید کے آنے سے آگاہ کر دے اور دوسرے اس امر کا اظہار کہ زید کے آنے سے متکلم بھی شل سامع کے واقف ہے۔ غرض اول کو فائدہ خبر اور دوم کو لازم فائدہ خبر کہتے ہیں۔

وَقَدْ يَلْقَى الْخَبْرَ لِأَغْرَاضٍ أُخْرَى (۱) كَالِإِسْتِرْحَامِ
فِي قَوْلِ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ
خَيْرٍ فَقِيرٌ (۲) وَ أَظْهَرَ الضَّعْفَ فِي قَوْلِ زَكَرِيَّا عَلَيْهِ
السَّلَامُ رَبِّ إِنِّي وَهِنَ الْعَظْمِ مِنِّي وَ اشْتَغَلُ الرَّأْسُ شَيْبًا
(۳) وَ أَظْهَرَ التَّحَسُّرَ فِي قَوْلِ امْرَأَةِ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي
وَضَعْتُهَا أَنْثَى (۴) وَ أَظْهَرَ الْفَرَحَ بِمَقْبَلِ وَالْشَّمَاتَةِ
بِمُذَبَّرِ فِي قَوْلِكَ جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ (۵) وَ
أَظْهَرَ السُّرُورَ فِي قَوْلِكَ ”أَخَذْتُ جَائِزَةَ التَّقْدِمِ“ لِمَنْ
يَعْلَمُ ذَلِكَ (۶) وَ التَّوْبِيخَ فِي قَوْلِكَ لِلْعَاثِرِ ”الشَّمْسُ
طَالَعَةٌ“

ترجمہ: اور کبھی ان دونوں غرضوں کے علاوہ دوسرے اغراض کے لیے بھی

کلام خبری کا استعمال ہوتا ہے مگر یہ مجاز کے اعتبار سے ہے حقیقتاً نہیں جیسے (۱) استرحام یعنی شفقت اور مہربانی طلب کرنا جیسے قرآن شریف میں موسیٰ علیہ السلام کا کلام رَبِّ اِنِّیْ لَمَا اَنْزَلْتَ الْخَبْرَ اے میرے پروردگار! میں تیری نازل کردہ خبر کا محتاج ہوں (۲) کمزوری اور ناتوانی کا اظہار جیسے قرآن شریف میں حضرت زکریا کا کلام اے میرے پروردگار! میری ساری ہڈیاں کمزور ہو چکی ہیں اور میرے سر کے بال بھی سفید ہو چکے ہیں (۳) حسرت اور افسوس کا اظہار جیسے قرآن شریف میں امرأۃ عمران کا کلام - اے میرے پروردگار! میں تو اے بچی جنی (۴) کسی دوست کی آمد پر اظہار فرحت اور کسی دشمن کے جانے پر اظہار مسرت جیسے حق آگیا اور باطل جاتا رہا (۵) صرف اظہار خوشی کے لیے جیسے تم کہتے ہو کہ میں نے آگے بڑھنے (اولیت) کا انعام حاصل کیا اس شخص کو مخاطب کر کے جو تمہارے اس واقعے کو پہلے ہی سے جانتا ہو (۶) جھڑکنے اور ڈانٹنے کے لیے جیسے تم کسی غلطی کرنے والے سے کہتے ہو کہ ”آفتاب نکلا ہوا ہے“

أَضْرَبُ الْخَبَرَ

حَيْثُ كَانَ قَصْدُ الْمُنْخَبِرِ بِخَبَرِهِ إِفَادَةَ الْمُخَاطَبِ
يَنْبَغِي أَنْ يَقْتَصِرَ مِنَ الْكَلَامِ عَلَى قَدْرِ الْحَاجَةِ حَدَرًا مِنْ
الْلُغُو فَإِنْ كَانَ الْمُخَاطَبُ خَالِي الذَّهْنِ مِنَ الْحُكْمِ الْقَيِّ
إِلَيْهِ الْخَبَرُ مُجَرَّدًا عَنِ التَّأَكِيدِ نَحْوُ ”أَخَوَكَ قَادِمٌ“ وَإِنْ
كَانَ مُتَرَدِّدًا فِيهِ طَالِبًا لِمَعْرِفَتِهِ حَسَنَ تَوْكِيدِهِ نَحْوُ إِنْ
أَخَاكَ قَادِمٌ وَإِنْ كَانَ مُنْكَرًا وَجَبَ تَوْكِيدُهُ بِمَوْكِدٍ أَوْ
مَوْكِدَيْنِ أَوْ أَكْثَرَ حَسَبَ دَرَجَةِ الْإِنْكَارِ نَحْوُ إِنْ أَخَاكَ
قَادِمٌ أَوْ إِنَّهُ لَقَادِمٌ أَوْ وَاللَّهِ إِنَّهُ لَقَادِمٌ ، فَالْخَبَرُ بِالنِّسْبَةِ
لِخُلُوهُ مِنَ التَّوْكِيدِ وَاشْتِمَالِهِ عَلَيْهِ ثَلَاثَةٌ أَضْرَبُ كَمَا

رَأَيْتَ وَ يُسَمَّى الصَّرْبُ الْأَوَّلُ ابْتِدَائِيًّا وَ الثَّانِي طَلَبِيًّا وَ
 الثَّلَاثُ انْكَارِيًّا
 وَ يَكُونُ التَّوَكُّيدُ بَيِّنًا وَ أَنْ وَ لَامُ الْإِبْتِدَاءِ وَ أَحْرَفِ
 التَّنْبِيهِ وَ الْقَسَمِ وَ نُونِ التَّوَكُّيدِ وَ الْحُرُوفِ الزَّائِدَةِ وَ
 تَكْرِيرٍ وَ قَدْ وَ أَمَّا الشَّرْطِيَّةُ

اقسام خبر

ترجمہ: جہاں کہیں مخبر (متکلم) کا ارادہ اپنی خبر کے پیش کرنے سے افادہ
 مخاطب ہوتا ہے تو ضروری ہے کہ ایسے موقع پر کلام کی ترکیب میں ضروری
 الفاظ ہی پر اکتفاء کیا جائے۔ (یعنی بقدر ضرورت کلام پر بس کیا جائے مخاطب
 کی حاجت سے کلام کی ترکیب نہ زیادہ ہونہ کم) تاکہ کلام کو لغو ہونے سے بچایا
 جائے تو مخاطب کے تین حالات ہیں (۱) اگر مخاطب کا ذہن حکم سے خالی ہو تو
 اس کے سامنے جملہ خبریہ تاکید سے خالی پیش کیا جائے گا جیسے اخوك قادم (تیرا
 بھائی آیا ہوا ہے) (۲) اور اگر مخاطب حکم کے متعلق تردد اور شک میں ہو اور اس کی
 معرفت کا طالب اور شائق ہو تو ایسی حالت میں کلام کو مؤکد کرنا محسن ہو گا جیسے
 إِنَّ أَخَاكَ قَادِمٌ (بیشک تیرا بھائی آیا ہوا ہے) (۳) اگر مخاطب مکر حکم ہو تو
 درجات انکار کے مطابق کلام میں ایک تاکید یا دو تاکید یا اس سے زیادہ
 تاکیدوں کا لانا واجب ہو گا جیسے إِنَّ أَخَاكَ قَادِمٌ (بیشک تیرا بھائی قادم ہے)
 اس میں ایک تاکید ”إِنَّ“ کے ذریعہ ہے یا اِنَّهٗ لَقَادِمٌ (بیشک وہ ضرور آیا ہوا ہے)
 اس میں دو تاکیدیں ہیں ”إِنَّ“ اور ”لَام“ یا وَاللّٰهٖ اِنَّهٗ لَقَادِمٌ (بخدا بیشک وہ ضرور
 آیا ہوا ہے) اس میں تین تاکیدات ہیں ”وَاللّٰهٖ“، ”إِنَّ“ اور ”لَام“ یعنی إِنَّ اور
 لَام کے علاوہ قسم بھی ہے۔

تو جملہ خبریہ اس لحاظ سے کہ وہ تاکید سے بھی خالی ہوتا ہے اور کبھی تاکید پر
 مشتمل ہوتا ہے تین قسموں میں منقسم ہے جیسا کہ آپ کو ابھی معلوم ہوا۔ پہلی قسم کا

نام ابتدائی ہے (جس میں مخاطب کا ذہن حکم سے خالی ہوتا ہے) دوسری قسم کا نام طلبی رکھا جاتا ہے (جس میں مخاطب حکم کے متعلق متردد ہوتا ہے) اور تیسری قسم کو انکاری کہتے ہیں (جس میں مخاطب منکر حکم ہوتا ہے اور تاکید کے کلمات اِن، اُن، لام ابتداء، حروف تنبیہ، حروف قسم، تاکید کے دونوں نون (ثقیلہ اور خفیفہ)، حروف زائدہ (اِن، اُن، ما، لا، من، با، لام، تکرار لفظ، قد برائے تحقیق اور اما شرطیہ۔

الْكَلَامُ عَلَى الْإِنْشَاءِ

الْإِنْشَاءُ أَمَّا طَلَبِي أَوْ غَيْرُ طَلَبِي فَالطَّلَبِيُّ مَا يَسْتَدْعِي مَطْلُوبًا غَيْرَ حَاصِلٍ وَقْتَ الطَّلَبِ وَغَيْرُ الطَّلَبِيِّ مَا لَيْسَ كَذَلِكَ. الْأَوَّلُ يَكُونُ بِخَمْسَةِ أَشْيَاءَ (۱) الْأَمْرُ (۲) وَالنَّهْيُ (۳) وَالْإِسْتِفْهَامُ (۴) وَالتَّمَنِّي (۵) وَالنَّدَاءُ أَمَّا الْأَمْرُ فَهُوَ طَلَبُ الْفِعْلِ عَلَى وَجْهِ الْإِسْتِعْلَاءِ وَلَهُ أَرْبَعُ صِيَغٍ فِعْلُ الْأَمْرِ نَحْوُ خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ وَالْمَضَارِعُ الْمَقْرُونُ بِاللَّامِ نَحْوُ لِيَنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ وَاسْمُ فِعْلِ الْأَمْرِ نَحْوُ حَيٍّ عَلَى الْفَلَاحِ وَالْمَصْدَرُ النَّائِبُ عَنِ فِعْلِ الْأَمْرِ نَحْوُ سَعْيًا فِي الْخَيْرِ .

کلام انشائی کی بحث

کلام انشائی کی دو قسمیں ہیں (۱) طلبی (۲) اور غیر طلبی۔ طلبی وہ کلام ہے جو ایسے مطلوب کو چاہتا ہے جو طلب کے وقت حاصل نہ ہو اور غیر طلبی وہ کلام ہے جو کسی مطلوب کو نہیں چاہتا ہے اور پہلی قسم (کلام طلبی) پانچ چیزوں سے حاصل ہوتی ہے۔ (۱) امر (۲) نہی (۳) استفہام (۴) تمنی (۵) نداء۔

امر کے معنی ہیں فعل کو بطور استعلاء طلب کرنا (استعلاء کے معنی یہ ہیں کہ امر اپنے کو مخاطب کے مقابلہ میں عالی رتبہ سمجھے، خواہ وہ اصل میں عالی رتبہ ہو یا نہ ہو۔ امر کے لیے چار قسم کے صیغے ہیں۔

(۱) فعل امر جیسے خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ (کتاب مضبوطی سے پکڑ) (۲) وہ فعل جو لام سے متصل ہو جیسے لِيَنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ (صاحب مقدور اپنی مقدور کے مطابق خرچ کرے) (۳) اور اسم فعل جیسے حَتَّىٰ عَلَى الْفَلَاحِ (بھلائی کی طرف آ) (۴) اور وہ مصدر جو فعل امر کا قائم مقام ہو جیسے سَعِيَٰ فِی الْخَيْرِ (بھلائی کے کام میں کوشش کرو)

تو صحیح امر کے مذکورہ تمام صیغوں کی مزید مثالیں درج ذیل ہیں:

فعل امر کی مثال اَجِبْ لِغَيْرِكَ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ مَضَارِعَ مَقْرُون بِاللَام کی مثال فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ اسم فعل کی مثال عَلَيْكُمْ أَنْفُسُكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ أَنَّىٰ أَلْمَوْا أَنْفُسُكُمْ فعل امر کے قائم مقام مصدر کی مثال وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا يَهْ أَخْسِنُوا فعل امر کے قائم مقام ہے۔

وَقَدْ تَخْرُجُ صِغَةُ الْأَمْرِ عَنْ مَعْنَاهَا الْأَصْلِيَّ إِلَى مَعَانٍ أُخَرَ تُفْهَمُ مِنْ سِيَاقِ الْكَلَامِ وَقَرَأَيْنِ الْأُخُوَالَ
(۱) كَالِدُعَاءِ نَحْوِ أَوْزَعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ
(۲) وَالْإِلْتِمَاسِ كَقَوْلِكَ لِمَنْ يُسَاوِيكَ أُعْطِنِي
الْكِتَابَ

(۳) وَالتَّمَنَّى نَحْوَهُ

أَلَا أَيُّهَا اللَّيْلُ الطَّوِيلُ أَلَا انْجَلِي
بُصْبَحْ وَ مَا الْإِصْبَاحُ مِنْكَ بِأَمْثَلِ
(۴) وَ الْإِرْشَادِ نَحْوِ إِذَا تَدَايَنْتُمْ بَدِينِ إِلَى أَجَلٍ
مُسَمًّى فَاتَّكَبُوهُ وَ لِيَكْتُبْ بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ

(۵) وَ التَّهْدِيدِ نَحْوُ اَعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ

(۶) وَ التَّفْجِيزِ نَحْوُ

يَا لِبَكْرٍ اُنْشُرُوا لِي كَلِيْبًا

يَا لِبَكْرٍ اَيْنَ اَيْنَ الْفِرَارُ

(۷) وَ الْاِهَانَةِ نَحْوُ كُوْنُوا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا

(۸) وَ الْاِبَاحَةِ نَحْوُ كُلُّوْا وَ اشْرَبُوْا

(۹) وَ الْاِمْتِنَانِ نَحْوُ كُلُّوْا مِمَّا رَزَقَكُمْ اللّٰهُ

(۱۰) وَ التَّخْيِيْرِ نَحْوُ خُذْ هَذَا اَوْ ذَاكَ

(۱۱) وَ التَّسْوِيَةِ نَحْوُ اصْبِرُوْا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا

(۱۲) وَ الْاِكْرَامِ نَحْوُ اَدْخُلُوْهَا بِسَلَامٍ اٰمِيْنَ

اور کبھی کبھی امر کے مذکورہ صیغے اپنے اصلی معنی سے ہٹ کر ایسے دوسرے معنوں کی طرف نکل جاتے ہیں جو جملوں کے سیاق و سباق اور دیگر احوال کے قرینوں اور مناسبتوں سے سمجھے جاتے ہیں مثلاً امر کے صیغے اصلی معنی کو چھوڑ کر مندر چیزیں معنوں میں مستعمل ہوتے ہیں (۱) دعا کے معنی میں جیسے اے اللہ مجھے توفیق عطا کر کہ میں تیری نعمت کا شکر ادا کر سکوں (۲) التماس کے معنی میں جیسے تم اپنے برابر کے آدمی سے کہتے ہو کہ مجھے کتاب دیجئے (۳) تمنا کے معنی میں جیسے امراء القیس کے اس شعر الا ایہا الخ ترجمہ شعر: میں اے ہجر کی شب دراز! تو صبح بن کر روشن ہو جا (کاش کہ تیری درازی ختم ہو جائے اور تو صبح بن کر روشن ہو جائے) اور میں اس حقیقت سے واقف ہوں کہ صبح بھی تجھ سے کچھ بہتر نہیں ہے۔ شاعر شب فراق کی درازی سے تھک کر بیہوشی کے عالم میں رات (ایک غیر ذوی العقول شی) سے خطاب کر کے کہتا ہے کہ کاش تیری درازی ختم ہو جائے اور صبح نمودار ہو جائے پھر ہوش میں آتا ہے اور کہتا ہے اے رات صبح تجھ سے افضل اور بہتر نہیں ہے کیوں کہ پھر دن کو بھی انہی

مصائب شب (فراق یار) سے دوچار ہونا پڑے گا (لیل میں سمع و طاعت کی صلاحیت نہیں ہے اس لیے جب اسے مخاطب کیا گیا تو معلوم ہوا کہ معنی حقیقت پر محمول نہیں ہے بلکہ صیغہ امر سے یہاں پر مٹی مراد ہے مٹی ایک ایسے فعل محبوب کی طلب ہوتی ہے جس کی تحصیل پر مامور کو قدرت ہو نا ضروری نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مطلوب کبھی ممکن بعید الوقوع ہوتا ہے اور کبھی محال۔

نوٹ: یہاں انجیلی میں جو یا ہے وہ واحد مؤنث حاضر کی نہیں ہے بلکہ یہ یاہ اشباع ہے جو کسرہ کو کھینچ کر پڑھنے سے پیدا ہوتی ہے جس طرح فتح کھینچ کر پڑھنے سے الف پیدا ہوتا ہے مگر بوقت اشباع یاہ پڑھنے میں آئے گی لکھنے میں نہیں۔ لہذا کھڑے زیر سے اشباع کرے جیسے مذکورہ شعر میں انجل اور بآ مثل پڑھیں یہاں کتاب میں تسامح ہوا ہے ملاحظہ ہو (دسوتی)

(۴) ارشاد سرہنمائی کرنے کے معنی میں جیسے اللہ تعالیٰ کے اس قول اِذَا تَدَايَنْتُمْ الْآيَةَ میں جب تم آپس میں کسی وقت مقررہ تک ادھار کا کاروبار کرو تو اس کو لکھ لیا کرو۔ نیز کوئی لکھنے والا انصاف سے لکھ دے (تاکا سندہ جھگڑا نہ ہو) (۵) تہدید یعنی دھمکی دینے کے معنی میں جیسے جو تمہارا بی چاہے کرو (۶) تعجیز یعنی کسی کو عاجز کر دینے کے معنی میں جیسے شاعر کے اس شعر یا لبکو الخ میں ترجمہ شعر: اے قبیلہ بکر! میرے لیے کلب کو دوبارہ زندہ کر دو! اے بکر کے خاندان والو! تمہیں کہاں کہاں بھاگنا ہے (۷) اہانت یعنی ذلیل کرنے کے معنی میں جیسے تم پتھر ہو جاؤ یا لوہا (۸) اباحت یعنی اجازت دینے کے معنی میں جیسے کھلاؤ اور پو (۹) اتمان یعنی احسان جتانے کے معنی میں جیسے خدا کی عطا کردہ نعمتوں سے کھلاؤ (۱۰) تخمیر یعنی دو چیزوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کے معنی میں جیسے یہ لو! یا وہ (۱۱) تسویہ یعنی دو چیزوں میں برابری قائم کرنے کے معنی میں جیسے صبر کرو یا نہ کرو (۱۲) اکرام یعنی عزت کرنے کے معنی میں جیسے جلاؤ ان میں سلامتی سے بے کھٹکے۔

توضیح: امر کے غیر اصلی معنی مذکورہ کی مزید مثالیں درج ذیل ہیں:

سواع کے واسطے: رَبَّنَا اَمْنًا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ

اردو میں اقبال کا دعائیہ شعر ہے
یا رب دلی مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گمراہ دے جو روح کو تڑپا دے
اردو میں تہدید کی مثال۔

ل نہ مل، پاس میرے بیٹھ نہ بیٹھ، آکر نہ آ
جس نے بہکایا ہے تجھ کو اسی کے گھر جا
تعبیر کی مثال فَاتُوا بِسُورَةٍ مِّنْ مِّثْلِهِ

اباحت کی مثال سِرِّ اِلٰی دِلہی اُو اِلٰی بومبائی
اباحت کی مثال ذُقْ اِنَّا اَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ
تسویہ کی مثال وَ اَسِرُوا قَوْلُكُمْ اَوْ اَجْهَرُوا بِه
اردو میں ذوق کا شعر۔

اے شمع تیری عمر طبعی ہے ایک رات
رو کر گذار یا اے ہنس کر گذار دے

حل کلمات: اَنْشُرُوا صیغہ جمع مذکر بحث امر حاضر معروف نَشْرًا و نَشُورًا
پھیلانا، زندہ کرنا (ن) کلیل اسم قبیلہ ۱۱ فَوَارًا مصدر باب (ض) بھاگنا۔

وَاَمَّا النَّهْيُ فَهُوَ طَلَبُ الْكَفِّ عَنِ الْفِعْلِ عَلَى وَجْهِ
الِاسْتِعْلَاءِ وَ لَهُ صِيغَةٌ وَاحِدَةٌ وَ هِيَ الْمُضَارِعُ مَعَ لَا
النَّاهِيَةِ كَقَوْلِهِ تَعَالَى وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ
إِصْلَاحِهَا. وَقَدْ تُخْرَجُ صِيغَتُهُ عَنْ مَعْنَاهَا الْأَصْلِيُّ إِلَى
مَعَانٍ أُخَرَ تُفْهَمُ مِنَ الْمَقَامِ وَالسِّيَاقِ (۱) كَالدُّعَاءِ نَحْوُ
لَا تُشْمِتْ بِي الْأَعْدَاءَ (۲) وَ الْإِلْتِمَاسِ كَقَوْلِكَ لِمَنْ
يُسَاوِيكَ لَا تَبْرَحْ مِنْ مَكَانِكَ حَتَّى أَرْجِعَ إِلَيْكَ (۳) وَ
الْتِمْنَى نَحْوُ لَا تَطْلُعْ فِي قَوْلِهِ۔

يَا لَيْلُ طُلْ يَا نَوْمُ زُلْ
يَا صُبْحُ قِفْ لَا تَطْلُعْ
(۴) وَ التَّهْدِيدُ كَقَوْلِكَ لِخَادِمِكَ لَا تَطْعُ أَمْرِي

ترجمہ: اور نہی بطور استعلاء ترک فعل کو طلب کرنے کو کہتے ہیں (طلب فعل کو روکنا نہیں ہے) اور اس کے لیے ایک ہی صیغہ مخصوص ہے اور وہ لائے نہی کے ساتھ والا مضارع ہے جیسے وَلَا تَقْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا (فساد برپا نہ کرو زمین میں اس کی اصلاح کے بعد) اور کبھی نہی کا صیغہ اپنے حقیقی معنی سے نکل کر ایسے دوسرے معنوں میں مستعمل ہوتا ہے جو کلام کے موقع اور طرز بیان سے معلوم ہو جاتا ہے۔

(۱) دعاء کے معنی میں مثلاً (اے خدا) میری تکلیف پر بدشمنوں کو ہنسنے کا موقع مت دیجئے (۲) التماس کے معنی میں مثلاً تم اپنے برابر کے آدمی سے کہتے ہو کہ اپنی جگہ سے نہ ہٹنا جب تک میں تمہارے پاس لوٹ کر نہ آ جاؤں (۳) تمنی کے معنی میں مثلاً ”لا تطلع“ روشن نہ ہو۔

ترجمہ شعر: اور ات اور از ہو جا، او صبح رک جا، روشن نہ ہو

(۴) تہدید کے معنی میں مثلاً تم اپنے خادم سے کہتے ہو اچھا! میری بات نہ مان تو صبح: نہی کے حقیقی اور غیر حقیقی معنی کے سلسلے میں مذکورہ بالا مثالوں کے علاوہ اور بھی چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

نہی کے حقیقی معنی کی مثالیں: قَوْلُهُ تَعَالَى وَ لَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ، يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَ أَنْتُمْ حُرْمٌ
نہی کے غیر حقیقی معنی کی مثالیں: دعا کے معنی میں رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا، رَبَّنَا لَا تَزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا

تہدید کے معنی میں جیسے تم اپنے چھوٹے سے کہو لَا تَمْتَلِ أَمْرِي اچھا تو میرے حکم پر مت چل ارشاد کے معنی میں جیسے لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءٍ إِنْ تَبَدَّلْ لَكُمْ تَسْؤًا كُمْ

حلّ کلمات: لیل، رات (ج) لیل۔ کُلّ میضہ امر طولاً (ن) دراز ہونا، نوم، نیند، سونا (ن) قِف امر کا میضہ و قوفاً (ض) ٹھہرنا، رکنا۔ لا تطلع نمی کا میضہ طلوعاً (ن) طلوع ہونا، نمودار ہونا، ظاہر ہونا۔

وَأَمَّا الْإِسْتِفْهَامُ فَهُوَ طَلَبُ الْعِلْمِ بِشَيْءٍ وَادَوَاتُهُ الْهَمْزَةُ وَهَلْ وَمَا وَمَنْ وَمَتْنِي وَأَيَّانَ وَكَيْفَ وَأَيْنَ وَأَنْتِي وَكَمْ وَأَيٌّ. فَالْهَمْزَةُ لِطَلَبِ التَّصَوُّرِ وَالتَّصْدِيقِ وَالتَّصَوُّرُ هُوَ إِدْرَاكُ الْمَفْرُودِ كَقَوْلِكَ أَعْلَى مُسَافِرٍ أَمْ خَالِدٌ تَعْتَقِدُ أَنَّ السَّفَرَ حَصَلَ مِنْ أَحَدٍ هُمَا وَلَكِنْ تَطْلُبُ تَعْيِينَهُ وَلِذَا يُجَابُ بِالتَّعْيِينِ فَيُقَالُ عَلَيَّ مَثَلًا وَالتَّصْدِيقُ هُوَ إِدْرَاكُ النَّسْبَةِ نَحْوُ أَسَافَرَ عَلَيَّ تَسْتَفْهِمُ عَنْ حُصُولِ السَّفَرِ وَعَدَمِهِ وَلِذَا يُجَابُ بِنَعْمٍ أَوْ لَا.

ترجمہ: اور بہر حال استفہام کی چیز کے بارے میں حال دریافت کرنا۔ اور اس کے ادوات (حروف) ہمزہ، هل، ملہ، من، حتی، ایان، کیف، این، انٹی، کم، اور ای ہیں۔

تو ہمزہ استفہام تصور اور تصدیق دونوں کے طلب کے لیے آتا ہے۔ تصور۔ مفرد کے اور اک کا نام ہے جیسے تیرا قول اَعْلَى مُسَافِرٍ أَمْ خَالِدٌ کیا علی سفر پر گیا یا خالد، جبکہ سوال کرنے والا اعتقاد رکھتا ہے کہ دونوں میں سے کسی سے یہ سفر حاصل ہوا ہے (دونوں میں سے کوئی سفر پر گیا ہے) وَلَكِنْ تَطْلُبُ تَعْيِينَهُ لیکن سائل اس کی تعین چاہتا ہے، وَلِذَا يُجَابُ بِالتَّعْيِينِ اس لیے جواب تعین کے ساتھ دیا جائے گا۔ فَيُقَالُ عَلَيَّ مَثَلًا تو جواب میں مثال کے طور پر کہا جائے گا ”علی“ اور تصدیق۔ نسبت کے اور اک (جاننے) کا نام ہے جیسے کیا علی نے سفر کیا؟ اس سوال میں آپ سفر کے حصول اور عدم حصول کو دریافت کرتے ہیں اسی لیے ”نعم“ یا ”لا“ سے اس کا جواب دیا جائے گا۔

توضیح: ہمزہ یہ کبھی تصور کی طلب کے لیے آتا ہے اور کبھی تصدیق کی طلب کے لیے اور تصور مفرد کے جاننے کا نام ہے (یعنی جس میں نسبت نہیں ہوتی) مثلاً تم کہتے ہو کیا علی مسافر ہے یا خالد؟ حالانکہ تم یقینی طور پر جانتے ہو کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک مسافر ضرور ہے لیکن تمہارے سوال کا مقصد یہ ہے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کا مسافر ہونا متعین ہو جائے اسی لیے جب اس کا جواب دیا جاتا ہے تو متعین کر کے دیا جاتا ہے چنانچہ سوال مذکور کے جواب میں علی کہا جائے گا۔

تصدیق نسبت حکمیہ کے جاننے کو کہا جاتا ہے (یعنی اس سے دو شئی کے درمیان نسبت ثبوتی یا نسبت سلبی کا استفسار کیا جاتا ہے) جیسے کیا علی نے سفر کیا؟ گویا تم اس جملے سے یہ سوال کرتے ہو کہ آیا سفر علی سے حاصل ہوا یا نہیں؟ اس لیے اس سوال کے جواب میں ہاں یا نہیں بولا جاتا ہے۔

وَالْمَسْئُولُ عَنْهُ فِي التَّصَوُّرِ مَا يَلْنِي الْهَمْزَةُ وَيَكُونُ لَهُ مُعَادِلٌ يَذْكُرُ بَعْدَ أَمٍّ وَتُسَمَّى مُتَّصِلَةً فَتَقُولُ فِي الْإِسْتِفْهَامِ عَنِ الْمُسْتَدِّ إِلَيْهِ أَنْتَ فَعَلْتَ هَذَا أَمْ يَوْسُفُ وَعَنِ الْمُسْتَدِّ أَرَاغِبٌ أَنْتَ عَنِ الْأَمْرِ أَمْ رَاغِبٌ فِيهِ. وَعَنِ الْمَفْعُولِ، أَيَّائِي تَقْصِدُ أَمْ خَالِدًا وَعَنِ الْحَالِ "أَرَاكِبًا جَنَّتْ أَمْ مَا شِئًا" وَعَنِ الظَّرْفِ "أَيُّومَ الْخَمِيسِ قَدِمْتَ أَمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ. وَهَكَذَا قَدْ لَا يَذْكُرُ الْمُعَادِلُ نَحْوَ أَنْتَ فَعَلْتَ هَذَا. أَرَاغِبٌ أَنْتَ عَنِ الْأَمْرِ أَيَّائِي تَقْصِدُ، أَيُّومَ الْخَمِيسِ قَدِمْتَ. وَالْمَسْئُولُ عَنْهُ فِي التَّصَدِيقِ النَّسْبَةُ وَلَا يَكُونُ لَهَا مُعَادِلٌ فَإِنْ جَاءَتْ أَمْ بَعْدَهَا قَدِرَتْ مُنْقَطِعَةً وَتَكُونُ بِمَعْنَى بَلْ

ترجمہ: اور طلب تصور میں مسئول عنہ وہی چیز ہوگی جو ہمزہ سے قریب تر

ہوگی اس لیے ایک دوسری شے کی معادل بھی ہوگی جو ”ام“ کے بعد مذکور ہوگی۔ اور ام کو متصل کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ چنانچہ جب تمہیں مندرجہ کے متعلق پوچھا جاتا ہے تو اس طرح سے پوچھتے ہو ”کیا تم نے یہ کیا یا پو سف نے؟“ اسی طرح مسند کے متعلق پوچھتے ہو ”کیا تم فلاں کام میں رغبت رکھتے ہو یا نہیں؟“ پھر مفعول کے متعلق دریافت کرتے ہو ”کیا تم میرا؟“ قصد کرتے ہو یا خالد کا“ اور حال کے بارے میں پوچھتے ہو ”کیا تم سوار ہو کر آئے ہو یا پیادہ“ اور ظرف کے بارے میں پوچھتے ہو تو کہتے ہو ”کیا تم جمعات کو آئے ہو یا جمعہ کو“ علیٰ ہذا القیاس تمام معمولات کو سمجھ لو۔ اور کبھی شے معادل مذکور نہیں ہوتی۔ مثلاً کیا تم نے یہ کیا ہے؟ کیا تم اس کام میں رغبت نہیں رکھتے ہو؟ کیا تم میرا ہی قصد کرتے ہو؟ کیا تم سوار ہو کر آئے؟ کیا تم جمعات کو آئے؟۔ اور طلب تصدیق میں سؤل عنہ (یعنی قابل دریافت چیز) نسبت حکمیہ ہے اور اس کے لیے کوئی معادل چیز نہیں ہوتی تاہم اگر ”ام“ اس کے بعد آجائے اس وقت یہ کلمہ ”ام“ منقطع کہلائے گا اور اس کے معنی ”بل“ کے ہوں گے۔

(۲) وَهَلْ لِّطَلْبِ التَّصْدِيقِ فَقَطْ نَحْوُ هَلْ جَاءَ صَدِيقُكَ
وَالْجَوَابُ نَعَمْ أَوْ لَا وَلِذَا يَمْتَنِعُ مَعَهَا ذِكْرُ الْمُعَادِلِ فَلَا
يُقَالُ هَلْ جَاءَ صَدِيقُكَ أَمْ عَدُوُّكَ وَهَلْ تُسَمِّي بِسَيِّطَةٍ
إِنْ اسْتَفْهَمَ بِهَا عَنْ وُجُودِ شَيْءٍ فِي نَفْسِهِ نَحْوُ هَلْ
الْعَنْقَاءُ مَوْجُودَةٌ وَمُرْغَبَةٌ إِنْ اسْتَفْهَمَ بِهَا عَنْ وُجُودِ
شَيْءٍ لِّشَيْءٍ نَحْوُ هَلْ تَبْيِضُ الْعَنْقَاءُ أَوْ تَفْرُخُ.

(۳) وَمَا يُطْلَبُ بِهَا شَرْحُ الْإِسْمِ نَحْوُ مَا الْعَسَجْدُ
أَوِ اللَّجِينُ أَوْ حَقِيقَةُ الْمُسَمَّى نَحْوُ مَا الْإِنْسَانُ أَوْ حَالُ
الْمَذْكُورِ مَعَهَا كَقَوْلِكَ لِقَادِمٍ عَلَيْكَ مَا أَنْتَ.

(۴) وَمَنْ يُطْلَبُ بِهَا تَعْيِينُ الْعُقْلَاءِ كَقَوْلِكَ مَنْ فَتَحَ مِضْرًا.

(۵) وَمَتَى يُطْلَبُ بِهَا تَعْيِينُ الزَّمَانِ مَا ضِيًّا كَانَ
أَوْ مُسْتَقْبَلًا نَحْوُ مَتَى جِئْتُ وَمَتَى تَذْهَبُ.

(۶) وَأَيَّانَ يُطْلَبُ بِهَا تَعْيِينُ الزَّمَانِ الْمُسْتَقْبَلِ خَاصَّةً
وَتَكُونُ فِي مَوْضِعِ التَّهْوِيلِ كَقَوْلِهِ تَعَالَى (يَسْأَلُ أَيَّانَ
يَوْمَ الْقِيَمَةِ)

(۷) وَكَيْفَ يُطْلَبُ بِهَا تَعْيِينُ الْحَالِ نَحْوُ كَيْفَ أَنْتَ.

(۸) وَأَيْنَ يُطْلَبُ بِهَا تَعْيِينُ الْمَكَانِ نَحْوُ أَيْنَ تَذْهَبُ.

(۹) وَأَنَّى تَكُونُ بِمَعْنَى كَيْفَ نَحْوُ (أَنَّى يُخَيِّئُ هَذِهِ اللَّهُ
بَعْدَ مَوْتِهَا).

— وَبِمَعْنَى مِنْ أَيْنَ نَحْوُ (يَا مَرْيَمُ أَنْتِ لَكَ هَذَا)

وَبِمَعْنَى مَتَى نَحْوُ (زُرْ أُنِّي شَيْتَ)

(۱۰) وَكَمْ يُطْلَبُ بِهَا تَعْيِينُ عَدَدٍ مِنْهُمْ نَحْوُ (كَمْ لَبِثْتُمْ)

(۱۱) وَأَيُّ يُطْلَبُ بِهَا تَمْيِيزُ أَحَدِ الْمُتَشَارِكِينَ فِي أَمْرٍ

يَعْمُهُمَا نَحْوُ (أَيُّ الْفَرِيقَيْنِ خَيْرٌ مَقَامًا) وَيُسْتَلَبُ بِهَا عَنِ

الزَّمَانِ وَالْمَكَانِ وَالْحَالِ وَالْعَدَدِ وَالْعَاقِلِ وَغَيْرِهِ

حَسَبَ مَا تُضَافُ إِلَيْهِ.

(۲) اور ”هل“ صرف تصدیق کی طلب کے لیے آتا ہے جیسے هل جاء

صديقك ”کیا تیرا دوست آیا؟“ اس کا جواب نعم یا لاے ہو گا اسی وجہ سے هل

کے ساتھ معادل کا ذکر ممنوع ہے چنانچہ هل جاء صديقك أم عدوك کہنا

درست نہ ہو گا اور هل بسیط کے نام سے پکارا جاتا ہے اگر اس کے ذریعہ صرف

کسی شئی کے وجود کے متعلق سوال کیا جائے جیسے هل العنقاء موجودة (کیا

عنقاء موجود ہے) اور هل مرکب کے نام سے اس وقت پکارا جاتا ہے جبکہ اس

کے ذریعہ وجود کسی شئی کے متعلق دریافت کیا جائے جیسے هل تبيض العنقاء

اَوْ تَفْرُخُ (کیا عطاء ادا دیتی ہے یا بچہ دیتی ہے؟)

(۳) اور ”ما“ اس کے ذریعہ نام کی شرح دریافت کی جاتی ہے جیسے مَا الْعَبْدُ جَدُّ؟ اَوِ اللَّجَيْنِ؟ تو اس کا جواب مشہور نقطہ سے دیا جاتا ہے مثلاً سوتا۔ چاندی سے بالترتیب۔ یا اس کے ذریعہ حقیقت معلوم کی کو دریافت کرتے ہیں جیسے مَا الْاِنْسَانُ حَقِيقَتُهُ اِنْسَانٌ کیا ہے؟ چنانچہ اس کے جواب میں حیوان ناطق کہا جاتا ہے یا اس کے ذریعہ اس کے ساتھ جو شئی مذکور ہوتی ہے اس کی صفت دریافت کی جائے جیسے تو کسی آنے والے سے یہ کہے مانتے؟ یعنی تو اپنا جال بتا عالم ہے یا جال؟ چنانچہ اس کا جواب تعین وصف کے ساتھ دیا جائے گا مثلاً هُوَ عَالِمٌ۔ (۴) اور مَنْ اس کے ذریعہ اکثر ذوی العقول کی تعین باعتبار اشخاص مطلوب ہوتی ہے جیسے تو یہ کہے مَنْ فَتَحَ مِصْرَ تُوْجُوْب دیا جائے گا تعین شخص کے ساتھ جیسے عمر و اور کبھی ذوی العقول کی تعین باعتبار اجناس مطلوب ہوتی ہے جیسے کوئی کہے مَنْ جَبْرِیْلٌ یعنی جبریل کون ہے انسان ہے یا فرشتہ یا جن؟ تو جواب میں کہا جائے مَلَكٌ تعین جنس کے ساتھ۔

(۵) اور ”مَتٰی“ اس کے ذریعہ صرف زمانہ کی تعین مطلوب ہوتی ہے خواہ وہ ماضی مستقبل جیسے مَتٰی جَنَّتْ تَوَكَّب آیا؟ اور مَتٰی تَذَهَّبْ تَوَكَّب جائے گا؟ اول کے جواب میں کہا جائے گا صَبَاحًا مثلاً اور ثانی کے جواب میں کہا جائے گا۔ بَعْدَ شَهْرٍ مثلاً۔

(۶) اور ”اَیَّانَ“ اس کے ذریعہ خاص طور پر زمانہ مستقبل کی تعین مطلوب ہوتی ہے اور کسی ہولناک اور عظیم الشان موقعہ پر استعمال ہوتا ہے جیسے قَوْلُهُ تَعَالٰی یَسْأَلُ اَیَّانَ یَوْمَ الْقِیَمَةِ (سوال کرتا ہے قیامت کیب ہوگی)؟

(۷) اور ”کَیْفَ“ اس کے ذریعہ حالت کی تعین مطلوب ہوتی ہے جیسے کَیْفَ اَنْتَ؟ تیری حالت کیسی ہے؟

(۸) اور ”اَیْنَ“ اس کے ذریعہ مکان کی تعین مطلوب ہوتی ہے جیسے اَیْنَ تَذَهَّبْ تو کہاں جائے گا؟

(۹) اور ”اَنِّی“ اس کا استعمال تمہیں مہنوں میں ہوتا ہے کبھی کَیْفَ کے معنی میں

ہوتا ہے جیسے اَنّی یُحْیِیْ ہٰذَہُ اللّٰہُ بَعْدَ مَوْتِہَا۔ (کیسے زندہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس کے مرجانے کے بعد) اور کبھی مِنْ اَیْنِ کے معنی میں جیسے یَا مَرْیَمُ اَنّی لَکِ ہٰذَا (اے مریم کہاں سے تجھے یہ بے موسم پھل ملا؟) اور کبھی ”متی“ کے معنی میں جیسے ذُرّائِیْ شِئْتِ جب تیرا جی چاہے ملاقات کر۔

(۱۰) اور ”کَم“ اس کے ذریعہ عدد مبہم کی تعین مطلوب ہوتی ہے جیسے کَم لَیْسْتُمْ۔ کس قدر تم ٹھہرے یعنی کتنے دن یا کتنے سال یا کئی گھنٹے تم ٹھہرے؟

(۱۱) اور ”اَیْ“ اس کے ذریعہ ایسی دویا کئی چیزوں میں سے ایک کی تیز مطلوب ہوتی ہے جو کسی امر میں باہم شریک ہوں، جیسے اَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ خَیْرٌ مَّقَامًا۔ (دونوں فریق میں سے مقام اور مرتبہ کے اعتبار سے کون بہتر ہے؟) اور اَیُّ کے ذریعہ زمان، مکان، حال، عدد، اور عاقل اور غیر عاقل میں سے حسب اضافت سب کے متعلق سوال کیا جاتا ہے۔ تو جس وقت امور مذکورہ میں سے کسی ایک کی طرف کلمہ اَیُّ مضاف ہوگا اس وقت وہی امر متین ہوگا۔

وَقَدْ تُخْرَجُ اَلْفَاظُ الْاِسْتِفْہَامِ عَنْ مَعْنَاہَا الْاَصْلَیْ
لِمَعَانٍ اُخْرٰی تَفْہِمُ مِنْ سِیَاقِ الْکَلَامِ۔
(۱) کَالْتَسْوِیَةِ نَحْوُ (سَوَاءٌ عَلَیْہِمُ اَنْ نَّذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ
تُنْذِرْہُمْ)

(۲) وَالنَّفٰی هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۔
(۳) وَالْاَمْرُ نَحْوُ (فَہَلْ اَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ۔ وَنَحْوًا اَسَلَمْتُمْ
بِمَعْنٰی اَنْتَہُوْا وَاَسَلِمُوْا)

(۴) وَالْاِنْکَارِ نَحْوُ (اَغَیْرَ اللّٰہِ تَدْعُوْنَ۔ اَلِیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہُ)
(۵) وَالنَّہٰی نَحْوُ (اَتَخْشَوْنَہُمْ فَاَللّٰہُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْہُ)

(۶) وَالتَّشْوِیْقِ نَحْوُ (هَلْ اَدْلُکُمْ عَلٰی تِجَارَةٍ تُنْجِیْکُمْ
مِنْ عَذَابِ الْاَلِیْمِ)

(۷) وَالْتَّعْظِيمِ نَحْوُ (مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ)

(۸) وَالتَّخْفِيرِ نَحْوُ أَهَذَا الَّذِي مَدَحَتْهُ كَثِيرًا

(۹) وَالتَّهْكُمِ (أَعْقَلُكَ يُسَوِّغُ لَكَ أَنْ تَفْعَلَ كَذَا)

(۱۰) وَالتَّعَجُّبِ نَحْوُ (مَا لِهَذَا الرَّسُولِ يَا كُلَّ الطَّعَامِ

وَيَمْنَشِي فِي الْأَسْوَاقِ)

(۱۱) وَالتَّنْبِيهِ عَلَى الضَّلَالِ نَحْوُ (فَإِنَّ تَذَهَبُونَ)

(۱۲) وَالْوَعِيدِ نَحْوُ (أَتَفْعَلُ كَذَا وَقَدْ أَحْسَنْتُ إِلَيْكَ)

ترجمہ: اور حروف استفہام کبھی اپنے حقیقی معنوں سے نکل کر ایسے دوسرے معنوں میں استعمال کئے جاتے ہیں جو اسلوب بیان سے خود معلوم ہو جایا کرتے ہیں مثلاً (۱) تسویہ کے معنی میں مثال مذکور فی المتن، ترجمہ - ان کے لیے برابر ہے کہ آپ انہیں عذاب الہی سے ڈرائیں یا نہ ڈرائیں۔ (۲) نفی کے معنی مثال مذکور فی المتن ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ احسان کا معاوضہ احسان کے سوا کچھ نہیں (۳) انکار کے معنی میں مثال مذکور ہے ترجمہ یہ ہے کہ کیا تم اللہ کے غیر کی پرستش کرو گے؟ یعنی ایسا نہ کرو بلکہ اللہ ہی کی عبادت کرو۔ یہاں غیر کی عبادت کا انکار کیا گیا اسی طرح انکار کی دوسری مثال میں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے کافی نہیں ہے؟ لیس کلمہ نفی کا انکار کیا گیا اور حقیقت یہ ہے کہ نفی کی نفی اثبات ہو جاتی ہے مطلب یہ ہوا کہ اللہ سبحانہ کافی ہے۔ (۴) امر کے معنی میں مثلاً مثال مذکور فی المتن - کیا تم باز آنے والے ہو؟ کیا تم اسلام لے آئے ہو؟ اس کے یہ معنی ہوئے کہ تم باز آؤ اور اسلام لے آؤ۔ (۵) نہی کے معنی میں مثلاً اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔

ترجمہ: کیا تم ان لوگوں سے ڈرتے ہو حالانکہ اللہ سب سے زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ تم ان لوگوں سے نہ ڈرو۔ (۶) مخاطب کو رغبت اور شوق دلانے کے معنی میں مثلاً کیا تم لوگوں کو ایسا کاروبار

بتلاؤں جو تمہیں ایک دردناک عذاب سے رہا کرے؟ (۷) تعظیم کے معنی میں مثلاً اللہ تعالیٰ کا قول ہے کون ہے ایسا جو خدائے بزرگ و برتر کے سامنے کسی کی سفارش اس کی اجازت کے بغیر کرے (۸) تحقیر کے معنی میں مثلاً تم کہتے ہو کہ کیا یہ وہی صاحب ہیں جس کی تم نے اتنی تعریف کی؟ (۹) تہکم (مذاق اڑانا، اطلاق الشیء وارید ضدہ یعنی ایک شیء بول کر اس کی ضد مراد لینا جیسے بَشْرٌ بول کر اَنْذِرُ مراد لینا) کے معنی میں مثلاً تم کہتے ہو کہ کیا تمہاری عقل اجازت دیتی ہے کہ تم اسی قسم کا کام کرو (۱۰) تعجب کے معنی میں۔ مثلاً قرآن شریف میں ہے۔ ترجمہ: اس رسول کو کیا ہو گیا ہے جو عام لوگوں کی طرح کھانا پیتا ہے اور بازار میں چلتا پھرتا ہے (۱۱) گمراہی پر تنبیہ کرنے کے معنی میں مثلاً تم لوگ کہاں جا رہے ہو؟ (۱۲) وعید (دھمکی) کے معنی میں مثلاً تم کہتے ہو کہ کیا تم یہ کام کرو گے؟ حالانکہ میں نے تمہارے ساتھ بہتر سلوک کیا ہے۔

توضیح: کم نمی مثال اردو زبان میں ذوق کا یہ شعر۔

آدمیت اور شیء ہے علم ہے کچھ اور چیز
کتنا طوطے کو پڑھایا پردہ حیوان ہی رہا
این: (کہاں اور کدھر) کی مثال۔

صنم کہتے ہیں تیرے بھی کر ہے
کہاں ہے کس طرح ہے کدھر ہے

(وَأَمَّا التَّمَنَّى) فَهُوَ طَلَبُ شَيْءٍ مَّحْبُوبٍ لَا يُرْجَى
حُصُولُهُ لِكُونِهِ مُسْتَحِيلًا. أَوْ بَعِيدَ الْوُقُوعِ كَقَوْلِهِ
أَلَا لَيْتَ الشَّبَابَ يَعُودُ يَوْمًا
فَأُخْبِرَهُ بِمَا فَعَلَ الْمَشِيبُ
وَقَوْلِ الْمَغْسِرِ لَيْتَ لِي أَلْفَ دِينَارٍ.

وَإِذَا كَانَ الْأَمْرُ مُتَوَقَّعَ الْحُصُولِ فَإِنَّ تَرْقِيَهُ يُسَمَّى
تَرْجِيًا وَيَعْبَرُ عَنْهُ بِعَسَى أَوْ لَعَلَّ نَحْوُ (لَعَلَّ اللَّهَ يُخْدِتُ

بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا
وَلِلْتَمَنَّى أَرْبَعُ آدَوَاتٍ وَاحِدَةٌ أَصْلِيَّةٌ وَهِيَ لَيْتٌ وَثَلَاثَةٌ
غَيْرُ أَصْلِيَّةٍ وَهِيَ هَلْ نَحْوُ (فَهَلْ لَنَا مِنْ شُفْعَاءَ
فَيُشَفِّعُونَا)

وَلَوْ نَحْوُ (فَلَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُونُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ)
وَلَعَلَّ نَحْوُ قَوْلِهِ.

أَسْرَبَ الْقَطَا هَلْ مِنْ يُعِيرُ جَنَاحَهُ
لَعَلَّنِي إِلَى مَنْ قَدْ هَوَيْتُ أَطِيرُ
وَلَا سَتِغْمَالُ هَذِهِ الْأَدَوَاتِ فِي التَّمَنَّى يُنْصَبُ
الْمُضَارِعُ الْوَاقِعُ فِي جَوَابِهَا.

ترجمہ: تمنی، یہی ایسی محبوب چیز کے طلب کرنے کو کہتے ہیں جس کے حصول کی امید دو وجہوں سے نہ کی جاتی ہو۔ ایک وجہ یہ ہے کہ اس کا حصول محال ہو اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کا وقوع خارج میں بعید ہو۔ پہلے کی مثال میں شعر مذکور ہے ترجمہ اس کا یہ ہے۔ اے کاش میری جوانی کسی روز لوٹ آتی تو میں اسے ان تمام جان گداز واقعات سے مطلع کرتا جو بڑھاپے نے میرے ساتھ بہتے ہیں۔ دوسرے کی مثال میں تنگ دست کا قول ہے ”کاش! میرے پاس ہزار دینار ہوتے“ اور جب کبھی شیء مطلوب کا حصول متوقع ہوتا ہے تو اس شیء کا انتظار ترجی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور اس وقت شیء مطلوب کو ایسے کلمات سے ظاہر کیا جاتا ہے جو ترجی پر دلالت کرتے ہیں جیسے عسی یا لعل مثلاً عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاتِيَنِ بِالْفَتْحِ (توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ کامیابی نصیب کرے) لَعَلَّ اللّٰهُ يُخْدِثُ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا (توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی صورت پیدا کر دے)۔

اور تمنا کے لیے چار حروف مستعمل ہوتے ہیں ایک اصلی ہے اور وہ ”لیت“

ہے اور تین غیر اصلی ہیں ان میں سے ایک بل ہے جیسے فُهِلْ لَنَا مِنْ شُفْعَاءَ
فَيَشْفَعُوا لَنَا (اے کاش! ہمارے لیے سفارش کرنے والے ہوتے کہ وہ ہماری
سفارش کرتے) دوسرا حرف لو ہے جیسے فَلَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُونُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ
(کاش کہ ہمیں دنیا میں دوبارہ آنا نصیب ہوتا تو ہم ایمانداروں میں سے ہوتے۔
اور تیسرا حرف لَعَلَّ ہے۔ جیسے شاعر کے شعر میں ترجمہ شعر یہ ہے۔ اے قطا کے
جھنڈ! کیا کوئی ایسا ہے جو اس کا پر بطور عاریت دیدے۔ توقع ہے کہ میں اس
شخص کے پاس جس سے میں محبت رکھتا ہوں اس کے ذریعہ اڑ کر چلا جاؤں۔
اور ان حرفوں کا استعمال تمنی میں ہونے کی وجہ سے وہ فعل مضارع جو
ان کے جواب میں واقع ہوتا ہے منصوب ہوتا ہے۔

توضیح: کلمہ لیت تمنی کے لیے حقیقتاً مستعمل ہے اور باقی تینوں تمنی کے معنی میں
مجازاً مستعمل ہیں۔ کیونکہ بل استفہام کے لیے موضوع ہے اور لعل ترجی اور
توقع کے لیے اسی طرح عسی ترجی کے لیے موضوع ہے۔

تمنی اور ترجی میں فرق یہ ہے کہ تمنی کا استعمال ممکنات اور ممتنعات
دونوں قسموں میں ہوتا ہے اور ترجی کا استعمال صرف ممکنات میں ہوتا ہے۔

حَلَّ کلمات: شِباب (ض) جوان ہونا۔ يَغُوذُ صيغہ مضارع عَوْدًا (ن) لوٹنا،
أَخْبِرَ مضارع واحد متکلم منصوب بَأْنْ مقدّمہ جواب لیت کی وجہ سے۔ مَشَيْبُ،
مصدر می، شَيْبُ (ض) بالوں کا سفید ہونا بوڑھا ہونا۔ سَرَبَ جھنڈ، رِیُوْزُ،
جماعت (ج) اَسْرَابُ اور قَطَا: ایک قسم کا پرندہ جو کبوتر کے مشابہ ہے۔ يُعْيِزُ
صیغہ مضارع از باب افعال عاریت پر دینا۔ جَنَاحَ بازو (ج) أَجْنَحَةُ، هَوَيْتُ
صیغہ واحد متکلم بحث اثبات فعل ماضی معروف ہوئی خواہش کرنا، محبت کرنا، (س)
أَطِيرُ واحد متکلم مضارع طَيْرَانِ اِثْنَا (ض) طَيْرَانِ کو طَيْرَانِ پڑھنا غلط ہے۔

فائدہ: وہ فعلان مصدر کا وزن جس میں حرکت کے معنی پائے جاتے ہیں اس
کا عین کلمہ مفتوح ہوتا ہے جیسے جَرَبَانُ، سِيلَانُ، جَوْلَانُ۔

(وَأَمَّا النَّدَاءُ) فَهُوَ طَلَبُ الْإِقْبَالِ بِحَرْفِ نَائِبٍ

مَنَابٍ اَدْعُوْ. وَاَدَوَاتُهُ ثَمَانِيَّةٌ (يَا وَالْهَمْزَةُ وَاِىْ وَاِىْ
وَاَوَايِلَ وَهِيَ وَاِ) فَالْهَمْزَةُ وَاِىْ لِلْقَرِيْبِ وَغَيْرُهُمَا
لِلْبَعِيْدِ. وَقَدْ يُنْزَلُ الْبَعِيْدُ مَنْزِلَةَ الْقَرِيْبِ فَيَنَادِىْ بِالْهَمْزَةِ
وَاِىْ اِشَارَةً اِلَى اَنَّهُ لَشِدَّةٌ اسْتَحْضَارِهِ فِى ذَهْنِ الْمُتَكَلِّمِ
صَارَ كَالْحَاضِرِ مَعَهُ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ

اَسْكَانَ نَعْمَانَ الْاَرَكَ تَيَقَّنُوا
بَانَكُمْ فِى رَبْعِ قَلْبِى سُكَانَ

وَقَدْ يُنْزَلُ الْقَرِيْبُ مَنْزِلَةَ الْبَعِيْدِ فَيَنَادِىْ بِاَحَدِ
الْحُرُوْفِ الْمَوْضُوْعَةِ لَهُ اِشَارَةً اِلَى اَنَّ الْمُنَادِىْ عَظِيْمُ
الشَّانِ رَفِيعُ الْمَرْتَبَةِ حَتَّى كَانَ يُعَدُّ دَرَجَتِهِ فِى الْعَظَمِ عَنْ
دَرَجَةِ الْمُتَكَلِّمِ بُعْدًا فِى الْمَسَافَةِ كَقَوْلِكَ اَيَا مَوْلَاىِ
وَاَنْتَ مَعَهُ اَوْ اِشَارَةً اِلَى اَنَّ السَّامِعَ غَافِلٌ لِنُحُوْرِهِ
اَوْ ذَهْوِلْ كَانَتْ غَيْرُ حَاضِرٍ فِى الْمَجْلِسِ كَقَوْلِكَ
لِلسَّاهِىْ اَيَا فُلَانٍ.

ترجمہ: انشاء کے اقسام طلبی میں سے ایک قسم ندا ہے۔ یہ طلب کرنا ہے اقبال
(مخاطب کی توجہ) کو ایسے حرف سے جو اَدْعُو (میں پکارتا ہوں) کے قائم مقام
ہو۔ ندا کے آٹھ حروف ہیں یا، ہمزہ، ای، آ، آئی، ایا، ہیا، وا، ان حروف میں
ہمزہ اور ای قریب کے لیے مخصوص ہیں۔ ان کے علاوہ باقی تمام حروف بعید
کے لیے آتے ہیں۔ اور کبھی منادی بعید کو قریب کے درجہ میں لے جاتے
ہیں اس وقت اسے ہمزہ اور ای سے پکارتے ہیں جو قریب کے لیے وضع کئے
گئے ہیں اور اس سے مقصود اس امر کی طرف اشارہ کرنا ہوتا ہے کہ منادی بعید
متکلم کے ذہن میں اس قدر گھر کر گیا ہے کہ وہ بعد کے باوجود ایسا ہو گیا ہے
جیسے متکلم کے پاس موجود ہو مثلاً ابن ماجہ اندلسی کے شعر مذکور میں جس کا

ترجمہ یہ ہے: اے نعمان اراک کے رہنے والو! یقین رکھو کہ تم نعمان اراک میں نہیں ہو۔ اگرچہ بظاہر تم اسی میں ہو حقیقت میں تم میرے دل کی گہرائی میں ہو یعنی تمہاری جگہ اصل میں میرا دل ہے نعمان اراک نہیں۔

اور کبھی منادی قریب کو بعید کی جگہ پر رکھ دیتے ہیں اور اس سے ان حروف میں سے کسی ایک کے ذریعہ پکارتے ہیں جو بعید کے لیے موضوع ہیں اور اس سے مقصود اس امر کی طرف اشارہ کرنا ہوتا ہے کہ منادی اس قدر عظیم الشان اور رفیع المرتبہ ہے کہ گویا عظمت اور بڑائی میں اس کا مرتبہ متکلم کے مرتبہ سے اتنی ہی دوری رکھتا ہے جتنی کہ مسافت مثلاً تم ایسے شخص سے جس کے پاس ہی تم موجود ہو اس طرح مخاطب ہو کر کہتے ہو کہ ایا مَوْلَاۤیَ اے میرے مولیٰ یہاں ”ایا“ جو بعید کے لیے ہے منادی قریب کے موقع پر استعمال کیا گیا ہے اور منادی قریب کو منادی بعید قرار دیا گیا۔ یا اس امر کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ منادی کا مرتبہ گرا ہوا ہے جیسے تم اپنے ساتھ والے سے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہو ایا ہذا ارے یہ ایا اس چیز کی طرف اشارہ مقصود ہوتا ہے کہ سامع مثلاً نیند یا ذہنی پریشانی کی وجہ سے غافل ہے گویا وہ مجلس میں رہنے کے باوجود مجلس سے غیر حاضر ہے مثلاً تم ایسے شخص سے جو لیان میں مبتلا ہے یوں مخاطب ہوتے ہو کہ ایا فلان اے فلاں!

توضیح: اسکان نعمان الاراک النخ

اس شعر میں سکان نعمان اراک کو (جو کہ بعید ہے) ہمزہ (جو کہ ندائے قریب کے لیے موضوع ہے) کے ذریعہ ندا دینا شاید ہے۔ نعمان اراک عرفات اور طائف کے درمیان ایک وادی کا نام ہے جہاں شجراراک (پیلو کے درخت) جس سے مسواک بنتی ہے کثرت سے پائے جاتے ہیں اس بنا پر اس وادی کے نام کا ایک حصہ اراک ہے اور ربیع کے معنی منزل کے ہیں۔

حلّ کلمات: سَکَانٌ باشندے، قیام کرنے والے، مفرد سَاکِنٌ جیسے حَاسِدٌ کی جمع حَسَادٌ۔ طَالِبٌ کی جمع طُلَّابٌ۔ نعمان الاراک ایک جگہ کا نام تَقِفُوْا صیغہ جمع مذکر بحث امر حاضر معروف۔ باب تفعل، یقین کرنا، ربیع منزل،

مکان جمع ربوع

وَقَدْ تَخْرُجُ الْفَاطُ النَّدَاءِ عَنْ مَعْنَاهَا الْأَصْلَى لِمَعَانٍ
أُخْرَتْفَهُمْ مِنَ الْقَرَائِنِ.

(۱) كَالْأَغْرَاءِ نَحْوُ قَوْلِكَ لِمَنْ أَقْبَلَ يَتَظَلَّمُ يَا مَظْلُومُ.

(۲) وَالزَّجْرُ نَحْوُ

أَفْوَادِي مَتَى الْمَتَابُ أَلْمَا

تَضَحُّ وَالشَّيْبُ فَوْقَ رَأْسِي أَلْمَا

(۳) وَالتَّحْيِيرُ وَالتَّضَجُّرُ نَحْوُ أَيَا مَنَازِلَ سَلَمِي أَيْنَ سَلَمَاكِ

وَيَكْثُرُ هَذَا فِي نِدَاءِ الْأَطْلَالِ وَالْمَطَايَا وَنَحْوِهَا.

(۴) وَالتَّحَسُّرُ وَالتَّوَجُّعُ كَقَوْلِهِ

أَيَا قَبْرِ مَعْنَى كَيْفَ وَارَيْتَ جُودَهُ

وَقَدْ كَانَ مِنْهُ الْبُرِّ وَالْبَحْرِ مُتَرَعَا

(۵) وَالتَّدْكَرُ نَحْوُ

أَيَا مَنْزِلِي سَلَمِي سَلَامٌ عَلَيْكُمَا

هَلْ الْأَزْمَنُ اللَّائِنِي مَضَيْنَ رَوَّاجِعُ

وَعَبْرُ الطَّلَبِي يَكُونُ بِالتَّعَجُّبِ وَالْقَسَمِ وَصَيَغِ

الْعُقُودِ كَبِعْتُ وَاشْتَرَيْتُ وَيَكُونُ بِغَيْرِ ذَلِكَ وَأَنْوَاعِ

الْإِنْشَاءِ غَيْرِ الطَّلَبِي لَيْسَتْ مِنْ مَبَاحِثِ عِلْمِ الْمَعَانِي

فَلِذَا ضَرَبْنَا صَفْحًا عَنْهَا.

ترجمہ: اور کبھی ندا کے الفاظ اپنے معنی اصلی کے سوا دوسرے معنوں میں بھی مستعمل ہوتے ہیں جو قرآن سے سمجھے جاتے ہیں جیسے (۱) اغراء ابھارنے اور ورغلانے کے معنی میں جیسے تو اس شخص سے کہے جو تیرے پاس اپنی

مظلومیت کا حال بیان کرنے آیا ہے یا ”مَظْلُوم“ (او مظلوم) (یہاں ندا سے مظلوم کو اپنی طرف متوجہ کرنا مقصود نہیں ہے، بلکہ ظالم کے خلاف اس کے جذبات کو بھڑکانا مقصود ہے تاکہ مظلوم زیادہ سے زیادہ اظہار مظلومیت کر سکے) (۲) زجر یعنی ڈانٹنے کے معنی میں جیسے شاعر کا قول افواہی متی المتاب الما تصح والشیب فوق رأسی الما۔ اے میرے دل جب توبہ کا وقت آپڑے تو ہوش میں آ جا اور پیری تو میرے سر پر آپڑی ہے (یہاں بھی ندا اپنے حقیقی معنی میں نہیں ہے بلکہ صرف زجر اور ملامت مقصود ہے) (۳) حیرت اور بے چینی کے اظہار کے لیے جیسا کہ اس شعر میں۔

ایا منازل سلمیٰ ابن سلماک
من اجل هذا بکینا ها وبکیناک

ترجمہ: اے سلمیٰ کی قیام گاہ! تمہاری سلمیٰ کہاں ہے؟ سلمیٰ کو نہ پا کر ہم اس پر اور تم پر گریہ و زاری کر رہے ہیں۔ اور یہ معنی زیادہ تر ٹیلوں، سواریوں اور ان جیسی چیزوں کو پکارنے کے مواقع پر پائے جاتے ہیں (۴) حسرت اور درد کو ظاہر کرنے کے لیے جیسا کہ حسین بن مطیر اسدی کے شعر مذکور میں جس کا ترجمہ یہ ہے اے معن شیبانی کی قبر! افسوس ہے تم نے اس کی سخاوت کو کیسے چھپا لیا؟ حالانکہ اس کی ذات سے بخشی اور تری ساری دنیا مالا مال تھی۔ دیکھو یہاں قبر کو پکارنے سے مقصود حسرت اور افسوس کا اظہار ہے (۵) گذرے ہوئے واقعات سے نصیحت قبول کرنے کے معنی میں جیسے شاعر کے شعر میں ہے اے سلمیٰ کی دونوں قیام گاہ! تم پر بدیہ سلام ہو! اور مجھے بتاؤ کہ کیا عیش و عشرت کے لیاں رفتہ لوٹنے والے ہیں۔

انشاء غیر طلبی تعجب قسم، کلمات عقود مثلاً بعت و اشتریت سے حاصل ہوتی ہے ان کے علاوہ اور دوسری چیزوں مثلاً افعال مدح و ذم و افعال مقاربہ سے بھی حاصل ہوتی ہے۔ اور چونکہ اقسام انشاء غیر طلبی کو علم معانی کے مباحث سے زیادہ تعلق نہیں ہے اس لیے ہم نے یہاں ان سے بحث کرنا بالکل چھوڑ دیا ہے۔

تو صبح: معن بن زائدہ شیبانی عربوں میں ایک بڑا مخی گذرا ہے، اس کی سخاوت کے قصوں کی فہرست بہت طویل ہے ایک واقعہ آپ کو سناتے ہیں جس کو محمد بن بکر رازی نے ”بنا بیع الحکم“ میں نقل کیا ہے واقعہ یہ ہے کہ ایک دفعہ ایک شاعر معن کے دروازے پر حاضر ہوا لیکن اسے معن سے ملاقات کی نوبت اس لیے نہیں آئی کہ معن اکثر پردے میں رہا کرتا تھا مجبور ہو کر اس نے زمین سے ایک لکڑی اٹھائی اور اس پر یہ شعر لکھا۔

يَا جُودَ مَعْنٍ نَاجٍ مَعْنًا بِحَاجَتِي
فَلَيْسَ إِلَيَّ مَعْنٍ سِوَاكَ شَفِيعُ

ترجمہ: اے معن بن زائدہ کی سخاوت! میری ضرورت کو معن کے کان میں جا کر کہہ دینا۔ کیونکہ معن تک پہنچنے کے لیے تیرے سوا کوئی دوسرا شفیع نہیں ہے اس کے بعد شاعر نے اس لکڑی کو اس نہر میں ڈال دیا جو معن کے گھر تک جا رہی تھی حسن اتفاق سے اس لکڑی پر معن کی نظر پڑ گئی اور اس نے اٹھا کر پڑھا پڑھتے ہی اس نے شاعر کو اپنے پاس بلا کر ایک لاکھ درہم کی گراں قدر رقم عنایت کی اور لکڑی کو اپنے فرش کے نیچے ڈال دیا۔ اس کے بعد ہر روز اس لکڑی کو اپنے فرش سے نکال کر پڑھتا اور شاعر کو ایک لاکھ درہم بخشش دیتا۔ چنانچہ جب شاعر نے چار دنوں میں چار لاکھ درہم کی بڑی رقم حاصل کر لی تو پانچویں دن معن کے مکان سے بغیر اجازت روانہ ہو گیا اب جبکہ معن نے اسے بلوایا وہ نہ ملا۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ مجھ پر واجب تھا کہ میں اسے ہر روز ایک لاکھ درہم دیتا یہاں تک کہ میرے خزانہ میں کچھ باقی نہ رہتا۔

اس مقام پر خطیب نے بھی ایک واقعہ ابو عبیدہ سے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ ایک شاعر ایک سال تک معن کے دروازے پر پڑا رہا لیکن معن سے ملاقات نہ کر سکا۔ اس نے مجبور ہو کر معن کو یہ شعر لکھ بھیجا۔

إِذَا كَانَ الْجُودُ لَهُ حِجَابُ
فَمَا فَضْلُ الْجُودِ عَلَى الْبَخِيلِ

ترجمہ: جب کسی سخی تک پہنچنے میں رکاوٹ ہو تو ایسے سخی کو کسی بخیل پر کس طرح ترجیح دی جاسکتی ہے؟ اور ان کے ایک قول میں ہے۔

إِذَا كَانَ الْكَرِيمُ لَهُ حِجَابٌ
فَمَا فَضْلُ الْكَرِيمِ عَلَى اللَّئِيمِ

ترجمہ: جب کسی شریف تک پہنچنے میں آڑ ہو بھلا بتاؤ ایسے شریف کو کسی کینے پر کیسے فضیلت حاصل ہو۔ معنی نے اس شعر کو پڑھ کر یہ جواب لکھا۔

إِذَا كَانَ الْكَرِيمُ قَلِيلٌ مَالٌ
وَلَمْ يُغْذَرْ تَعَلَّلَ بِالْحِجَابِ

ترجمہ: جب کوئی شریف یا سخی شخص قلیل المال ہو جاتا ہے اور اسے معذور نہیں سمجھا جاتا ہے تو وہ پردے کا جیلہ ڈھونڈ لیتا ہے۔ شاعر نے اسے پڑھ کر سمجھ لیا کہ اب اس نے مجھے اپنی بخشش سے مایوس کر دیا اور فوراً وہاں سے چل دیا معنی کو جب اس کی واپسی کی اطلاع ہوئی تو اس نے ایک شخص کے ذریعہ دس ہزار درہم بھیج دیئے۔

حَلَّ کلمات: فزاد، دل (ج) أَفْنَدَ۔ متاب، اسم ظرف زمان توبہ کا وقت توبۃ (ن) اَلَمْ صیغۃ واحد مذکر غائب بحث اثبات فعل ماضی معروف العَامَّاء، قریب ہونا، فرد کش ہونا، باب افعال سے۔ تَضَعُ صیغۃ واحد مذکر حاضر بحث اثبات فعل مضارع معروف، اصل میں تَضَعُوْ تھامنی کے جواب میں واقع ہونے کی وجہ سے واؤ گر گیا، ضَعُوا وَضَعُوا ہوش میں آنا۔ باب (ن) وَارِثَ صیغۃ واحد مذکر حاضر ماضی۔ مَوَارَا چھپانا، مُتَرَعَا اسم مفعول اِتْرَاعًا بھرتا، بھرپور ہونا، باب افعال۔ اَزَمَنْ زمانے، اوقات، زَمَنْ کی جمع۔ مَضَيْنَ صیغۃ جمع مَوْنَتْ غائب ماضی، مُضِيًّا گذرنا (ض) رَوَّاجِعُ رَاجِعَةٌ کی جمع، لوٹنے والے۔

الْبَابُ الثَّانِي فِي الذِّكْرِ وَالْحَذَفِ

إِذَا أُرِيدَ إِفَادَةُ السَّامِعِ حُكْمًا فَإِنَّ لَفْظَ يَدُلُّ عَلَى

مَعْنَى فِيهِ فَالْأَضْلُ ذِكْرُهُ. وَأَيُّ لَفْظٍ عَلِمَ مِنَ الْكَلَامِ
لِلدَّلَالَةِ بِأَقْبِهِ عَلَيْهِ فَالْأَضْلُ حَذْفُهُ وَإِذَا تَعَارَضَ هَذَانِ
الْأَضْلَانِ فَلَا يُعَدَّلُ عَنْ مُقْتَضَى أَحَدِهِمَا إِلَى مُقْتَضَى
الْآخَرِ إِلَّا لِدَاعٍ فَمِنْ دَوَاعِي الذِّكْرِ.

(۱) زِيَادَةُ التَّحْقِيرِ وَالْإِنْصَاحِ نَحْوُ (أُولَئِكَ عَلَى هُدًى
مَنْ رَبُّهُمْ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ)

(۲) وَقَلَّةُ الثِّقَةِ بِالْقَرِينَةِ لِضَعْفِهَا أَوْ ضَعْفِ فَهْمِ السَّامِعِ
نَحْوُ زَيْدٍ نَعَمْ الصَّدِيقُ تَقُولُ ذَلِكَ إِذَا سَبَقَ لَكَ ذِكْرُ زَيْدٍ
وَطَالَ عَهْدُ السَّامِعِ بِهِ أَوْ ذِكْرَ مَعَهُ كَلَامٍ فِي شَأْنٍ غَيْرِهِ.

(۳) وَالتَّعْرِيزُ بَغَاوَةِ السَّامِعِ نَحْوُ عَمْرٍو قَالَ كَذَا فِي
جَوَابِ مَاذَا قَالَ عَمْرٍو.

(۴) أَوِ التَّسْجِيلُ عَلَى السَّامِعِ حَتَّى لَا يَتَأْتِيَ لَهُ
الْإِنْكَارُ كَمَا إِذَا قَالَ الْحَاكِمُ لِشَاهِدٍ هَلْ أَقْرَزَيْدَ هَذَا بَانَ
عَلَيْهِ كَذَا فَيَقُولُ الشَّاهِدُ نَعَمْ زَيْدٌ هَذَا أَقْرَبَانٌ عَلَيْهِ كَذَا.

(۵) وَالتَّعَجُّبُ إِذَا كَانَ الْحُكْمُ غَرِيبًا نَحْوُ عَلَيٍّ يَقَاوِمُ
الْأَسَدَ تَقُولُ ذَلِكَ مَعَ سَبَقِ ذِكْرِهِ.

(۶) وَالتَّعْظِيمُ وَالْأَهَانَةُ إِذَا كَانَ اللَّفْظُ يُفِيدُ ذَلِكَ كَانَ
يَسْأَلُكَ سَائِلٌ هَلْ رَجَعَ الْقَائِدُ فَيَقُولُ رَجَعَ الْمَنْصُورُ
أَوِ الْمَهْزُومُ.

دوسرا باب ذکر اور حذف کے بیان میں

ترجمہ: جب سامع کو کسی حکم کا افادہ پیش نظر ہو، تو جو لفظ بھی اس معنی پر

دلالۃ کرتے ہوں ان میں اصل ذکر ہے اور کلام سے جس لفظ کے بارے میں معلوم ہو جائے اس لفظ پر دلالۃ کرنے والا موجود ہے تو اصل یہ ہے کہ اسے حذف کر دیا جائے۔

اور جب یہ دونوں اصول آپس میں متعارض ہو جائیں یعنی ایک کا تقاضہ ذکر کا اور دوسرے کا تقاضہ حذف کرنے کا ہو تو دونوں اصولوں میں سے کسی ایک کے مقتضی سے دوسرے کے مقتضی کی جانب عدول نہ کیا جائے گا یعنی ذکر کی وجہ سے حذف کے قاعدے کو اور حذف کی وجہ سے ذکر کے قاعدے کو ترک نہ کیا جائے گا۔ مگر کسی ضرورت داعیہ کی بنا پر۔ دواعی الذکر (وہ اسباب جو ذکر کے متقاضی ہیں حسب ذیل ہیں)

(۱) زیادة التقریر والایضاح متکلم کا مقصد زیادتی بیان اور وضاحت ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول اولنک علی ہدی (الآیۃ) ترجمہ: یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی وہ ہیں جو فلاں چانے والے ہیں۔

(۲) اسباب ذکر میں دوسرا سبب قرینہ پر اعتماد کی کمی ہے خواہ یہ کئی نفس قرینہ میں ضعف کی وجہ سے ہو یا سامع کی سمجھ میں قصور ہونے کے باعث ہو مثلاً زید کیا ہی اچھا دوست ہے تم یہ اس وقت کہتے ہو جب تمہارے پاس زید کا ذکر ہو چکا ہو اور سامع کو اسے سنے ہوئے بھی کافی عرصہ گزر چکا ہو یا اس کے ساتھ غیر کی شان میں کوئی گفتگو ہوئی ہو۔

(۳) مخاطب کے کند ذہن ہونے پر تعریض کرنا بھی ذکر کا سبب ہے مثلاً عمرو نے ایسا کہا۔ عمرو نے کیا کہا کے جواب میں۔

(۴) مخاطب کے سامنے حکم کو تسجیل (اقرار نامہ) کے طور پر بیان کرنا تاکہ مخاطب کو بعد میں انکار کا موقع نہ ملے مثلاً حاکم کسی گواہ سے پوچھے کہ کیا اس زید نے اقرار کیا ہے کہ اس پر فلاں کا اتنا واجب ہے؟ تو گواد اس طرح کہے ”ہاں“ اس زید نے اقرار کیا ہے کہ اس پر فلاں کا اتنا واجب ہے۔

(۵) اور اظہار تعجب کے لیے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب حکم کے اندر کسی طرح کی غرابت ہو جیسے ”علی شیر کا مقابلہ کرتا ہے“ یہ جملہ اس وقت کہتے

ہیں جب پہلے علی کا ذکر ہو چکا ہو۔

(۶) اسباب ذکر میں تعظیم اور اہانت بھی ہے بشرطیکہ الفاظ سے تعظیم اور اہانت کے معنی بھی مفہوم ہوں مثلاً تم سے کوئی پوچھنے والا اس طرح پوچھتا ہے کہ کیا سالار فوج لوٹ آیا؟ تو تم اس کے جواب میں کہتے ہو کہ ناسخ لوٹ آیا (تعظیم کے طور پر) یا شکست خوردہ واپس ہوا (توہین کے طور پر)

توضیح: اسباب ذکر میں سے چند اسوریہ بھی ہیں (۱) افادۂ ہیبت اور رعب کے لیے مثلاً جَاءَ الْأَمِيرُ کے بعد جَاءَ سَيْفُ الدَّوْلَةِ کہا جائے۔ (۲) تبرک کے لیے مثلاً قَالَ نَبِيُّنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۳) تلمذ کے لیے مثلاً حَضَرَ حَبِيبِي۔ (۴) سطر کلام جہاں مقصود ہو کہ مطلوب کو سامع غور سے سنے۔ وَمَا يَلِكُ بِمِهْنِكَ يَا مُوسَى، قَالَ هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّلُ عَلَيْهَا وَاهْتَرُ بِهَا عَلَى غَنَمِي وَلِي فِيهَا مَارِبٌ أُخْرَى۔

وَمِنْ دَوَائِي الْحَذَفِ۔

(۱) اخفاء الأمر عن غير المخاطب نحو أَقْبَلَ تُرِيدُ عَلِيًّا مَثَلًا۔

(۲) وَتَأْتِي الْإِنْكَارُ عِنْدَ الْحَاجَةِ نَحْوُ لَيْتِمُ خَسِينُ

بَعْدَ ذِكْرِ شَخْصٍ مُعَيَّنٍ۔

(۳) وَالتَّنْبِيْهُ عَلَى تَعْيِينِ الْمَحْذُوفِ وَلَوْ أَدْعَاءَ نَحْوِ

خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَوَهَّابُ الْأُلُوفِ۔

(۴) وَاخْتِبَارُ تَنْبِيْهِ السَّامِعِ أَوْ مَقْدَارِ تَنْبِيْهِ نَحْوُ نُورُهُ

مُسْتَفَادٌ مِنْ نُورِ الشَّمْسِ وَوَاسِطَةُ عَقْدِ الْكَوَاكِبِ۔

(۵) وَضَيْقُ الْمَقَامِ إِمَّا لِتَوَجُّعٍ عَنْهُ۔

قَالَ لِي كَيْفَ أَنْتَ قُلْتُ عَظِيمٌ

سَهْرٌ دَائِمٌ وَحُزْنٌ طَوِيلٌ

وَإِمَّا لِخَوْفِ قَوَاتِ فُرْصَةٍ نَحْوُ قَوْلِ الصَّيَّادِ غَرَالُ

(۶) وَالتَّعْظِيمُ وَالتَّخْفِيرُ لِصَوْنِهِ عَنِ لِسَانِكَ أَوْ صَوْنِ لِسَانِكَ عَنْهُ فَلَاوُلْ نَحْوُ نَحْوَمُ سَمَاءَ.

وَالثَّانِي نَحْوُ قَوْمٍ إِذَا أَكَلُوا أَخَفُوا حَدِيثَهُمْ

(۷) وَالْمُحَافَظَةُ عَلَى وَزْنٍ أَوْ سَجْعٍ فَلَاوُلْ

نَحْوُ نَحْنُ بِمَا عِنْدَنَا وَأَنْتَ بِمَا عِنْدَكَ رَاضٍ وَالرَّأْيُ مُخْتَلِفٌ وَالثَّانِي نَحْوُ مَاوَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَى

(۸) وَالتَّعْمِيمُ بِاخْتِصَارِ نَحْوِ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى دَارِ السَّلَامِ

أَيَّ جَمِيعِ عِبَادِهِ لِأَنَّ حَذْفَ الْمَفْعُولِ يُؤْذِنُ بِالْعُمُومِ.

(۹) وَالْأَدَبُ نَحْوُ قَوْلِ الشَّاعِرِ

قَدْ طَلَبْنَا فَلَمْ نَجِدْكَ فِي السُّوْ

دِدِوَالْمَجْدِ وَالْمَكَارِمِ مَثَلًا

(۱۰) وَتَنْزِيلُ الْمُتَعَدِّي مَنْزِلَةَ الْإِلَازِمِ لِعَدَمِ تَعَلُّقِ الْغَرَضِ

بِالْمَعْمُولِ نَحْوُ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ.

وَيُعَدُّ مِنَ الْحَذْفِ أَسْنَادُ الْفِعْلِ إِلَى نَائِبِ الْفَاعِلِ

فَيَقَالُ حَذْفُ الْفَاعِلِ لِلْخَوْفِ مِنْهُ أَوْ عَلَيْهِ أَوْ لِلْعِلْمِ بِهِ

أَوِ الْجَهْلِ نَحْوُ سُرِقَ الْمَتَاعُ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا.

ترجمہ: جن اسباب سے مسند الیہ یا مسند یا ان دونوں کے متعلقات حذف کر دیے جاتے ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) غیر مخاطب سے حکم کو چھپانا جیسے تم کہتے ہو ”آگیا“ اس حالت میں تم نے

مثلاً یہ ارادہ کر لیا ہے کہ اپنے مخاطب کو علی کے آنے کی اطلاع دو لیکن

مخاطب کے علاوہ کسی کو اس بات کا علم نہ ہو۔

(۲) ضرورت کے وقت انکار کرنے کا موقع حاصل ہو۔ مثلاً تم کسی خاص آدمی کے تذکرہ کے بعد کہتے ہو کہ بڑا کنجوس ہے، ذلیل، کمینہ ہے۔

(۳) مخاطب کو محذوف کی تعین پر تنبیہ کرنا اگرچہ یہ تعین بطور دعویٰ ہی کیوں نہ ہو۔ اول یعنی تعین حقیقی کی مثال خالق کل شی (ساری چیزوں کا پیدا کرنے والا) یہاں اللہ محذوف ہے ثانی یعنی تعین ادعائی کی مثال وَهَابُ الْأَلْوْفِ ہزاروں کا بخشش کرنے والا، یہاں سلطان محذوف ہے اگرچہ دوسرا بھی ہو سکتا ہے۔

(۴) اس بات کو آزمانا کہ سامع کو قرینہ فہمی ہے یا نہیں یا اس چیز کو آزمانا کہ سامع کی قرینہ فہمی کس مقدار تک ہے اول کی مثال اس کا نور آفتاب کے نور سے حاصل ہے اور دوسرے کی مثال وہ ستاروں کے ہار کا امام ہے یعنی بہترین جوہر ہے۔

(۵) مقام کی تنگی کی وجہ سے خواہ اظہار درد کی وجہ سے ہو یا وقت اور موقع نکل جانے کے خوف کی وجہ سے ہو۔ اول کی مثال قَالَ لِي كَيْفَ أَنْتَ الْخَالِ حَال میل پوچھتے ہو کیا؟ بہت بیمار ہوں، مبتلائے عشق ہوں اور روز و شب بیدار ہوں۔ یہاں انا مسند الیہ نہیں لایا گیا اس لیے کہ اظہار تکلیف کے وقت زیادہ

بات نہیں کی جاتی۔ دوسرے کی مثال شکاری کا کہنا ”ہن“ بجائے یہ ہن ہے کہ یہاں ”ہذا“ محذوف ہے۔ شکار نکل جانے کے خوف سے ہذا کو حذف کر دیا گیا۔

(۶) اظہار عظمت اور حقارت کے لیے یعنی اس خیال کا اظہار کہ متکلم محذوف کو اس قدر عظمت کی نگاہ سے دیکھتا ہے کہ وہ اپنی زبان پر محذوف کو لانے سے محفوظ رکھتا ہے یا متکلم محذوف کو اس حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے کہ وہ اس سے اپنی زبان کو محفوظ رکھتا ہے اور اس کو اپنی زبان پر نہیں لاتا۔ پہلے کی مثال

نُجُومٌ سَمَاءٍ (وہ آسمان کے ستارے ہیں یعنی صحابہ کرام) یہاں ہُم مسند الیہ عظمت کی وجہ سے محذوف ہے دوسرے کی مثال مذکورہ مصرعہ ہے دوسرا مصرعہ

یہ ہے وَاسْتَوْفُوا مِنْ رِجَالِ الْبَابِ وَالْدار۔ ترجمہ۔ وہ ایسے رذیل اور بخیل لوگ ہیں کہ جب کھانا کھاتے ہیں تو باتیں چیکے چیکے کرتے ہیں اس جگہ ہم بنظر حقارت محذوف ہے تاکہ کوئی مسکین ان کی باتیں سن کر کھانے میں شریک نہ ہو جائے۔ وہ عہد کر لیتے ہیں کہ بند دروازے اور گھر کو اس وقت تک

کسی کے لیے نہیں کھولیں گے جب تک کہ وہ کھاتے رہیں۔

(۷) نظم و نثر میں وزن اور کلام مقفی کی رعایت کے لیے۔

اول یعنی وزن کی مثال جیسے شعر کا وزن ختم ہو جاتا ہے شعر کا ترجمہ یہ ہے۔
ہم اپنی رائے سے تم اپنی رائے سے خوش ہو اور یہ تو مسلم بات ہے کہ رایوں
میں اختلاف ہونا ناگزیر ہے۔ کما قال کلّ حزب بما لَدَیْہِمْ فِرْحُونٌ۔
دوسرے یعنی کلام مقفی کی مثال کلام اللہ مذکور میں وَمَا قُلْنٰی مِیْن “ک” ضمیر
مفعول محذوف ہے اکر وَمَا قُلْنَا کہہا جاتا تو کلام میں قافیہ نہ رہتا آیت کا ترجمہ
یہ ہے نہ آپ کے رب نے آپ کو چھوڑا ہے اور نہ وہ آپ سے بیزار ہے۔

(۸) اختصار کے ساتھ کسی چیز کو عام کرنے کے لیے۔ مثلاً کلام مذکور جس کا
ترجمہ یہ ہے کہ اللہ دار السلام (جنت) کی طرف بلاتا ہے یعنی اپنے تمام بندوں
کو۔ یہاں “جَمِیعَ عِبَادِہٖ” جو بذعویٰ کا مفعول بہ ہے اختصار کے لیے حذف
کر دیا گیا ہے کیونکہ معمول کا بلا قرینہ تعین حذف کر دینا عموم کا اعلان ہے۔

(۹) کبھی ادب کا لحاظ باعث حذف ہوتا ہے جیسے شعر مذکور میں قَدْ طَلَبْنَا کا
مفعول “مَثَلًا” مدوح کے ادب کی خاطر حذف کر دیا گیا کیونکہ مدوح کے سامنے
اس کی نظیر صراحۃً طلب کرنا ادب کے سراسر خلاف ہے۔ شعر کا ترجمہ یہ ہے ہم
نے ڈھونڈا تو سرداری، بزرگی اور حسن اخلاق میں تمہارا کوئی ہمسر نہیں پایا۔ اردو
میں بھی اس طرح کا ایک شعر موجود ہے۔

علم میں حلم میں انصاف میں ہر خوبی میں

ہم نے ڈھونڈا نہ ملا مثل تیرا عالم میں

یہاں ڈھونڈا کا مفعول تیرا مثل بنظر ادب محذوف ہے۔

(۱۰) فعل متعدی کو فعل لازم کے مقام پر لانا جبکہ معمول سے غرض متعلق نہ ہو

بلکہ صرف اثبات فعل برائے فاعل مقصود ہو۔ چنانچہ اسی بنا پر آیت مذکورہ میں
یعلمون اور لا یعلمون کا مفعول حذف کر دیا گیا ہے یہاں فعل متعدی کا کسی
معمول سے تعلق نہیں ہے آیت میں یہ بتلایا گیا ہے کہ دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ وہ
ہے جس کے سامنے علم کی حقیقت ظاہر ہوئی ہے۔ اور دوسرا گروہ وہ ہے جس

کے سامنے علم کی حقیقت ظاہر نہیں ہوئی ہے۔ کیا یہ دونوں گروہ برابر ہو سکتے ہیں؟ (اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو لوگ کسی خاص چیز کو جانتے ہیں اور جو لوگ کہ اس خاص چیز کو نہیں جانتے ہیں کیا دونوں برابر ہیں؟ اس لیے کہ یہاں معمول سے فعل متعلق نہیں ہے)

واضح ہو کہ فعل کو نائب فاعل کی طرف منسوب کرنے کو حذف کے باب میں شمار کیا گیا ہے۔ لہذا کہا جائے گا کہ فاعل اس مقام پر اس لیے حذف کر دیا گیا ہے کہ اس سے خوف ہے کہ اگر مخاطب کہیں اس کو جان لے تو اس کو جان سے مار ڈالے گا۔ یا فاعل اس لیے حذف کر دیا گیا ہے کہ وہ معلوم ہے لہذا ذکر کی ضرورت نہیں۔ یا نا معلوم ہے ذکر کی کوئی سبیل نہیں جیسے سُرقِ الْمَتَاعِ (اسباب چرایا گیا) یہاں سارق محذوف ہے جو نا معلوم ہے۔ اور خُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا (انسان کمزور پیدا کیا گیا) یہاں اللہ تعالیٰ فاعل محذوف ہے جو ہمیشہ سب کو معلوم ہے کیونکہ اس کے سوا کوئی دوسرا خالق نہیں ہو سکتا۔ تو صحیح اسباب مذکورہ کے علاوہ اور بھی کچھ مصالِح ہیں جو حذف کے باعث ہوتے ہیں۔

(۱) ذکر کو مستہجن یعنی قبیح سمجھنا مثلاً حضرت عائشہ صدیقہؓ کا قول ”مَا رَأَيْتُ مِنْهُ وَلَا رَأَى مِنْی“ یہاں رَأَى اور رَأَى کا مفعول (العورة) محذوف ہے۔
(۲) صرف اختصار کے ارادے سے حذف کرنا مثلاً أَصْغَيْتُ إِلَيْهِ۔ اس کی طرف اپنا کان جھکایا۔ یہاں أُوذِئْتُ مفعول صرف اختصار کی وجہ سے محذوف ہے۔
حَلَّ كَلِمَاتٍ سَهَرٌ بیدار رہنا (س) دَائِمٌ اسم فاعل دَوَّماً دَوَّامًا، ہمیشہ رہنا (ن) دَائِمٌ میں قائل جیسی تعلیل ہوئی ہے۔ طَوِيلٌ صِنْفٌ طَوِيلاً، طَوَالَةٌ دراز ہونا، لَمْبًا ہونا (ن) سَوْدَدٌ، سَيَّادَةٌ، سر دار ہونا (ن) مَجْدٌ بزرگ ہونا (ن) مَكَارِمٌ مَكْرُومَةٌ کی جمع، شریفانہ کارنامہ، اچھا وصف۔

بَابُ الثَّالِثُ فِي التَّفْدِيمِ وَالتَّأْخِيرِ

مِنَ الْمَعْلُومِ أَنَّهُ لَا يُمَكِّنُ النَّطْقُ بِأَجْزَاءِ الْكَلَامِ

دَفْعَةً وَاحِدَةً.

بَلْ لَا بُدَّ مِنْ تَقْدِيمِ بَعْضِ الْأَجْزَاءِ وَتَاخِيرِ الْبَعْضِ
وَلَيْسَ شَيْءٌ مِنْهَا فِي نَفْسِهِ أَوَّلِيٌّ بِالتَّقْدِيمِ مِنَ الْآخِرِ
لَا شَرَاكَ جَمِيعِ الْأَلْفَاظِ مِنْ حَيْثُ هِيَ الْفَاطُ فِي دَرَجَةِ
الِإِعْتِبَارِ فَلَا بُدَّ مِنْ تَقْدِيمِ هَذَا عَلَى ذَاكَ مِنْ دَاعٍ يُوجِبُهُ
فَمِنْ الدَّوَاعِي.

(١) التَّشْوِيقُ إِلَى الْمُتَأَخَّرِ إِذَا كَانَ الْمُتَقَدِّمُ مُشْعِرًا
بِغَرَابَةِ نَحْوِهِ.

وَالَّذِي حَارَتِ الْبَرِيَّةُ فِيهِ

حَيَوَانٌ مُسْتَحْدَثٌ مِنْ جَمَادٍ

(٢) وَتَعْجِيلُ الْمَسْرَةِ أَوْ الْمَسَائَةِ نَحْوُ الْعَفْوِ عَنْكَ

صَدْرِيهِ الْأَمْرَ أَوْ الْقِصَاصُ حَكْمٌ بِهِ الْقَاضِي.

(٣) وَكَوْنُ الْمُتَقَدِّمِ مَحْطًا لِلْإِنْكَارِ وَالتَّعَجُّبِ نَحْوُ

بَعْدُ طُولِ التَّجَرُّبَةِ تَنْخِذُ بِهَذِهِ الزُّخَارِفِ.

(٤) وَسُلُوكُ سَبِيلِ التَّرَقِّيِ أَيْ الْإِتْيَانِ بِالْعَامِّ أَوَّلًا ثُمَّ

الْخَاصَّ بَعْدَهُ لِأَنَّ الْعَامَّ إِذَا ذُكِرَ بَعْدَ الْخَاصِّ لَا يَكُونُ

لَهُ فَائِدَةٌ نَحْوُ هَذَا الْكَلَامِ صَحِيحٌ فَصِيحٌ بَلِيغٌ فَإِذَا قُلْتَ

فَصِيحٌ بَلِيغٌ لَا تَحْتَاجُ إِلَى ذِكْرِ صَحِيحٍ وَإِذَا قُلْتَ بَلِيغٌ

لَا تَحْتَاجُ إِلَى ذِكْرِ صَحِيحٍ وَلَا فَصِيحٍ.

(٥) وَمُرَاعَاةُ التَّرْتِيبِ الْوُجُودِيِّ نَحْوُ (لَا تَأْخُذْهُ سِنَةٌ

وَلَا نَوْمٌ)

تیسرا باب تقدیم اور تاخیر کے بیان میں

ترجمہ: یہ بدیہی امور میں سے ہے کہ کلام کے جمیع اجزاء کو ایک ہی دفعہ میں منہ سے نکالنا ایک غیر ممکن امر ہے اس لیے ضروری ہے کہ بعض اجزاء بعض پر مقدم ہوں نیز ان کے اجزاء میں سے کوئی جزء ایسا نہیں ہے جو کہ فی نفسہ دوسرے جزو پر مقدم ہونے کا زیادہ حق رکھتا ہو کیونکہ تمام الفاظ بحیثیت الفاظ ہونے کے برابر ہیں اور درجہ اعتبار میں ہیں، بناءً علیہ ایک جزو کا دوسرے جزو پر مقدم ہونا ضروری ہے کسی ایسے سبب سے جو تقدیم کو ضروری قرار دیتا ہو۔ چنانچہ اسباب تقدیم یہ ہیں۔

(۱) تشویق یعنی امر مؤخر کا شوق دلانا جبکہ امر مقدم کی نادر اور حیرت انگیز چیز کی خبر دیتا ہو (تاکہ خبر مخاطب کے ذہن میں ٹھیک سے بیٹھ جائے) جیسے ابو العلاء معری کے قول میں: والذی حارث الخ وہ چیز جس کے بارے میں مخلوق متحیر اور پریشان ہے وہ جانور ہے جو فنا کے بعد جماد یعنی بے جان چیز مٹی سے از سر نو پیدا ہو جانے والا ہے۔ یہاں پہلا مصرعہ مقدم ہے اور یہی محل استشہاد ہے۔ اس شعر سے پہلے یہ شعر ہے۔

بَانَ أَمْرُ الْإِلَهِ وَاخْتَلَفَ النَّاسُ
فَدَاعَ إِلَى ضَلَالٍ وَهَادَ

ترجمہ: خداوند کریم کا معاملہ تو بالکل ظاہر باہر ہے البتہ یہ بنی نوع انسان ہیں جو باہم مختلف ہیں ان میں سے کچھ لوگ تو ضلالت و گمراہی کی طرف پکارنے والے ہیں اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو صحیح اور نیک کام کا راستہ بتلانے والے ہیں۔ فائدہ: والذی حارث البریۃ الخ شعر مذکور میں حیوان ایک معممہ ہے جس کی تفسیر بعضوں نے حضرت آدم علیہ السلام سے کی ہے اور بعضوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی ادنیٰ مراد لی ہے اور کچھ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اڑدہا بتلاتے ہیں اور کتنے اشخاص ہیں جنہوں نے اس کی تعبیر نقس یا نقس

نامی ایک بڑے پرندے سے کی ہے اور ایک جماعت ہے جو اس سے وہ جسم مراد لیتی ہے جو فنا کے بعد قیامت کے دن دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور یہی آخری قول سب سے اچھا اور مناسب ہے۔

اسی طرح تقدیم مسند الیہ للتثویق کی مثال میں یہ شعر پیش کیا جاتا ہے۔

ثَلَاثَةٌ تُشْرِقُ الدُّنْيَا بِنَهْجَتِهَا
شَمْسُ الصُّحَى وَأَبُو إِسْحَاقَ وَالْقَمَرُ

تین چیزیں ہیں جن کی روشنی سے سارا جہاں روشن ہے۔ چاشت کے وقت کا آفتاب، ابواسحاق (خلیفہ مقسم) اور رات کی تاریکی کو روشنی سے بدلنے والا چاند۔

(۲) خوش کن یارِ بخدہ امر کو جلدی سے پیش کرنا مثلاً تیری معافی کا حکم صادر ہوا اور قصاص کا حکم قاضی نے دیا۔

(۳) اور شی مقدم کا انکار اور تعجب کے موقع پر ہونا۔ مثلاً کیا اتنے زیادہ تجربوں کے بعد بھی تم ان بناوٹی باتوں سے دھوکا کھاؤ گے؟

(۴) ترقی کا راستہ چلنا یعنی پہلے عام کو لانا پھر خاص کو ذکر کرنا۔ اس لیے کہ عام جب خاص کے بعد ذکر کیا جاتا ہے تو اس سے کسی طرح کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا مثلاً تم جب کہتے ہو ”هَذَا الْكَلَامُ صَحِيحٌ فَصَحِيحٌ بَلِيغٌ“ تو اس جملہ میں تمہارے فصیح بلیغ کہنے سے صحیح کے ذکر کرنے کی بالکل ضرورت نہیں پڑتی (اس لیے کہ کلام اس وقت تک فصیح ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ وہ صحیح نہ ہو) اسی طرح جب تم بلیغ کہتے ہو تو صحیح اور فصیح کہنے کی قطعاً ضرورت نہیں (اس لیے کہ کلام بلیغ اس وقت ہو گا جب وہ صحیح و فصیح ہو)۔

(۵) ترتیب و جوہی کا لحاظ۔ مثلاً خداوند قدوس کو نہ اونگھ پکڑتی ہے اور نہ نیند یہاں اونگھ کو نیند پر مقدم کیا گیا اس لیے کہ وجود کے اعتبار سے اونگھ نیند پر مقدم ہے۔

حَلَّ كَلِمَاتٍ وَالَّذِي حَارَتْ الْبَرِيَّةُ حَارَتْ، صَيْنَهُ وَاحِدَ مَوْثٍ غَائِبٍ، مَاضٍ، خَيْرَةٌ وَخَيْرَانَا پَرِيشَان ہونا۔ (س) بَرِيَّةٌ مَخْلُوقٌ جَمْعُ بَرَايَا۔ حَيَوَانَ ہر ذی روح کو کہتے ہیں۔ جَمْعُ حَيَوَانَاتٍ۔ مُسْتَحْدَثٌ اسم مفعول اِسْتَحْدَثْتُ

از باب استفعال۔ پیدا کرنا، نئی چیز ایجاد کرنا جَمَادَہ کائنات کی تیسری قسم ہے۔
پہلی قسم حیوانات، دوسری قسم نباتات اور تیسری قسم جمادات۔

(۶) وَالنَّصُّ عَلَىٰ عُمُومِ السَّلْبِ أَوْ سَلْبِ الْعُمُومِ
فَالأَوَّلُ يَكُونُ بِتَقْدِيمِ آدَاةِ الْعُمُومِ عَلَىٰ آدَاةِ النَّفْيِ.

نَحْوُ كُلِّ ذَلِكَ لَمْ يَكُنْ أَيْ لَمْ يَقَعْ هَذَا وَلَا ذَاكَ
وَالثَّانِي يَكُونُ بِتَقْدِيمِ آدَاةِ النَّفْيِ عَلَىٰ آدَاةِ الْعُمُومِ نَحْوُ
لَمْ يَكُنْ كُلِّ ذَلِكَ أَيْ لَمْ يَقَعْ الْمَجْمُوعُ فَيَحْتَمِلُ ثُبُوتُ
الْبَعْضِ وَيَحْتَمِلُ نَفْيُ كُلِّ فَرْدٍ.

(۷) وَتَقْوِيَةُ الْحُكْمِ إِذَا كَانَ الْخَبَرُ فِعْلًا نَحْوُ الْهَلَالِ
ظَهَرَ وَذَلِكَ لِتَكَرُّرِ الْإِسْنَادِ.

(۸) وَالتَّخْصِصُ نَحْوُ مَا أَنَا قُلْتُ. وَإِيَّاكَ نَعْبُدُ.

(۹) وَالْمُحَافَظَةُ عَلَىٰ وَزْنٍ أَوْ سَجْعٍ فَالْأَوَّلُ نَحْوُ

إِذَا نَطَقَ السَّفِيهَ فَلَا تُجِبُهُ

فَخَيْرٌ مِنْ اجَابَتِهِ السُّكُوتُ

وَالثَّانِي نَحْوُ خَذَوُهُ فَعَلُوهُ ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلَوَهُ ثُمَّ فِي
سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ وَلَمْ يَذْكُرْ لِكُلِّ
مَنْ التَّقْدِيمِ وَالتَّأْخِيرِ دَوَاعٍ خَاصَّةٌ لِأَنَّهُ إِذَا تَقَدَّمَ أَحَدُ
رُكْنَيْ الْجُمْلَةِ تَأَخَّرَ الْآخَرُ فَهُمَا مُتَلَازمانِ

ترجمہ: (۶) عموم سلب یا سلب عموم کی تصریح اول یعنی عموم سلب حرف عموم کو
حرف نفی پر مقدم کرنے سے حاصل ہوتا ہے مثلاً کُلُّ ذَلِكَ لَمْ يَكُنْ یعنی ان
میں سے کوئی بھی واقع نہیں ہوا نہ وہ۔ اور ثانی یعنی سلب عموم، یہ حرف نفی کو
حرف عموم پر مقدم کرنے سے حاصل ہوتا ہے مثلاً لَمْ يَكُنْ کُلُّ ذَلِكَ یعنی اس

کاسب (مجموع) واقع نہیں ہوا دیکھئے! اس دوسری صورت میں اس بات کا بھی احتمال ہے کہ بعض افراد ثابت ہوئے۔ اور اس امر کا بھی احتمال ہے کہ کل افراد واقع نہیں ہوئے۔

(۷) حکم کو مستحکم کرنا جبکہ خبر فعل ہو۔ مثلاً ہلال نمودار ہو اور ایسا صرف تکرار اسناد کے سبب سے ہو گا۔ تکرار اسناد کی صورت دیکھئے! ایک دفعہ ظہر کا اسناد ضمیر ہو یعنی الہلال کی طرف ہو اور دوسری دفعہ جملے کا اسناد الہلال کی طرف ہو۔

(۸) اسباب تقدیم میں سے ایک سبب تخصیص بھی ہے مثلاً مَا أَنَا قُلْتُ میں نے تو نہیں کہا (ہو سکتا ہے کسی اور نے کہا ہو) اِيَّاكَ نَعْبُدُ ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں (کسی دوسرے کی نہیں)

(۹) وزن شعر یا کلام مقفی کا لحاظ۔ اول کی مثال شعر اِذَا نَطَقَ السَّيْفُ النِّخ ترجمہ شعر۔ اے مخاطب! جب کوئی نابجھ بات کرتا ہو تو اس کا جواب مت دو اس لیے کہ خاموشی اس کا جواب دینے سے بہتر ہے۔ دیکھئے! اس شعر میں فُخِيزَ مسند یہ مقدم ہے السُّكُونُ مسند الیہ پر۔ دوسرے کی مثال۔ آیت مذکورہ ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ اس جہنمی کو پکڑو، اس کے گلے میں طوق ڈال دو پھر جہنم میں داخل کر دو اور اسے ایسی زنجیر سے جکڑ دو جس کی لمبائی ستر گز کی ہو۔ اس آیت میں الجحیم اور فی سلسلہ کی تقدیم فعل پر کلام مقفی کے لحاظ سے ہے۔ اور تقدیم و تاخیر میں سے ہر ایک کے خصوصی اسباب فرد افراد بیان نہیں کئے گئے ہیں اس لیے کہ جب جملہ کے دو رکنوں میں سے ایک رکن مقدم ہو گا تو دوسرا رکن ضرور ہی مؤخر ہو گا، لہذا دونوں رکن باہم متلازم ہیں۔ ایک کے مقدم ہونے سے دوسرے کا مؤخر ہونا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پڑھنے والے کو ایک کے دوائی کا بیان دوسرے دوائی کے بیان سے مستغنی کر دیتا ہے۔

حَلَّ کَلِمَاتٍ نَطَقَ : صِيغَةُ وَاحِدٍ مَذْكَرٍ غَائِبٍ، ماضی، نَطَقًا مَغْفُوكًا کرنا، بات چیت کرنا (ض) سَفِيهٌ صِيغَةُ صِفَتٍ بِرُوزَنٍ كَوْنِهِمْ سَفَاهَةً وَ سَفَاهًا جَائِلٌ ہونا، بے وقوف ہونا (ك) لَا تُجِيبُ صِيغَةُ نَهْيٍ اِجَابَةً اِزْ بَابِ اِنْفَاعٍ جواب دینا۔ سَكُونٌ مصدرٌ نَصْرٌ خاموش رہنا، چپ رہنا۔

الباب الرابع فى التعريف والتنكير

اِذَا تَعَلَّقَ الْغَرَضُ بِتَفْهِيْمِ الْمُخَاطَبِ اَرْتَبَا طَ الْكَلَامَ
بِمُعَيِّنٍ فَالْمَقَامُ لِلتَّعْرِيفِ وَاِذَا لَمْ يَتَعَلَّقِ الْغَرَضُ بِذَلِكَ
فَالْمَقَامُ لِلتَّنْكِيرِ وَلِتَفْصِيْلِ هَذَا الْاِجْمَالِ نَقُولُ مِنَ
الْمَعْلُوْمِ اَنَّ الْمَعَارِفَ الضَّمِيْرُ وَالْعِلْمُ وَاِسْمُ الْاِشَارَةِ
وَالْاِسْمُ الْمَوْصُولُ وَالْمَحَلِّ بِأَلِ وَالْمُضَافُ لِوَاحِدٍ
مِمَّا ذَكَرَ وَالْمُنَادَى.

ترجمہ: چوتھا باب اسم معرفہ اور اسم نکرہ لانے کے بیان میں۔
جب کبھی کلام کا مقصود مخاطب کو یہ سمجھانا ہو کہ کلام کی معین چیز سے متعلق
ہے تو وہ معرفہ لانے کا محل ہو گا اور جب اس سے یہ مقصود نہ ہو تو نکرہ لانے کا
محل ہو گا اس اجمال کی تفصیل ہم اس طرح بیان کرتے ہیں کہ یہ امر پہلے سے
معلوم ہے کہ اسماء معرفہ سات ہیں۔ ضمیر، علم، اسم اشارہ، اسم موصول، معرفہ
باللہام، ان پانچوں میں سے کسی ایک کی طرف مضاف، اور منادی۔
توضیح: تعریف کو تنکیر پر مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تعریف کلام کے سب
سے زیادہ اہم جزو مسند الیہ کی اصل ہے اور مسند الیہ چونکہ کلام میں مقدم ہوتا
ہے اس لیے تعریف بھی غیر تعریف پر مقدم ہوگی اسی قیاس کی بنا پر اقسام
معرفہ میں چونکہ سب سے زیادہ اعرف و اشرف ضمیر ہے اس لیے اس کو بقیہ
قسموں پر مقدم کیا گیا۔

(أَمَّا الضَّمِيْرُ) فَيُؤْتِي بِهِ لِكُوْنِ الْمَقَامِ لِلتَّكْلِمِ أَوِ الْخِطَابِ
أَوِ الْغَيْبَةِ مَعَ الْاِخْتِصَارِ نَحْوُ اَنَا رَجَوْتُكَ فِي هَذَا الْأَمْرِ
وَأَنْتَ وَعَدْتَنِي بِإِنْجَاذِهِ. وَالْأَصْلُ فِي الْخِطَابِ أَنْ

يَكُونُ لِمُشَاهِدٍ مُّعَيَّنٍ وَقَدْ يُخَاطَبُ غَيْرُ الْمُشَاهِدِ إِذَا
كَانَ مُسْتَحْضَرًا فِي الْقَلْبِ نَحْوُ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَغَيْرُ الْمُعَيَّنِ
إِذَا قُصِدَ تَعْمِيمُ الْخِطَابِ لِكُلِّ مَنْ يُمَكِّنُ خِطَابُهُ نَحْوُ
اللَّيْنِمِ مَنْ إِذَا أَحْسَنْتَ إِلَيْهِ أَسَاءَ إِلَيْكَ.

ترجمہ: ضمیر اس جگہ لائی جاتی ہے جہاں اختصار کے ساتھ تکلم یا خطاب یا غیبت کا موقع ہو مثلاً تکلم کی مثال اَنَا رَجَوْتُكَ فِي هَذَا الْأَمْرِ (میں نے تجھ سے اس معاملہ میں امید رکھی ہے) اور خطاب کی مثال أَنْتَ وَعَدْتَنِي بِإِنْجَازِهِ تو نے مجھ سے اس کو پورا کرنے کا وعدہ کیا ہے اس جگہ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ خطاب کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ وہ کسی مشاہد اور معین شخص کے لیے ہو یا کسی غیر مشاہد شخص سے بھی خطاب کیا جاتا ہے جبکہ وہ دل میں حاضر سمجھ لیا جاتا ہے مثلاً إِيَّاكَ نَعْبُدُ۔ ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں۔ اسی طرح کبھی غیر معین سے بھی خطاب کیا جاتا ہے جبکہ یہ مقصود ہو کہ خطاب ہر اس شخص کے لیے عام ہے جس سے خطاب کرنا ممکن ہو مثلاً اللَّيْنِمِ مَنْ إِذَا أَحْسَنْتَ إِلَيْهِ أَسَاءَ إِلَيْكَ رذیل وہ شخص ہے کہ جب تم اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو گے وہ تمہارے ساتھ برا سلوک کرے گا۔

توضیح: ضمیر کے سلسلے ”مع الاختصار“ کی قید سے ایسے تمام جملوں کو خارج کرنا مقصود ہے جن سے اختصار مطلوب نہیں ہوتا ہے۔ جیسے خلیفہ کہے اَنَا أَمْرٌ بِكَذَا کے بجائے أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ يَا أَمْرٌ بِكَذَا کہے، دیکھئے پہلے جملہ میں اختصار ہے دوسرے جملہ میں اختصار نہیں ہے اور یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ ضمیر لانے کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ کلام میں اختصار ہو۔

ضمیر کی دو مثالیں مشن میں لائی گئی ہیں۔ ایک مثال اَنَا رَجَوْتُكَ فِي هَذَا الْأَمْرِ ہے جو ضمیر تکلم کی مثال میں پیش کی گئی ہے اس مثال میں ضمیر اَنَا اور ت ضمیر کا یکجا جمع ہونا اس بات کی طرف مشیر ہے کہ ضمیر خواہ متصل ہو یا منفصل بہر حال دونوں برابر ہیں۔ اسی طرح آئندہ مثال میں ضمیر أَنْتَ اور ت ضمیر کا اجتماع بھی اس امر کی طرف مشیر ہے کہ ضمیر متصل اور منفصل دونوں یکساں ہیں۔ کتاب

میں ضمیر غیبت کی الگ مثال نہیں لائی گئی اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی مثال دوسری مثال اَنْتَ وَعَدْتَنِي بانجازہ میں موجود ہے اور پہلی مثال اَنَارَ جَوْنُكَ الخ میں اگرچہ ضمیر متکلم کے ساتھ ضمناً ضمیر خطاب بھی موجود تھی لیکن چونکہ خطاب کی تفصیل اور اس کی مزید بحث مطلوب تھی اس لیے اس کے لیے مستقل مثال لائی گئی۔

(أَمَّا الْعِلْمُ) فَيُوتَى بِهِ لِإِخْضَارِ مَعْنَاهُ فِي ذَهْنِ السَّامِعِ
بِاسْمِهِ الْخَاصِّ نَحْوُ وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ
الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ - وَقَدْ يَقْصِدُ بِهِ مَعَ ذَلِكَ أَغْرَاضَ
أُخْرَى كَالْتَعْظِيمِ فِي نَحْوِ رَكِبَ سَيْفُ الدَّوْلَةِ وَالْإِهَانَةَ
فِي نَحْوِ ذَهَبَ صَخْرٌ. وَالْكِنَايَةَ عَنْ مَعْنَى يَصْلُحُ اللَّفْظُ
لَهُ فِي نَحْوِ (تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ)

ترجمہ: علم اس کو اس لیے لایا جاتا ہے تاکہ اس کے معنی کو سننے والے کے ذہن میں مخصوص نام کے ساتھ حاضر کیا جاسکے۔ مثلاً وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ اور اے پیغمبر! اس وقت کو یاد کیجئے جب ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام بیت اللہ کی بنیاد اٹھا رہے تھے (یہاں ابراہیم اور اسماعیل علم ہیں) اور کبھی علم سے غرض مذکور کے ساتھ ساتھ دیگر اغراض کا بھی قصد کیا جاتا ہے مثلاً کبھی تعظیم کی غرض سے علم کے ذریعہ معرفہ لایا جاتا ہے جیسے رَكِبَ سَيْفُ الدَّوْلَةِ سيف الدولہ سوار ہوئے اور کبھی اہانت کی غرض سے جیسے ذَهَبَ صَخْرٌ صخر چلا گیا۔ صخر کا خاتمہ ہو گیا۔ اور کبھی ایسے معنی سے کنایہ کرنے کے لیے جس کے لیے لفظ علم ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ مثلاً تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ ابواب کے ساتھ ٹوٹ گئے (دیکھئے الہب کے معنی شعلہ کے ہیں چونکہ حقیقی شعلہ نام کا شعلہ ہے اس لیے ابواب یعنی شعلہ والا کہہ کر اس کے مسکے کو چہنمی سے کنایہ کیا) تو صحیح اور کبھی معرفہ علم کی شکل میں لاتے ہیں تاکہ اس کے نام سے لذت

حاصل ہو مثلاً اس شعر میں ۷

بِاللّٰهِ يَا ظِيَّابِ الْقَاعِ قُلْنَ لَنَا

الْيَلَىٰ مِنْكُمْ أَمْ لَيْلَىٰ مِنَ الْبَشَرِ

ترجمہ شعر: خدا کی قسم چٹیل میدان کی ہر نیو! ہمیں ذرا بتاؤ کہ میری محبوبہ لیلیٰ تمہاری جنس سے ہے یا لیلیٰ انسان کی جنس سے ہے۔ اور اردو میں یہ شعر پیش کیا جاتا ہے ۷

نہ ملا پر تیرے ناتہ کا پتہ او لیلیٰ

چھان ڈالے تیرے مجنوں نے بیاباں کتنے

دیکھئے لیلیٰ کا نام یہاں عاشق کے نزدیک لذیذ اور مزیدار ہے۔ کبھی تبرک کے طور پر علم کے ساتھ معرفہ لاتے ہیں جیسے اللّٰهُ الْمُنْعِمُ الْكَرِيمُ اور مُحَمَّدٌ الرَّؤُفُ الرَّحِيمُ۔

(وَأَمَّا اسْمُ الْإِشَارَةِ) فَيُوتَى بِهِ إِذَا تُعَيَّنَ طَرِيقًا لِإِخْصَارِ مَعْنَاهُ. كَقَوْلِكَ بَغْنِي هَذَا مُشِيرًا إِلَى شَيْءٍ لَا تَعْرِفُ لَهُ اسْمًا وَلَا وَضْفًا. أَمَّا إِذَا لَمْ يَتَّعَيَّنْ طَرِيقٌ لِذَلِكَ فَيَكُونُ لِأَغْرَاضٍ أُخْرَى.

(۱) كَاِظْهَارِ الْاسْتِغْرَابِ نَحْوُ:

كَمْ عَاقِلٍ عَاقِلٍ أَعْيَتْ مَذَاهِبُهُ
وَجَاهِلٍ جَاهِلٍ تَلَقَّاهُ مَرْزُوقًا
هَذَا الَّذِي تَرَكُ الْأَوْهَامَ حَائِرَةً
وَصَيَّرَ الْعَالِمَ النَّحْرِيرَ زَنْدِيقًا

(۲) وَكَمَالِ الْعِنَايَةِ بِهِ نَحْوُ:

هَذَا الَّذِي تَعْرِفُ الْبَطْحَاءَ وَطَائِفَهُ
وَالْبَيْتُ يَعْرِفُهُ وَالْحِلُّ وَالْحَرَمُ

(۳) وَبَيَّانَ حَالِهِ فِي الْقُرْبِ وَالْبُعْدِ. نَحْوُ هَذَا يُوسُفُ.
وَذَاكَ أَخُوهُ وَذَلِكَ غُلَامُهُ.

(۴) وَالتَّعْظِيمِ. نَحْوُ إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ
أَقْوَمُ. وَذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ.

(۵) وَالتَّخْفِيرِ. نَحْوُ أَهَذَا الَّذِي يَذْكُرُ آلِهَتَكُمْ. فَذَلِكَ
الَّذِي يَدْعُ إِلَيْهِمْ.

ترجمہ: اسم اشارہ۔ اور اسم اشارہ کے ساتھ معرفہ اس وقت لایا جاتا ہے جب کہ وہ کسی معین چیز کو مخاطب کے ذہن میں حاضر کرنے کے لیے طریق واحد کے طور پر متعین ہو جائے یعنی احضار معنی کے لیے اسم اشارہ کے علاوہ دوسری کوئی سبیل نہ ہو۔ جیسا کہ تم کہتے ہو یعنی ہَذَا اُسے میرے پاس بچ دو اشارہ کرتے ہوئے ایسی چیز کی طرف کہ نہ تو تم اس کا نام جانتے ہو اور نہ اس کے وصف سے واقف ہو۔ اور جب اشارہ کرنا احضار معنی کے لیے معین نہ ہو تو اسم اشارہ دوسرے مقاصد اور اغراض کے لیے مستعمل ہوتا ہے۔

مثلاً (۱) کسی نادریا حیرت انگیز واقعہ یا حکم کو ظاہر کرنے کیلئے۔ جیسا کہ اس شعر میں۔
کم عاقل عاقل الخ ترجمہ شعر: کتنے بڑے بڑے دانشمند ہیں جن کے وسائل اور طرق معاش ٹھپ ہو کر رہ گئے اور کتنے نادان ہیں جن سے تم اس حال میں ملتے ہو کہ وہ خوش حال اور دولت مند ہیں یہ ایسا واقعہ ہے جس نے انسان کے نظریات اور خیالات کو منتشر اور تتر بتر کر دیا اور زبردست سے زبردست مذہبی عالم کو بھی لالہ لب اور بے دین بنا کر چھوڑ دیا ہے۔

(۲) اور کمال عنایت اور غایت توجہ کے لیے۔ جیسا کہ فرزدق کے اس شعر میں اسم اشارہ استعمال کیا گیا۔ هَذَا الَّذِي الخ۔

ترجمہ شعر: یہ (یعنی امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما) وہ شخص ہے جس کی رفتار و روش کو عرب کی پتھر پٹی زمین اچھی طرح پہچانتی ہے اور جس نے خانہ خدا اور حل و حرم کے سارے علاقے واقف ہیں۔

(۳) شی معین یعنی مشارالیه کی نزدیکی اور دوری کی حالت بیان کرنا۔ مثلاً ہذا یوسف اشارۃ قریب کے لیے۔ ذاک اخوۃ اشارۃ متوسط کے لیے۔ ذلک غلامۃ اشارۃ بعید کے لیے۔

(۴) شی معین یعنی مشارالیه کی تعظیم کے لیے۔ جیسے قرآن کریم میں ہے ”اِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلّٰی هِیْ اَقْوَمُ“ بے شک یہ قرآن دکھلاتا ہے وہ راستہ جو سیدھا اور درست ہے۔ دوسری مثال ذلک الکتاب لا رَیْبَ فِیْهِ وہ بلند مرتبہ والا قرآن جس کا چرچا ہر خاص و عام کی زبان پر ہے اس کے مُنزَل مِن اللّٰہ ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

(۵) شی معین یعنی مشارالیه کی تحقیر کے لیے جیسا کہ قرآن پاک میں کفار کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے کہنا اَهٰذَا الَّذِیْ یَدَّعٰی اِلَیْہِکُمْ کیا یہ وہی صاحب ہیں جو تمہارے معبودوں کو برا بھلا کہتے ہیں؟ دوسری جگہ فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدَّعِیْ سُوْدَہٗ شخص ہے جو یتیم کو دھتکارتا ہے۔

حَلَّ کَلِمَاتٍ نَحْمُ غَاقِلِ الْخِ غَاقِلٌ صیغہ صفت عقلاً و معقولاً عقلمند ہونا (ض) اَغِیْثٌ صیغہ واحد مَوْنٌ ماضی، اَغِیَآءٌ عاجز بنادینا از اَفْعَالٍ مَذَہَبُ جَمْع مَذَہَبٌ طریقے، راستے، یہاں حصول معاش کے طریقے مراد ہیں۔ جَاہِلٌ صیغہ صفت جہلاً و جہالۃ جاہل ہونا، نادان ہونا (س) تَلَقَّیْ صیغہ واحد مذکر حاضر، مضارع، لِقَاء پانا، ملاقات کرنا (س) تَمَرَّوْفاً صیغہ اسم مفعول، رِزْقاً، روزی پہنچانا، (ن) اَوْہَامٌ جمع وَهْمٌ دل میں جو خطرے گذریں، خیال۔ خَائِرَۃٌ صیغہ صفت، خَیْرَۃٌ و حَیْرَانَا، حیران ہونا (س) حَصِیْرٌ از تَعْمِیْلِ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف کر دینا، نِغْرَیْرٌ، عقلمند، حاذق سمجھ دار (ج) نَحَارَیْرٌ۔ زَنْدِیقٌ صیغہ صفت، بے دین (ج) زَنْدَاقٌ۔

تو توح فرزدق کے اس شعر کا واقعہ یوں ذکر کیا گیا ہے کہ خلیفہ ہشام بن عبد الملک ایک سال حج کی غرض سے مکہ معظمہ پہنچے، ملک شام کے سادات اور رؤسا بھی ان کے ہمراہ تھے جب وہ خانۃ کعبہ کے حجر اسود کو چومنے کے لیے آگے بڑھے تو لوگوں کے غیر معمولی ہجوم کی وجہ سے آگے نہ بڑھ سکے اسی اثنا

میں حضرت امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہما آگئے اور طواف کرنے لگے پھر حجر اسود کی طرف بڑھے تو سب لوگ آپ کے راستہ سے ہٹ گئے شام کے رُو سنانے حضرت امام کی جلالتِ شان کو دیکھ کر خلیفہ ہشام سے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ تو خلیفہ ہشام نے جواب دیا کہ میں انہیں نہیں پہچانتا۔ فرزدق قریب ہی کھڑا ہوا تھا۔ اس نے فوراً کہا کہ میں انہیں خوب پہچانتا ہوں اور یہ شعر پڑھنے لگا۔

(۱) هَذَا الَّذِي تَعْرِفُ الْبُطْحَاءُ وَطَائِفَةُ

وَالْبَيْتُ يَعْرِفُهُ وَالْحِلُّ وَالْحَرَمُ

(۲) هَذَا ابْنُ خَيْرِ عِبَادِ اللَّهِ كُلِّهِمْ

هَذَا النَّقِيُّ النَّقِيُّ الطَّاهِرُ الْعَلَمُ

(۳) وَلَيْسَ قَوْلُكَ مَنْ هَذَا بِضَائِرِهِ

الْعَرَبُ تَعْرِفُ مَنْ أَنْكَرْتَ وَالْعَجَمُ

(۴) إِذَا رَأَتْهُ فُرَيْشٌ قَالَ قَائِلُهَا

إِلَى مَكَارِمِ هَذَا يَنْتَهِي الْكَرَمُ

(۵) مِنْ مَعْشَرِ حُبِّهِمْ دِينٌ وَبَغْضِهِمْ

كُفْرٌ وَقُرْبُهُمْ مَنْجَا وَمُعْتَصِمٌ

(۶) هَذَا ابْنُ فَاطِمَةَ إِنْ كُنْتَ جَاهِلَهُ

بَجْدِهِ أَنْبِيَاءُ اللَّهِ قَدْ خُتِمُوا

ترجمہ اشعار

(۱) یہ وہ شخص ہے جس کو ارضِ بطحاء، زمینِ بیت اللہ، حل و حرم سب پہچانتے ہیں۔

(۲) یہ اللہ کے بندوں میں سے بہتر شخص کا صاحبزادہ ہے۔ یہ صاف ستھرا،

پرہیزگار، پاکیزہ اور سردار ہے۔

(۳) تیرا یہ کہنا ”یہ کون ہے؟“ ان کے لیے مضر نہیں کیوں کہ جس کا تو انکار

کر رہا ہے اس کو عربی اور عجمی سب جانتے ہیں۔

(۴) جب ان کو اہل قریش دیکھتے ہیں تو ان میں سے کہنے والا (بے ساختہ) کہہ اٹھتا ہے کہ اس کے افعال کریمانہ تک لوگوں کی بزرگی کی انتہا ہے۔

(۵) یہ ایسی جماعت سے (تعلق رکھتے ہیں) جن سے محبت رکھنا عین دین ہے اور دشمنی رکھنا کفر ہے اور ان کی قربت باعث نجات اور حفاظت ہے۔

(۶) یہ حضرت فاطمہ کا صاحبزادہ ہے، اگر تو ان سے ناواقف ہے۔ ان کے جد امجد پر نبیوں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔

یہ اشعار سن کر ہشام کو غصہ آگیا اور مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام ”عسفان“ میں فرزدق کو قید کر دیا، جب حضرت علی بن حسین کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرزدق کے پاس بارہ ہزار درہم بھیجے اور معذرت کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے پاس اس سے زیادہ ہوتے تو ہم زائد پیش کرتے، فرزدق نے کہا فرزند رسول! میں نے جو کچھ کہا ہے وہ صرف اللہ اور اس کے رسول کے لیے غصہ کی وجہ سے کہا ہے کچھ لینے کی غرض سے نہیں کہا، آپ نے فرمایا: آپ کا بہت بہت شکریہ، بات یہ ہے کہ ہم اہل بیت جب کوئی کام کر گزرتے ہیں تو اس میں لوٹتے نہیں، فرزدق نے آپ کے ہدیہ کو قبول کر لیا اور قید خانہ میں بھی ہشام کی بجو کر تار ہا پھر ہشام نے اس کو رہا کر دیا۔

اور کبھی اسم اشارہ سے معذرت اس غرض سے لاتے ہیں کہ سامع غمی اور کند ذہن ہوتا ہے جیسے فرزدق کے اس شعر میں۔

أُولَئِكَ أَبَائِي فَجَنَّبْنِي بِمِثْلِهِمْ
إِذَا جَمَعْتُنَا يَا جَرِيرُ الْمَجَامِعِ

ترجمہ شعر: یہ لوگ میرے باپ دادا ہیں۔ تم بھی اے جریر! ان کے جیسے اپنے باپ دادا پیش کر دو جب کہ اجتماعات ہم دونوں فریق کو اکٹھا کریں۔

(وَأَمَّا الْمَوْصُولُ) فَيُوتَى بِهِ إِذَا تَعَيَّنَ طَرِيقُ لِإِخْضَارِ
مَعْنَاهُ كَقَوْلِكَ الَّذِي كَانَ مَعْنَاهُ أَمْسَ مُسَافِرٍ إِذَا لَمْ تَكُنْ

تَعْرِفُ اسْمَهُ أَمَّا إِذَا لَمْ يَتَّعَيْنْ طَرِيقَ لِدَلِكْ فَيَكُونُ
لَاغَرَضٍ أُخْرَى.

(۱) كَالْتَعْلِيلِ نَحْوُ إِنْ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا.

(۲) وَاخْفَاءِ الْأَمْرِ عَنْ غَيْرِ الْمُخَاطَبِ نَحْوُ
وَإِخْلَصْتُ مَا جَادَ الْأَمِيرُ بِهِ
وَقَضَيْتُ حَاجَاتِي كَمَا أَهْوَى

(۳) وَالتَّشْبِيهِ عَلَى الْخَطَأِ نَحْوُ

إِنَّ الَّذِينَ تَرَوْنَهُمْ إِخْوَانُكُمْ
يَشْفِي غَلِيلَ صُدُورِهِمْ أَنْ تُضْرَعُوا

(۴) وَتَفْخِيمِ شَأْنِ الْمَحْكُومِ بِهِ نَحْوُ

إِنَّ الَّذِي سَمَكَ السَّمَاءَ بَنَى لَنَا
بَيْتًا دَعَائِمُهُ أَعَزُّ وَأَطْوَلُ

(۵) وَالتَّهْوِيلِ تَعْظِيمًا وَتَحْقِيرًا.. نَحْوُ فَغَشِيَهُمْ مِنَ الْيَمِّ

مَا غَشِيَهُمْ وَنَحْوُ مَنْ لَمْ يَذَرِ حَقِيقَةَ الْحَالِ قَالَ مَا قَالِ.

(۶) وَالتَّهْكُمِ نَحْوُ يَا أَيُّهَا الَّذِي نَزَلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ إِنَّكَ
لَمَجْنُونٌ.

ترجمہ: اسم موصول۔ معرفہ اسم موصول کے ساتھ اس وقت لایا جاتا ہے
جبکہ شی معین کو سامع کے ذہن میں متحضر کرنے کے لیے اسم موصول ہوتا
متعین ہو جائے مثلاً تم کہتے ہو کہ ”الَّذِي كَانَ مَعَنَا أَمْسٍ مُسَافِرٌ“ (یعنی جو
فصل کل ہمارے ساتھ تھا وہ ایک مسافر ہے)۔

دیکھئے! آپ نے یہ جملہ اس وقت استعمال کیا جب کہ آپ اس مسافر
کے نام سے واقف نہ تھے۔ اور جب اسم موصول احضار معنی کے لیے متعین

نہ ہو تو وہ دوسری بہت سی غرضوں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے مثلاً۔

(۱) اَظْهَارِ عِلَّتْ کے لیے جیسے قرآن شریف میں ہے اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزْلًا (بلاشبہ جو لوگ مومن ہیں اور اچھے کام کرتے ہیں ان کے لیے مہمانی کے طور پر فردوس کے باغ ہیں) (جنت کا اعلیٰ درجہ ہے) دیکھئے! یہاں ایمان اور عمل صالح کو حصول جنت کے لیے ملت قرار دیا گیا۔

(۲) واقعہ کو غیر مخاطب سے چھپانے کے لیے جیسے ۱۔ وَ اَخَذْتُ مَا جَادَ الْخِ ترجمہ شعر: امیر نے جو کچھ دیا میں نے اسے لے لیا اور میں نے اپنی ضرورتوں کو اسی طرح پورا کر لیا جس طرح کہ میں چاہتا تھا (دیکھئے! یہاں دی ہوئی چیز کا نام نہیں لیا گیا)

(۳) سَامِعٌ كُوْغُلُطًی پر تنبیہ کرنا۔ مثلاً اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَوَّنُوْهُمْ اِخْوَانُهُمْ الْخِ ترجمہ شعر: بے شک تم جن لوگوں کو سمجھتے ہو کہ وہ تمہارے بھائی ہیں (حقیقت یہ ہے کہ وہ تمہارے دشمن ہیں) ان کے سینوں کی دشمنیوں کو یہی چیز دور کر سکتی ہے کہ تم سب کے سب ہلاک کر دیئے جاؤ۔ کیا خوب کہا شاعر نے ع جس کو تم دوست سمجھتے تھے وہ دشمن نکلا

(۴) خبر کی شان بڑھانا جیسے اس شعر میں ۱۔ اِنَّ الَّذِيْ سَمَكَ السَّمَاءِ الْخِ ترجمہ شعر کا۔ بلاشبہ جس ذات گرامی نے آسمان کو اس قدر اونچا کیا ہے اسی نے ہمارے لیے ایک ایسا گھر بنایا ہے جس کے ستون بہت بڑے بڑے اور بہت لمبے لمبے ہیں۔

(۵) کسی واقعہ کو بڑا اور خطرناک بنا کر پیش کرنا خواہ بطور تعظیم ہو یا بطور تحقیر۔ تعظیم کی مثال جیسے فَعَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ چنانچہ فرعون اور اس کے لشکر پر سمندر کی وہ چیز بالکل چھا گئی جو کہ ان پر چھا چکی تھی اور تحقیر کی مثال جیسے مَنْ لَّمْ يَذَرْ حَقِيْقَةَ الْحَالِ قَالَ مَا قَالِ جو شخص حقیقت حال نہیں جانتا وہ ہی بولتا ہے جو بولتا ہے۔ (تو وہ جو چاہتا ہے کہتا ہے)

(۶) جہکم یعنی استہزاء کے لیے جیسے يَا اَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ

لَمْ يَخْنُوتْ اے وہ شخص جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے تو پاگل ہے۔
 لَوْحٌ: اِنَّ الدِّينَ تَرَوْنَهُمْ میں ترون کو تا کے ضمہ کے ساتھ مجہول پڑھنا دایتا
 زور دیتا زیادہ صحیح اور مناسب ہے اگرچہ رویت کو عقیدت کے معنی میں لے کر
 تا کے فتح کے ساتھ پڑھنا بھی درست ہے لیکن فضلاء نے تا کے فتح کے ساتھ
 معروف پڑھنے سے نہایت سختی کے ساتھ منع کیا ہے کیونکہ اس صورت میں
 رویت کے معنی یقین کے ہیں اور یقین میں خطا کا تصور بھی نہیں کیلجاسکتا۔
 حل کلمات: اَخَذْتُ واحد متکلم ماضی، اخذاً، لینا پکڑنا (ن) جاد، صیغہ واحد
 مذکر غائب بحث اثبات فعل ماضی معروف، اصل میں جَوَدَ تھا قَالَ کی طرح
 تعلیل ہوگئی جَادَ ہو گیا بجود جوداً، جاد بالمال مال خرچ کرنا۔ ہدیہ دینا
 (ن) قَضَيْتُ صیغہ واحد متکلم، ماضی، قضاء، قضی حاجتہ اس نے حاجت
 پوری کی (ض) حَاجَتِي یہ حاجۃ کی جمع ہے ضرورت کے معنی میں۔ اَهْوَى
 صیغہ واحد متکلم بحث مضارع معروف اصل میں اَهْوَى تھا یہ متحرک، ماقبل اس کا
 مفتوح لہذا یہ کو الف سے بدل دیا۔ هَوَى، يَهْوَى هَوَى (س) خواہش کرنا،
 رغبت کرنا، محبت کرنا۔ تَرَوْنَ صیغہ جمع مذکر حاضر بحث اثبات فعل مضارع
 مجہول اصل میں تَرَائُونَ تھا ہمزہ کی حرکت کو جو با نقل کر کے ماقبل میں دے
 کر اس کو تخفیفاً حذف کر دیا، تَرَوْنَ ہو ا پھر یہاء کے متحرک اور اس کے ماقبل میں
 فتح ہونے کے سبب سے اس کو الف سے بدل دیا، اب اجتماع ساکنین واقع ہوا
 الف اور واو کے درمیان، الف گر گیا تَرَوْنَ ہو گیا رَاَى یَرَى رَوَیۃ دیکھنا
 عموماً مجہول پڑھنے کی صورت میں ظن کے معنی میں لیتے ہیں جیسے تَرَوْنَ اَنی
 تَظُنُّونَ (ف) یَشْفِی صیغہ واحد مذکر غائب، مضارع، شفاء (ض) شفا دینا،
 تُضَرَّعُوا صیغہ جمع مذکر حاضر بحث اثبات فعل مضارع مجہول، ضَرَّعَا وِصْرَعَا
 (ف) پچھاڑ دینا، زمین پر گرادینا، اِنَّ الَّذِی سَمَّكَ الخ سَمَّكَ صیغہ واحد
 مذکر غائب، ماضی، سَمَّكَ بلند کرنا، کہا جاتا ہے سَمَّكَ اللّٰهُ السَّمَاءَ، اللہ نے
 آسمان کو بلند کیا۔ بَنَى (ض) بَنَانَا دَعَانُمُ جمع دَعَامَہ، ستون، کھمبا، اَعَزُّ
 صیغہ اسم تفضیل اصل میں اَعَزُّ تھا اولاً "ز" کی حرکت نقل کر کے ماقبل میں

دی پھر "ز" کا "ز" میں ادغام کر دیا اَعَزُّ ہو گیا باب صَرَب سے عَزَا و عِزَّة
قوی ہونا، عزیز ہونا اَطْوَلَ یہ بھی اسم تفضیل ہے باب نَصَرَ سے طَوَّلًا
وَطَوَّلًا کہا ہوتا، یہاں لبائی سے رفعت شان مراد ہے۔

(وَأَمَّا الْمُحَلِّي بِأَل) فَيُوتَى بِهِ إِذَا كَانَ الْغَرَضُ الْحِكَايَةَ
عَنِ الْجِنْسِ نَفْسِهِ نَحْوُ الْإِنْسَانِ حَيَوَانَ نَاطِقٍ. وَتُسَمَّى
الْجَنَسِيَّةُ أَوِ الْحِكَايَةُ عَنْ مَعْنَى مِنْ أَفْرَادِ الْجِنْسِ
وَعَهْدُهُ أَمَّا بِتَقْدِيمِ ذِكْرِهِ نَحْوُ (كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَى فِرْعَوْنَ
رَسُولًا فَعَصَى فِرْعَوْنَ الرَّسُولَ) وَأَمَّا بِحَضْرِهِ بِذَاتِهِ
نَحْوُ (الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ) وَأَمَّا بِمَعْرِفَةِ السَّامِعِ
لَهُ. نَحْوُ (إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ) وَتُسَمَّى أَل
عَهْدِيَّةً أَوِ الْحِكَايَةَ عَنْ جَمِيعِ أَفْرَادِ الْجِنْسِ نَحْوُ إِنَّ
الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ. وَتُسَمَّى أَلِ اسْتِغْرَاقِيَّةً. وَقَدْ يُرَادُ
بِأَلِ الْإِشَارَةُ إِلَى الْجِنْسِ فِي فَرْدٍ مَا نَحْوُ

وَلَقَدْ أَمَرْتُ عَلَى اللَّيْنِ يَسْبِي
فَمَضَيْتُ ثَمَّةَ قُلْتُ لَا يَغْنِيَنِي

وَإِذَا وَقَعَ الْمُحَلِّي بِأَلِ خَبَرًا أَفَادَ الْقَصْرَ نَحْوُ (وَهُوَ
الْفَقُورُ الْوُدُودُ)

ترجمہ: معرف باللام۔ اور الف ولام سے معرفہ اس وقت لایا جاتا ہے جبکہ
کلام کا مقصود صرف جنس کی حکایت ہو مثلاً إِنَّ الْإِنْسَانَ حَيَوَانَ نَاطِقٍ یعنی
جنس انسان حیوان ناطق ہے اور اس قسم کے الف ولام کو جنسی کے نام سے
موسوم کیا جاتا ہے۔ یا جب جنس کے افراد میں سے کسی فرد معبود و معین کی حکایت
مقصود ہو اور یہ عہدیت اور تعین فرد کئی قسموں پر ہے یا اس وجہ سے ہے کہ
فرد مقدم الذکر ہو۔ مثلاً آیت مذکورہ کے لفظ الرسول میں اس قسم کے الف لام

کو عہد ذکرى کا الف لام کہتے ہیں، یہاں الرسول سے مراد وہی رسول ہے جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے ترجمہ آیت جیسا کہ ہم نے بھیجا فرعون کی طرف ایک پیغمبر تو فرعون نے نافرمانی کی پیغمبر کی یعنی اسی پیغمبر کی جس کو ہم نے بھیجا تھا۔ یا اس وجہ سے کہ فرد خود موجود ہو مثلاً آیت مذکورہ کے لفظ الیوم میں اس قسم کے الف لام کو عہد حضورى کا الف لام کہتے ہیں یہاں الیوم (آج) یعنی یوم موجود معبودنى الخارج مراد ہے ترجمہ آیت۔ آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل اور تمام کر دیا۔

یا اس وجہ سے کہ اس فرد کو سامع پہلے ہی سے جانتا ہے جیسے آیت مذکورہ کے لفظ الشجرۃ میں۔ یہاں شجرہ سے مراد وہی شجرہ ہے جس کو صحابہ کرام جانتے تھے۔ بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بول کا درخت تھا جس کی جڑ کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے اور اس کی شاخ آپ کی پشت مبارک پر لٹک رہی تھی ترجمہ آیت جبکہ مسلمان بیعت کر رہے تھے آپ سے اس درخت کے نیچے اور اس قسم کے الف لام کو عہد ذہنی کا الف لام کہتے ہیں۔

یا معرف باللام لانے کا مقصد جنس کے تمام افراد کی حکایت ہو جیسے آیت مذکورہ کے لفظ الْإِنْسَان میں۔ یہاں الانسان سے مراد جمیع افراد انسان مراد ہیں۔ اس قسم کے الف لام کو الف لام استغراقی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور کبھی الف لام سے کسی فرد میں جنس کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ مثلاً شعر مذکور کے لفظ الْلَّيْمِ میں یہاں اللَّيْمِ سے مراد جنس اللَّيْمِ فی ضمن فرد آقاؐ ما ہے اسی لیے نکرہ کے معنی میں ہے اور اس کے ساتھ معاملہ بھی نکرہ ہی کا کیا گیا ہے۔ یہی وہ ہے کہ اس کو جملہ سے بھی متصف کیا گیا ہے۔ ترجمہ شعر: اور بخدا میں کبھی کبھی ایسے رذیل کے پاس سے بھی گذر تا ہوں جو مجھے گالیاں دیتا رہتا ہے چنانچہ میں اس سے گالیاں سنتا ہوا خاموش گذر جاتا ہوں اور میں اپنے دل سے کہتا ہوں کہ وہ مجھے گالیاں دینے کا ارادہ نہیں رکھتا (کہ میں ان گالیوں کا جواب دوں)

اور معرف باللام جب کبھی جملے میں خبر واقع ہو گا تو قصر کا فائدہ دے گا

مثلاً کلام باری میں وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ وہی یعنی اللہ تعالیٰ ہی بخشنے والا اور
محبت کرنے والا۔ یہاں مبتدأ لغو ہے۔

توضیح: دخول علیہ اللام یعنی جس لفظ پر الف لام داخل ہوں اس کی چار قسمیں
ہیں (۱) جنسی، (۲) استغراقی (۳) عہد خارجی (۴) اور عہد ذہنی اگر لام کے دخول
علیہ سے صرف نفس ماہیت مراد ہو تو اس کو جنسی کہیں گے جیسے الرَّجُلُ خَيْرٌ
مَنْ الْمَرْأَةِ اور دخول علیہ سے تمام افراد مراد ہوں تو اسے استغراقی کہیں
گے۔ جیسے إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ اور دخول علیہ سے بعض افراد معین مراد
ہوں تو اس کو عہد خارجی کے نام سے موسوم کرتے ہیں جیسے كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَى
فِرْعَوْنَ رَسُولًا فَعَصَى فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ اور اگر دخول علیہ سے بعض فرد
غیر معین مراد ہوں تو اس کو عہد ذہنی کے نام سے پکارتے ہیں جیسے أَخَافُ أَنْ
يَأْكُلَهُ الذَّنَبُ۔

حلّ کلمات: وَلَقَدْ أَمَرْتُ عَلَى الْخَامِرِ صِيغَةً وَاحِدَةً بحث مضارع معروف۔
اصل میں أَمَرْتُ تھا پہلی ”ر“ کی حرکت ”م“ کو دے کر ”ر“ کا ”د“ میں اوغام
کر دیا۔ باب نَصَرَ مُرُوزًا گزرتا، يَنْسُبُ صِيغَةً وَاحِدَةً کر غائب بحث اثبات
مضارع معروف اصل میں يَنْسُبُ تھا أَمَرْتُ کی تعلیل کی طرح اس میں بھی
تعلیل ہوگی۔ باب نَصَرَ سَبًّا وَسَبُّهُ سَخْتٌ گالی دینا، ثُمَّ اسْمٌ يَشَارِبُهُ إِلَى
المكان البعيد بمعنى هناك، یہ وہاں کے معنی میں ہے ایک اسم ہے جس
سے بُعد کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ لَا يَفْنَى صِيغَةً وَاحِدَةً کر بحث نفی فعل
مضارع معروف عَيْنَاةً (ض) توجہ کرنا، مراد لینا۔

(وَأَمَّا الْمُضَافُ لِمَعْرِفَةٍ) فَيُوتَى بِهِ إِذَا تَعَيَّنَ طَرِيقُ
لَا خَضَارَ مَعْنَاهُ أَيْضًا كَكِتَابِ سَيُوتَى وَسَفِينَةِ نُوحٍ أَمَّا
إِذَا لَمْ يَتَّعَيْنَ لِذَلِكَ فَيَكُونُ لَا غَرَضَ أُخْرَى۔
(۱) كَتَعَدُّ التَّعْدَادِ أَوْ تَعْسِرُهُ نَحْوُ أَجْمَعَ أَهْلَ الْحَقِ
عَلَى كَذَا وَاهْلَ الْبَلَدِ كِرَامَ۔

(۲) وَالْخُرُوجُ مِنْ تَبَعَةٍ تَقْدِيمِ الْبَعْضِ عَلَى الْبَعْضِ
نَحْوُ حَضَرَ أَمْرَاءُ الْجُنْدِ.

(۳) وَالتَّعْظِيمِ لِلْمُضَافِ نَحْوُ كِتَابِ السُّلْطَنِ حَضَرَ
أَوِ الْمُضَافِ إِلَيْهِ نَحْوُ هَذَا خَادِمِي أَوْ غَيْرِهِمَا نَحْوُ
أَخَوِ الْوَزِيرِ عِنْدِي.

(۴) وَالتَّخْفِيرِ لِلْمُضَافِ نَحْوُ هَذَا ابْنُ اللَّصِّ أَوِ الْمُضَافِ
إِلَيْهِ نَحْوُ اللَّصِّ رَفِيقُ هَذَا أَوْ غَيْرِهِمَا نَحْوُ أَخَوِ اللَّصِّ
عِنْدَ عَمْرٍو.

(۵) وَالْإِخْتِصَارُ لِضَبْقِ الْمَقَامِ نَحْوُ
هَوَايَ مَعَ الرَّكْبِ الْيَمَانِينَ مُضْعِدُ
جَنِيْبٍ وَجَنَمَانِي بِمَكَّةَ مُوثِقُ
بَذَلْ أَنْ يُقَالَ الَّذِي أَهْوَاهُ.

ترجمہ: مذکورہ معارف میں سے کسی ایک کی طرف مضاف ہونا۔ یہ اس وقت
لایا جاتا ہے جب کہ سامع کے ذہن میں مضاف کے معنی کو متحضر کرانے کے
لیے اضافت کا طریقہ بتائیں ہو یعنی معرفہ کی طرف اضافت کے بغیر مضاف
کے پہچاننے کا کوئی دوسرا طریقہ نہ ہو مثلاً کِتَابِ سَبْيُوِيَه وِسَفِيْنَةُ نُوح یعنی
سَبْيُوِيَه کی کتاب اور نُوح کی کشتی لیکن جب احضار معنی کے لیے یہ طریقہ متعین نہ
ہو تو یہ طریقہ اضافت الی المعرفہ بہت ہی دوسری غرضوں کے لیے بھی استعمال
کیا جاتا ہے جن میں سے بعض اغراض درج ذیل ہیں۔

(۱) مثلاً کبھی گنتی کی مجبوری اور دشواری کی بنا پر طریقہ اضافت کو استعمال
کرتے ہیں۔ جیسے مذکورہ مثالوں میں أَهْلُ الْحَقِّ اور أَهْلُ الْبَلَدِ کہ ان سب کو
گن کر بتانا ناممکن اور نہایت ہی دشوار ہے۔ دونوں مثالوں کا علی الترتیب
ترجمہ۔ اہل حق نے اس چیز پر اتفاق کیا ہے۔ اور شہر والے شریف ہیں۔

(۲) اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بعض پر مقدم کرنے سے جو بڑے نتائج پیدا ہوتے ہیں اس سے بچنے کے لیے اضافت الی المعروفہ کا طریقہ استعمال کرتے ہیں جیسے مثال مذکور میں اُمَراءُ الْجُنُودِ۔ سالارِ ان لشکر۔ یہاں اگر امیروں کے نام لیکر ذکر کیا جاتا تو مؤخر الذکر سالاروں میں ناراضی پھیل جانے کا احتمال تھا۔

(۳) اور کبھی تعظیم کی غرض سے مضاف کی تعظیم کے لیے اس کو معرفہ کی طرف اضافت کرتے ہیں جیسے كِتَابُ السُّلْطَانِ حَضَرَ۔ بادشاہ کا خط آیا۔ یا مضاف الیہ کی تعظیم کے لیے جیسے هَذَا خَادِمِي۔ یہ میرا نوکر ہے یا ان دونوں کے علاوہ کسی اور کی تعظیم کے لیے جیسے اَخُو الْوَزِيرِ عِنْدِي۔ وزیر کا بھائی میرے پاس ہے۔

(۴) اور کبھی تحقیر کی غرض سے بھی اضافت استعمال کرتے ہیں مثلاً مضاف کی تحقیر کے لیے جیسے هَذَا ابْنُ اللَّصِّ۔ یہ چور کا بیٹا ہے یا مضاف الیہ کی تحقیر کے لیے جیسے اللَّصُّ رَفِيقُ هَذَا۔ چور اس کا ساتھی ہے یا ان دونوں کے علاوہ کسی اور کی تحقیر کے لیے جیسے اَخُو اللَّصِّ عِنْدَ عَمْرٍو۔ چور کا بھائی عمر کے پاس ہے۔

(۵) تنگی مقام کی بنا پر بھی طریقہ اضافت مختصر اور مناسب ہوتا ہے جیسے جعفر بن علیہ حماسی کے شعر مذکور میں هَوَايَ ہے جو الْكَذْبَى اَهْوَاہُ کے عوض میں ہے۔ اور اس کی نسبت سے زیادہ مختصر ہے اور تنگی مقام کی بنا پر اس سے زیادہ مناسب بھی ہے۔ ترجمہ شعر میری معشوقہ یعنی مسافروں کے ساتھ طفیلی (تابع) کی حیثیت سے جا رہی ہے اور اس طرح میری بے بسی کا یہ عالم ہے کہ میرا جسم مکہ میں

محبوس اور اسیر ہے۔

حلّ کلمات: هَوَايَ هَوَايَ مصدر کی اضافت یائے متکلم کی طرف ہوئی، یہاں مصدر اسم مفعول کے معنی میں ہے مراد میرا محبوب، رَحْبَتْ مفرد بمعنی قافلہ جمع اَزْ رَحْبَتْ وِرْ كُؤْب۔ دس یا اس سے زیادہ پر اس کا اطلاق ہوتا ہے، مُضْعِدَةٌ اسم فاعل از افعال جانا، چلنا، هُوَ اَضْعَدَ اِلَى مَكَّةَ وہ مکہ گیا۔ جَنِيبٌ صِغَةُ صفت۔ از باب نَصَرَ و سَمِعَ جَنِبًا کُلُّ ہونا، یہاں فرمانبردار اور تابع ہونے کے معنی میں ہے جُنْمَانٌ بمعنی جسم، بدن، مُؤْتَقٌ۔ اسم مفعول از باب افعال اِثْنَانًا، رسی سے باندھنا۔

(وَأَمَّا الْمُنَادِي) فَيُوتِي بِهِ إِذَا لَمْ يُعْرِفْ لِلْمُخَاطَبِ
عُنْوَانٌ خَاصٌّ نَحْوُ يَارَجُلُ يَأْتِي وَقَدْ يُوتِي بِهِ لِلإِشَارَةِ
إِلَى عِلَّةٍ مَا يُطْلَبُ مِنْهُ نَحْوِيَا غَلَامٌ أَحْضِرِ الطَّعَامَ
وَيَاخَادِمُ اسْرِجِ الْقَرَسَ أَوْ لِعَرَضٍ يُمَكِّنُ إِعْتِبَارَهُ
هَلْهَنَامِمَا ذُكِرَ فِي النَّدَاءِ.

ترجمہ: اور منادی یعنی حرفِ ندا کے ذریعہ معرفہ۔ اس وقت لایا جاتا ہے
جبکہ متکلم کو مخاطب کا کوئی خاص عنوان اور نام معلوم نہ ہو مثلاً یَا رَجُلُ اے
مرد یا لُحْی اے جوان!

اور بھی منادی مطلوب منہ کی علتِ غائی کی طرف اشارہ کرنے کے لیے لایا
جاتا ہے مثلاً یَا غَلَامُ أَحْضِرِ الطَّعَامَ اے غلام! کھانا حاضر کر۔ یَاخَادِمُ اسْرِجِ
الْقَرَسَ اے نوکر! گھوڑے کا زین کس۔ یہاں یہ بتلایا گیا ہے کہ غلام اور نوکر
زین کسے اور کھانا حاضر کرنے کے لیے ہیں۔ یا منادی بھی ایسی غرض کے لیے
بھی لایا جاتا ہے کہ اغراضِ مذکورہ فی النداء میں سے جس کا اعتبار یہاں ممکن ہو۔

(وَأَمَّا النَّكِيرَةُ) فَيُوتِي بِهَا إِذَا لَمْ يُعْلَمَ لِلْمَخْصِي عَنْهُ جِهَةٌ
تَعْرِيفٍ كَقَوْلِكَ جَاءَ هَهُنَا رَجُلٌ إِذَا لَمْ يُعْرِفْ مَا يُعَيِّنُهُ مِنْ
عِلْمٍ أَوْ صِلَةٍ أَوْ نَحْوِهِمَا وَقَدْ يُوتِي بِهَا لِأَغْرَاضٍ أُخْرَى.
(۱) كَالْتَكْثِيرِ وَالتَّقْلِيلِ نَحْوُ لِفُلَانٍ مَالٌ. وَرِضْوَانٌ مِنَ
اللَّهِ أَكْبَرُ أَيْ مَالٌ كَثِيرٌ وَرِضْوَانٌ قَلِيلٌ.

(۲) وَالتَّعْظِيمِ وَالتَّحْقِيرِ نَحْوُ

لَهُ حَاجِبٌ عَنْ كُلِّ أَمْرٍ يَشِينُهُ

وَلَيْسَ لَهُ عَنْ طَالِبِ الْعُرْفِ حَاجِبٌ

(۳) وَالْعُمُومِ بَعْدَ النَّفْيِ. نَحْوُ مَا جَاءَ نَا مِنْ بَشِيرٍ فَإِنَّ

النِّكَرَةُ فِي سِيَاقِ النَّفْيِ تَعُمُّ.

(۴) وَقَصْدُ فِرْدٍ مَعِينٍ أَوْ نَوْعٍ كَذَلِكَ. نَحْوُ وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِّنْ مَّاءٍ.

(۵) وَإِخْفَاءُ الْأَمْرِ نَحْوُ قَالَ رَجُلٌ إِنَّكَ إِنْحَرَفْتَ عَنِ الصَّوَابِ تُخْفِي اسْمَهُ حَتَّى لَا يَلْحَقَهُ أَذَى.

ترجمہ اور نکرہ اس وقت لایا جاتا ہے جب محکی عنہ کی کوئی وجہ تعریف (معرفہ لانے کی وجہ) معلوم نہ ہو جیسے مہمارا قول جَاءَ هَهُنَا رَجُلٌ یہاں ایک شخص آیا اس وقت جبکہ تجھے اس شخص کے علم (نام) صلہ وغیرہ جیسے دیگر وجوہ تعریف معلوم نہ ہوں اور کبھی نکرہ دوسری مختلف غرضوں کے لیے بھی لایا جاتا ہے جیسے (۱) کسی چیز کی کثرت اور قلت کو بیان کرنے کے لیے جیسے لِفُلَانٍ مَالٌ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ الْكَبِيرُ۔ یعنی فلاں کے لیے زیادہ مال اور اللہ کی تھوڑی سی رضا مندی اور خوشنودی بھی بہت بڑی ہے۔

(۲) کسی کی تعظیم اور تحقیر کے لیے جیسے ابن ابی السمت کا قول۔

لَهُ حَاجِبٌ الْحِجَابُ اس شعر میں دونوں جگہ حاجب محل استشہاد ہے اول حاجب کی تنکیر تعظیم کے لیے ہے اور ثانی کی تنکیر تحقیر کے لیے ہے۔ ترجمہ شعر۔ مدوح کو ہر ایسے امر کے ارتکاب سے جو اسے عیب دار کر دے ایک ہزار روکنے والا ہے لیکن اسے طالب احسان و خیرات کو عطا کرنے سے کوئی چھوٹا روکنے والا بھی نہیں ہے۔

(۳) اور نکرہ نفی کے بعد عموم کا فائدہ دینے کے لیے لایا جاتا ہے جیسے مَا جَاءَ نَا مِنْ بَشِيرٍ غَيْرَ نَبِيٍّ آیا ہمارے پاس کوئی بشارت دینے والا۔ کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ نکرہ جب کفر نفی کے تحت واقع ہو تو عموم کا فائدہ دیتا ہے۔

(۴) اور کبھی اس غرض سے لایا جاتا ہے کہ جنس کے لحاظ سے کسی فرد معین یا کسی نوع معین کا اظہار مقصود ہوتا ہے مثلاً وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِّنْ مَّاءٍ اللّٰهُ تعالیٰ نے ہر جانور کو ایک خاص طرح کے پانی سے پیدا کیا ہے دیکھئے یہاں دابہ کو فرد معین ظاہر کرنے کے لیے نکرہ لایا گیا اور ماء کو نکرہ اس لیے لایا گیا تاکہ

نوع خاص کا اظہار ہو۔

(۵) کبھی کسی امر کو پوشیدہ رکھنے کی غرض سے بھی نکرہ کا استعمال کرتے ہیں مثلاً قَالَ رَجُلٌ إِنَّكَ إِنَحَرَفْتَ عَنِ الصَّوَابِ ایک شخص نے کہا کہ تم راہ راست سے ہٹ گئے ہو، دیکھئے! آپ نے یہاں رجل کہا اور نام کو اچھپائے رکھا۔ اس لیے تاکہ کہنے والے شخص کو مخاطب کی طرف سے کوئی تکلیف نہ پہنچے (بمخلاف قَالَ زَيْدٌ کے اس صورت میں قائل زید کو مخاطب کی طرف سے اذیت پہنچنے کا خطرہ ہے)

حَلَّ کلمات: حَاجَبٌ: اسم فاعل روکنے والا حَجَبًا وَحِجَابًا (ن) روکنا، دربان کو بھی حاجب کہتے ہیں یَشِينُ: صیغہ واحد مذکر غائب، مضارع بالکل یَنْبَغُ کی طرح تعلیل ہے اصل میں یَشِينُ تھا یا ء کی حرکت ماقبل گئی یَشِينُ ہو گیا شینا (ض) عیب لگانا۔

أَبَابُ الْخَامِسُ فِي إِذَا طَلَقَ وَالتَّقْيِيدِ

إِذَا اقْتَصَرَ فِي الْجُمْلَةِ عَلَى ذِكْرِ الْمُسْنَدِ وَالْمُسْنَدِ إِلَيْهِ. فَالْحُكْمُ مُطْلَقٌ وَإِذَا زِيدَ عَلَيْهِمَا شَيْءٌ مِمَّا يَتَعَلَّقُ بِهِمَا أَوْ بِأَحَدِهِمَا فَالْحُكْمُ مُقَيَّدٌ وَالْإِطْلَاقُ يَكُونُ حَيْثُ لَا يَتَعَلَّقُ الْغَرَضُ بِتَقْيِيدِ الْحُكْمِ بِوَجْهِهِ مِنَ الْوُجُوهِ لِيَذْهَبَ السَّمْعُ فِيهِ كُلُّ مَذْهَبٍ مُمَكِّنٍ. وَالتَّقْيِيدُ حَيْثُ يَتَعَلَّقُ الْغَرَضُ بِتَقْيِيدِهِ بِوَجْهِهِ مَخْصُوصٍ لَوْلَمْ يُرَاعَ تَقَوُّتُ الْقَائِدَةُ الْمَطْلُوبَةُ _____ وَلِتَفْصِيلِ هَذَا الْإِجْمَالِ نَقُولُ _____ إِنَّ التَّقْيِيدَ يَكُونُ بِالْمَفَاعِيلِ وَنَحْوِهَا وَالنَّوَاسِخِ وَالشَّرْطِ وَالنَّفْيِ وَالتَّوَابِعِ وَغَيْرِ ذَلِكَ.

پانچواں باب اطلاق اور تقیید کے بیان میں

ترجمہ: جب کلام میں صرف مند اور مسند الیہ کے ذکر پر اکتفاء کیا جائے (ان دونوں کے تعلقات سے صرف نظر کی جائے) تو ایسے وقت کلام میں حکم مطلق رہے گا۔ اور جب ان دونوں پر کسی ایسی چیز کا اضافہ کر دیا جائے جو ان دونوں سے وابستہ ہو یا ان دونوں میں سے کسی ایک سے متعلق ہو تو ایسے وقت کلام میں حکم مقید رہے گا۔

اور اطلاق ہر اس جگہ تحقق ہو گا جہاں حکم کی غرض طرق تقیید میں سے کسی طریقہ کے ساتھ حکم کو مقید کرنے سے متعلق نہ ہو۔ تاکہ سامع اس صورت میں ہر ممکن طریقہ پر چل سکے اور تقیید وہاں ہو گی جہاں حکم کی غرض حکم کو کسی ایسی مخصوص صورت سے مقید کرنے سے متعلق ہو گی کہ اگر اس مخصوص صورت کا لحاظ نہ کیا جائے تو وہ فائدہ ہی فوت ہو جائے گا جو کلام سے مطلوب تھا۔ اس مجمل قول کی تفصیل ہم اس طور سے کرتے ہیں کہ جملے کو کسی قید سے مقید کرنا چند امور سے ہوتا ہے مثلاً مفاعیل اور ان کی طرح دوسرے امور جیسے حال، تمیز اور استثناء اسی طرح نواح یعنی افعال ناقصہ، شرط، نفی اور توابع وغیرہ سے۔

وَأَمَّا الْمَفَاعِيلُ وَنَحْوُهَا، فَالتَّقْيِيدُ بِهَا يَكُونُ لِبَيَانِ
نَوْعِ الْفِعْلِ أَوْ مَا وَقَعَ عَلَيْهِ أَوْ فِيهِ أَوْ لِإِجْلَالِهِ أَوْ بِمُقَارَنَتِهِ
أَوْ بَيَانِ الْمُبْتَهَمِ مِنَ الْهَيْئَةِ وَالذَّاتِ أَوْ بَيَانِ عَدَمِ شُمُولِ
الْحُكْمِ. وَتَكُونُ الْقِيُودُ مَحْطُ الْفَائِدَةِ وَالْكَلَامِ بِذَوْنِهَا
كَاذِبًا أَوْ غَيْرَ مَقْصُودٍ بِالذَّاتِ نَحْوُ (وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لِأَعْيُنٍ)

ترجمہ: مفاعیل خمسہ اور ان جیسے دیگر امور کے ساتھ حکم کو مقید کرنا مختلف عرضوں کے لیے ہوتا ہے کبھی تو فعل کی نوعیت بیان کرنے کے لیے تقیید ہوتی ہے (جیسا کہ مفعول مطلق میں ہوتا ہے مثلاً اُنْكَرْمَتْ اِكْرَامَ اَهْلِ الْعِلْمِ) یا کبھی

اس چیز کو بیان کرنے کے لیے ہوتی ہے جس فعل واقع ہوتا ہے (جیسا کہ مفعول بہ میں نحو حَفِظْتُ الْقُرْآنَ) یا کبھی اس چیز کو بیان کرنے کے لیے ہوتی ہے جس میں فعل واقع ہوتا ہے (جیسا کہ مفعول فیہ اور ظرف میں مثلاً جَلَسْتُ أَمَامَكَ) یا کبھی اس چیز کو بیان کرنے کے لیے ہوتی ہے جس کے لیے فعل لایا جاتا ہے (جیسا کہ مفعول لہ میں نحو ضَرْبْتُ قَادِيْنًا) یا کبھی اس چیز کو بیان کرنے کے لیے ہوتی ہے جس کے ساتھ فعل مقارن ہوتا ہے (جیسا کہ مفعول معہ میں نحو مِرْثٌ وَطَرِيقُ الْمَدِيْنَةِ) اور کبھی مجہم بیت (حال میں) اور مجہم ذات (تمیز میں) کو بیان کرنے کے لیے ہوتی ہے جیسا کہ ضَرْبْتُ قَاتِمًا (حال میں) وَطِئْتُ نَفْسًا (تمیز میں) یا کبھی اس چیز کو بیان کرنے کے لیے عقیدہ ہوتی ہے کہ حکم عام نہیں ہے (جیسا کہ صفات مُخَصَّصہ میں مثلاً تو کہتا ہے جَانَنِي رَجُلٌ عَالِمٌ اس سے معلوم ہوا کہ مجہبت رَجُل عام نہیں ہے بلکہ خاص ہے یعنی مجہبت رَجُل عالم ہے کیوں کہ اگر آپ کہتے رَجُل تو اس میں مجہبت رَجُل عالم و جاہل دونوں کو شامل ہوتی لہذا عالم کی قید سے جاہل خارج ہو گیا۔ اور ان تمام امور عقیدہ میں قیود کی حیثیت ایک منزل مقصود کی طرح ہے جن کے بغیر پورا کلام کاذب یا غیر مقصود بالذات ہو کر رہ جاتا ہے (اس لیے کہ یہ امر واضح ہے کہ کلام خواہ وہ مثبت ہو یا نفی جب کبھی کسی قید زائد پر حاوی ہوتا ہے تو اس وقت کلام میں اس قید کی حیثیت غرض خاص اور مقصود اصلی کی ہوتی ہے لہذا اس قید کے بغیر اگر کلام لایا جاتا ہے تو وہ لاحق حاصل اور بے سود ہوتا ہے) مثال کے طور پر آیت کریمہ کُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآذِنُوا لَهُ ادْنُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَعَالَى" وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا عَيْنًا مِنْ قُدْرَتِهِ وَإِنَّ أَعْيُنَكُمْ عَلَى الْغُورِ" (غور کرنے سے آپ پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ آیت کریمہ میں لا عینین (یعنی فضول اور بے فائدہ) کی قید ہی غرض خاص ہے اور اسی کی نفی کلام میں مقصود اصلی ہے ورنہ اس قید کے بغیر کلام کاذب ہو جاتا ہے)

(وَأَمَّا النَّوَاسِخُ) فَالتَّقْيِيدُ بِهَا يَكُونُ لِلْأَعْرَاضِ الَّتِي
تُؤَدِّيهِهَا مَعَانِي الْفَاطِ النَّوَاسِخُ كَالِاسْتِمْرَارِ أَوِ الْحِكَايَةِ
عَنِ الزَّمَنِ فِي كَانَ. وَالتَّوْقِيتِ. بِزَمَنٍ مُعَيَّنٍ فِي ظَلٍّ.
وَبَلَتْ. وَأَصْبَحَ. وَأَمْسَى. وَأَضْحَى أَوْ بِحَالَةٍ مُعَيَّنَةٍ فِي
دَامَ وَالْمُقَارَبَةِ فِي كَادَوْ كَرَبَ وَأَوْشَكَ. وَالْيَقِينِ فِي
وَجَدَ وَالْفِي وَدَرَى وَتَعَلَّمَ وَهَلُمَّ جَرًّا.
فَالْجُمْلَةُ فِي هَذَا اتَّعَقَدُ مِنَ الْإِسْمِ وَالْخَبَرِ أَوْ مِنَ
الْمَفْعُولَيْنِ فَقَطْ فَإِذَا قُلْتَ ظَنَنْتُ زَيْدًا قَائِمًا فَمَعْنَاهُ زَيْدٌ
قَائِمٌ عَلَى وَجْهِ الظَّنِّ.

ترجمہ: اور نواسخ۔ (نواسخ سے مراد افعال ناقصہ اور افعال مقاربہ وغیرہ ہیں جو مبتدأ اور خبر کے حکم کو منسوخ کر دیتے ہیں) ان سے حکم کو جملوں میں مقید کرنا انہی اغراض و مقاصد کے لیے ہوتا ہے جن کو کلمات نواسخ کے معانی پیدا کرتے ہیں۔ مثلاً استمرار یعنی کسی حکم کا ہمیشہ جاری رہنا یا زمانہ کی حکایت بیان کرنا کلمہ کان میں جیسا کہ تم کہتے ہو وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا بَصِيرًا۔ اور كَانَ زَيْدٌ مُنْطَلِقًا پہلی مثال استمرار مطلق کی ہے۔ اور دوسری حکایت زمانہ ماضی کی یا حکم کو کسی معین زمانہ کے ساتھ موقت کرنا مثلاً ظَلَّ میں دن کے ساتھ، أَصْبَحَ میں صبح کے ساتھ، اَمْسَى میں شام کے ساتھ اور اَضْحَى میں وقت چاشت کے ساتھ حکم کو مقید کرتے ہیں۔ یا کسی چیز کو حالت معینہ کے ساتھ موقت کرنا جیسا کہ دَامَ میں اسی طرح مقاربت کاد، کرب اور أَوْشَكَ افعال مقاربہ میں۔ اسی طرح یقین وَجَدَ، اَلْفَى، دَرَى اور تَعَلَّمَ افعال قلوب میں اسی طرح تمام نواسخ کو سمجھ لیجئے۔

واضح ہو کہ جملوں کو نواسخ سے مقید کرنے کی صورتوں میں جملہ کبھی اسم اور خبر سے بنتا ہے اس صورت میں نواسخ، حکم کے لیے صرف قیود کی حیثیت

رکھتے ہیں اور یہ غیر افعال قلوب سے متعلق ہیں۔ اور کبھی صرف دو مفعولوں سے، یہ دوسری صورت افعال قلوب سے وابستہ ہے کیونکہ اس صورت میں دونوں مفعول دراصل مبتداء اور خبر کی حیثیت کے حامل ہیں اور یہ افعال قیود کے۔ لہذا جب آپ ظننت زیداً قائماً کہیں گے تو اس کے معنی ہوں گے زیداً فانم علی وجہ الظن (یہاں جملہ دو مفعول سے بنا اور فل ظن حکم جملہ کے لیے قید بنا)

(أَمَّا الشَّرْطُ) فَالتَّقْيِيدُ بِهِ يَكُونُ لِلْأَعْرَاضِ الَّتِي تُؤَدِّيهِهَا مَعَانِي أَدْوَاتِ الشَّرْطِ كَالزَّمَانِ فِي مَتَى وَأَيَّانَ وَالْمَكَانِ فِي آيْنٍ وَأَنَّى وَحَيْثُمَا وَالْحَالِ فِي كَيْفَمَا وَاسْتِيفَاءِ ذَلِكَ وَتَحْقِيقِ الْفَرْقِ بَيْنَ الْأَدْوَاتِ يُذَكِّرُ فِي عِلْمِ النَّحْوِ وَأَنَّمَا يُفَرِّقُ هَهُنَا بَيْنَ إِنْ وَإِذَا وَلَوْ لَا خِتْصَاصِهَا بِمَزَايَا تَعُدُّ مِنْ وَجُوهِ الْبَلَاغَةِ فَإِنْ وَإِذَا لِلشَّرْطِ فِي الْإِسْتِقْبَالِ وَلَوْ لِلشَّرْطِ فِي الْمَضِيِّ. وَالْأَضْلُ فِي اللَّفْظِ أَنْ يَتَّبِعَ الْمَعْنَى فَيَكُونُ فِعْلًا مُضَارِعًا مَعَ إِنْ وَإِذَا وَمَاضِيًا مَعَ لَوْ نَحْوُ وَإِنْ يَسْتَعْيِثُوا يُعَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ. وَإِذَا تُرِدُّ إِلَى قَلِيلٍ تَقْنَعُ. وَلَوْ شَاءَ لَهَذَا كُمْ أَجْمَعِينَ.

ترجمہ: اور شرط سے حکم کو مقید کرنا انہی اغراض اور اسباب کے لیے ہوتا ہے جن کو حسب موقع حروف شرط کے معانی پیدا کرتے ہیں۔ مثلاً زمانہ مستقبل کے لیے حروف متی، ایان ہیں اور مکان کے لیے ادوات این، انی اور حیثما ہیں۔ اور حال کے لیے کیفما ہے۔ اس کا پورا بیان اور تمام ادوات شرط کے مابین فرق کی تحقیق علم نحو میں مذکور ہے۔ یہاں صرف تین حروف یعنی ان اذا اور لو کے باہمی امتیازات اور فروق بیان کئے جائیں گے، کیونکہ ان حروف کو ایسے نفس معنوں اور بہترین وصفوں سے خصوصی تعلق ہے جو بلاغت کے اقسام میں شمار ہوتے ہیں۔ تو واضح ہو کہ ان اور لوا دونوں حروف شرط کے لیے

مستقبل میں استعمال ہوتے ہیں اور لو شرط کے لیے زمانہ ماضی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اور لفظ میں یہ قاعدہ کلیہ یاد رکھنا چاہیے کہ لفظ معنی کے تابع ہوتا ہے لہذا شرط میں ان اور اذا کے حرفوں کے ساتھ فعل مضارع ہو گا اور حرف لو کے ساتھ فعل ماضی۔ مثلاً آیت کریمہ **وَإِنْ يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُ بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ** میں ان کے ساتھ فعل مضارع مستقبل ہوا۔ ترجمہ آیت اور روزِ خی اگر فریاد کریں گے تو انہیں ایسا پانی ملے گا جیسے پیپ یا تیل کی تچھٹ۔ اسی طرح اس قول **وَإِذَا تَوَدَّ إِلَى قَلِيلٍ تَفْتَحُ** میں اذا کے ساتھ فعل مضارع استعمال کیا گیا۔ ترجمہ اور جب تم تمھاری ہی چیز کی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے تو قناعت کر لو گے۔ اور اس آیت کریمہ **”وَلَوْ شَاءَ لَهَدَّكُمْ أَجْمَعِينَ“** میں لو کے ساتھ فعل ماضی استعمال کیا گیا۔ ترجمہ آیت۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم سب کو ہدایت یافتہ کر دیتا۔ فائدہ اگر کسی جگہ ان تینوں کا استعمال اس قاعدے کے عکس ہو تو سمجھ لیجئے کہ وہاں ضرور کسی لطیف نکتے کا اعتبار کیا گیا ہے ورنہ کلام میں بے موقع کلمات کا استعمال کلام کی ساری خوبی کو مٹا کر رکھ دے گا۔

وَالْفَرْقُ بَيْنَ إِنْ وَإِذَا أَنَّ الْأَصْلَ عَدَمُ الْجَزْمِ بِوُقُوعِ الشَّرْطِ مَعَ إِنْ وَالْجَزْمُ بِوُقُوعِهِ مَعَ إِذَا وَلِهَذَا غَلَبَ اسْتِعْمَالُ الْمَاضِي مَعَ إِذَا فَكَانَ الشَّرْطُ وَاقِعًا بِالْفِعْلِ بِخِلَافِ إِنْ فَإِذَا قُلْتَ إِنْ أَبْرَأَ مِنْ مَرَضِي أَنْتَصَدَّقْ بِالْفِ دِينَارٍ كُنْتَ شَاكًا فِي الْبُرْءِ وَإِذَا قُلْتَ إِذَا بَرَأْتُ مِنْ مَرَضِي تَصَدَّقْتُ كُنْتَ جَازِمًا بِهِ أَوْ كَالْجَازِمِ وَعَلَى ذَلِكَ فَلَا خَوَالَ النَّادِرَةَ تُذَكِّرُ فِي حَيْزَانٍ وَالْكَثِيرَةَ فِي حَيْزٍ إِذَا وَمِنْ ذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى (فَإِذَا جَاءَ تَهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوا لَنَا هَذِهِ وَإِنْ تُصِيبُهُمْ سَيِّئَةٌ يَطَّيَّرُوا بِمُوسَى وَمَنْ مَعَهُ) فَلْيَكُونِ مَجِيءُ الْحَسَنَةِ مُحَقِّقًا (إِذَا الْمُرَادُ بِهَا مُطْلَقٌ

الْحَسَنَةُ الشَّامِلُ لِأَنْوَاعٍ كَثِيرَةٍ كَمَا يُفْهَمُ مِنَ التَّعْرِيفِ
بِأَلِ الْحَسَنِیَّةِ (ذِكْرٌ مَعَ إِذَا وَغَبَّرَ عَنْهُ بِالْمَاضِي وَلَكُونُ
مَجْئِ السَّيِّئَةِ نَادِرًا) إِذَا الْمُرَادُ بِهَا نَوْعٌ مَخْصُوصٌ كَمَا
يُفْهَمُ مِنَ التَّكْثِيرِ وَهُوَ الْجَذْبُ (ذِكْرٌ مَعَ إِنْ وَغَبَّرَ عَنْهُ
بِالْمُضَارِعِ فَفِي الْآيَةِ مِنَ وَصَفِهِمْ بِإِنْكَارِ النِّعَمِ وَشِدَّةِ
التَّحَامُلِ عَلَى مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا لَا يَخْفَى .

ترجمہ: اور ان اور اذا کے درمیان فرق۔ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ان کے ساتھ
شرط کا واقع ہونا یقینی نہیں ہے۔ اور اذا کے ساتھ شرط کا واقع ہونا یقینی ہے۔ یہی
وجہ ہے کہ اذا کے ساتھ ماضی کا استعمال زیادہ ہوتا ہے گویا اس صورت میں
شرط بالفعل واقع ہوتی ہے بخلاف کے اہ اس کے ساتھ فعل مضارع کا استعمال
زیادہ ہوتا ہے یہی تبعیۃ اللفظ للمعنی کا اقتضاء ہے تو جب آپ کہو گے اِنْ
اَبْرَأَ مِنْ مَرَضِيْ تَصَدَّقْ بِالْفِ دینار۔ اگر میں اپنی بیماری سے اچھا ہو جاؤں
تو ایک ہزار اشرفیاں صدقہ کروں گا۔ تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ تم اپنے
بری ہونے میں شک کر رہے ہو۔ اور جب آپ یہ کہتے ہو کہ اِذَا بَرِئْتُ مِنْ
مَرَضِيْ تَصَدَّقْتُ۔ تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تم اپنے بری ہونے پر پورا
یقین رکھتے ہو یا کم از کم یقین رکھنے والے کی طرح غالب گمان رکھنے والے
ہو۔ اسی قاعدہ کلیہ کی وجہ سے ان تمام حالات کا تذکرہ جن کا وقوع کبھی کبھی
ہوا کرتا ہے حرف ان کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ تمام حالات جن کا وقوع کثرت
سے ہوتا ہے ان کا ذکر اذا کے تحت ہوتا ہے۔ ان دونوں کی مثالوں میں یہ
آیت کریمہ ہے فَاِذَا جَاءَتْهُمْ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهِ وَاِنْ تُصِیْهِمْ سَيِّئَةٌ
يَّظُنُّوْا بِمُوسٰی وَ مِنْ مَعَدِّ۔ ترجمہ آیت۔ جب ان کے پاس بھلائی آتی تو وہ
لوگ کہتے کہ یہ تو ہمارے ہی حصے کی ہے اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچتی تو وہ
حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں سے بد فالی لینے لگتے اور ان کو

نامبارک اور منحوس کہتے (العیاذ باللہ)

چونکہ حسنه کا آنا محقق ہے۔ کیونکہ حسنه سے مطلق حسنه مراد ہے جو کہ اپنے تمام اقسام و انواع (مثلاً خوش حالی، مال اور اولاد کی کثرت اور تواضع فراموشی وغیرہ) کو شامل ہے اس لیے حسنه کا ذکر ازا کے ساتھ کیا گیا ہے اور اس کی تعبیر فعل ماضی سے کی گئی اور سیہ کا آنا چونکہ تادر الوقوع ہے۔ کیونکہ سیہ سے ایک خاص قسم کا سیہ مراد ہے جیسا کہ سیہ کے نکرہ لانے سے سمجھ میں آرہا ہے اور وہ قحط سالی ہے جس کا وجود کم ہوتا ہے اس لیے اس کو ان کے ذریعہ بیان کیا گیا اور اس کی تعبیر فعل مضارع سے کی گئی بہر حال آیت مذکورہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مخالفین کو جو نعم الہیہ کے انکار اور حضرت موسیٰ پر بے حد مظالم ڈھانے کے ساتھ متصف کیا گیا ہے وہ بالکل ظاہر ہے کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔

وَلَوْ لِلشَّرْطِ فِي الْمَضِيِّ وَلِذَلِكَ الْفِعْلُ الْمَاضِي نَحْوُ
(وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَأَسْمَعَهُمْ) وَمِمَّا تَقَدَّمَ يُعْلَمُ أَنَّ
الْمَقْصُودَ بِالذَّاتِ مِنَ الْجُمْلَةِ الشَّرْطِيَّةِ هُوَ الْجَوَابُ
فَإِذَا قُلْتَ إِنَّ اجْتَهِدْ زَيْدٌ أَكْرَمَتْهُ كُنْتَ مُخْبِرٌ بِأَنَّكَ
سَتُكْرِمُهُ وَلَكِنْ فِي حَالِ حُصُولِ الْاجْتِهَادِ لَا فِي عُمُومِ
الْأَحْوَالِ وَيَتَفَرَّغُ عَلَى هَذَا أَنَّهَا تُعَدُّ خَبَرِيَّةً أَوْ انْشَائِيَّةً
بِاعْتِبَارِ جَوَابِهَا.

ترجمہ: اور حرف لو شرط کے لیے ماضی میں استعمال کیا جاتا ہے اسی وجہ سے فعل ماضی اس سے متصل ہوتا ہے مثلاً وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَأَسْمَعَهُمْ ترجمہ آیت۔ اور اگر اللہ تعالیٰ ان میں کسی طرح کی بھلائی سمجھتا تو ضرور انہیں سنا۔ اوپر ذکر کئے ہوئے بیان سے یہ معلوم ہو گیا کہ جملہ شرطیہ میں مقصود بالذات جواب (جزاء) ہوا کرتا ہے (اور شرط کی حیثیت ایک قید سے زیادہ نہیں ہوتی) لہذا جب آپ کہتے ہیں۔ ان اجْتَهِدْ زَيْدٌ أَكْرَمَتْهُ اگر زید نے

محنت اور کوشش کی تو میں اسے انعام دوں گا۔ تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس جملہ سے اس بات کی خبر دیتے ہیں کہ زید کو عنقریب انعام دیں گے لیکن اس حال میں کہ اس سے محنت اور کوشش بھی ہو یہ مطلب نہیں کہ آپ اسے ہر حال میں انعام دیں گے اور اس بناء پر (یعنی جملہ شرطیہ میں جواب اصل ہے) اپنے جواب کے اعتبار سے جملہ شرطیہ خبر یہ شمار ہو گا یا انشائیہ ہو گا (تو اگر جواب خبر ہو تو شرطیہ خبر ہو گا۔ اور انشائی ہو تو شرطیہ انشائی کہلائے گا)

(وَأَمَّا النَّفْيُ) فَالتَّفْيِيدُ بِهِ يَكُونُ بِسَلْبِ النِّسْبَةِ عَلَى وَجْهِ مَخْصُوصٍ مِمَّا تُفِيدُهُ آخِرُفُ النَّفْيِ وَهِيَ سِتَّةٌ لَا. وَمَا. وَإِنْ. وَلَنْ. وَلَمْ. وَلَمَّا. فَلَا لِلنَّفْيِ مُطْلَقًا وَمَا وَإِنْ لِلنَّفْيِ الْحَالِ إِنْ دَخَلَ عَلَى الْمَضَارِعِ. وَلَنْ لِلنَّفْيِ الْإِسْتِقْبَالَ. وَلَمْ وَلَمَّا لِلنَّفْيِ الْمَضِيَّ الْأَنَّهٗ بَلَمَّا يَنْسَحِبُ عَلَى زَمَنِ التَّكْلُمِ وَيَخْتَصُّ بِالْمُتَوَقَّعِ وَعَلَى هَذَا فَلَا يُقَالُ لَمَّا يَقُمْ زَيْدٌ ثُمَّ قَامَ. وَلَا لَمَّا يَجْتَمِعُ التَّقِيضَانِ كَمَا يُقَالُ لَمْ يَقُمْ ثُمَّ قَامَ وَلَمْ يَجْتَمِعَا. فَلَمَّا فِي النَّفْيِ تَقَابُلٌ قَدْ فِي الْإِثْبَاتِ وَحِينَئِذٍ يَكُونُ مِنْفِيهَا قَرِيبًا مِنَ الْحَالِ فَلَا يَصَحُّ لَمَّا يَجِيءُ مُحَمَّدٌ فِي الْعَامِ الْمَاضِي.

ترجمہ: اور نفی سے حکم اس لیے مقید کیا جاتا ہے تاکہ نسبت کو ایسے مخصوص طرز پر سلب کیا جائے جو حروف نفی سے حاصل ہو۔ اور حروف نفی چھ ہیں لا، ما، ان، لن، لم اور لَمَّا ما اور ان زمانہ حال کی نفی کے لیے استعمال کئے جاتے ہیں اس شرط کے ساتھ کہ وہ فعل مضارع پر داخل ہوں اور لمن زمانہ قبل کی نفی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اور لم اور لَمَّا یہ دونوں زمانہ ماضی کی نفی کے لیے آئے جاتے ہیں ہاں ان دونوں میں ایک فرق تو یہ ہے کہ لما کے ذریعہ جوئی جوتی ہے وہ زمانہ تکلم تک جاری رہتی ہے اور دوسرا فرق یہ ہے کہ لما کے ذریعہ جوئی

ہوتی ہے وہ متوقع الحصول چیزوں کے ساتھ خاص ہوتی ہے (بخلاف لم کے اس سے جس چیز کی نفی ہوتی ہے وہ کبھی متوقع الحصول بھی ہوتی ہے اور کبھی غیر متوقع الحصول بھی) لہذا اس قاعدے کے مطابق لَمَّا يَقُمْ زَيْدٌ ثُمَّ قَامَ اور لَمَّا يَجْتَمِعُ الْقَيْصَانُ کہنا صحیح نہ ہوگا جس طرح کہ لَمْ يَقُمْ ثُمَّ قَامَ اور التَّقِيضَانُ لَمْ يَجْتَمِعَا کہنا صحیح ہوگا۔

الغرض نفی میں لَمَّا کی وہی حیثیت ہے جو اثبات میں قَدْ کی ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح قَدْ اثبات کو حال سے قریب کرتا ہے اسی طرح لَمَّا نفی کو حال سے قریب کرتا ہے۔ اور ایسے وقت بھی وہ امر جو لَمَّا کے واسطے سے منتفی ہوا ہو حال سے قریب ہوتا ہے لہذا لَمَّا يَجْنِي مُحَمَّدٌ فِي الْعَامِ الْمَاضِي کہنا درست نہ ہوگا۔

(وَأَمَّا التَّوَابِعُ) فَالتَّقْيِيدُ بِهَا يَكُونُ لِلْإِعْرَاضِ الَّتِي تَقْصِدُ مِنْهَا. فَالْنَعْتُ يَكُونُ لِلتَّمْيِيزِ نَحْوُ حَضَرَ عَلِيٌّ بِالْكَاتِبِ. وَالْكَشْفِ نَحْوُ الْجَنْسِ الطَّوِيلِ الْعَرِيضِ الْعَمِيقِ يَشْغُلُ حَيْزًا مِّنَ الْفَرَاغِ وَالتَّأْكِيدِ نَحْوُ تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ وَالْمَذْحِ نَحْوُ حَضَرَ خَالِدٍ بِالْهَمَامِ وَالْدَّمِ نَحْوُ أَمْرَاتِهِ حَمَالَةَ الْحَطَبِ. وَالتَّرْحِمِ نَحْوُ إِرْحَمِ إِلَى خَالِدٍ الْمَسْكِينِ.

ترجمہ: اور توابع کے ساتھ حکم کو مقید کرنا ایسے ہی اغراض اور مقاصد کے لیے ہوتا ہے جو ان سے مقصود ہوتے ہیں ان توابع میں سے نعت کے ساتھ حکم کو ذیل میں بیان کئے گئے امور کی بنا پر مقید کیا جاتا ہے۔

(۱) تمیز کے لیے (اس لیے کہ موصوف اپنے غیر سے ممتاز ہو جائے) جیسے حَضَرَ عَلِيٌّ بِالْكَاتِبِ یعنی کاتب علی حاضر ہوا۔ (الکاتب کی قید سے وہ علی جو غیر کاتب ہے خارج ہو گیا)

(۲) اور کشف کے لیے تاکہ مخاطب کے سامنے موصوف کے معنی واضح اور منکشف ہو جائیں جیسے الْجَسْمُ الطَّوِيلُ الْعَرِيضُ الْعَمِيقُ يَشْغُلُ حَيْرًا مِّنَ الْفُرَاقِ (ایسا جسم جو دراز، چوڑا، اور گہرا ہو وہ ایک خالی مکان کو بھر دیتا ہے یعنی جسم تین بعدوں کے مجموعہ کا نام ہے طول، عرض اور عمق۔ مثال میں تینوں اوصاف کا بیان ہو گیا۔

(۳) تاکید کے لیے۔ جیسے تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ اس مثال میں کاملہ محض تاکید کے لیے ہے۔

(۴) مدح کے لیے جیسے حَضَرَ خَالِدٌ دَالِهُمَامٌ بلند ہمت والا خالد حاضر ہوا۔
(۵) ذم کے لیے جیسے وَاِمْرَاَتُهُ حَمَالَةٌ الْحَطَبِ اس کی بیوی جو سر پر اٹھائے پھرتی ہے لکڑیاں۔

(۶) اظہار رحم کے لیے جیسے اِرْحَمْنِي خَالِدُ الْمَسْكِينِ خالد بے چارہ پر رحم کر دے۔

تنبیہ: تاکید کبھی اثبات مدعا کے لیے لائی جاتی ہے اور کبھی اس سے مجاز ہونے، سہو ہونے اور عام نہ ہونے کا وہم اور شبہ دور کرنا مقصود ہوتا ہے جیسے زَارَنِي الْاَمِيرُ نَفْسُهُ خُودِ امیر نے مجھ سے ملاقات کی۔ وَسَلِمَ الْجَيْشُ عَامَتَهُ سَارَا لشکر محفوظ رہا۔

وَعَظْفُ الْبَيَانِ يَكُونُ لِمَجَرَّدِ التَّوْضِيحِ نَحْوُ اَقْسَمَ بِاللّٰهِ اَبُو حَفْصٍ عُمَرُ اَوَّلُ التَّوْضِيحِ مَعَ الْمَدْحِ نَحْوُ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِلنَّاسِ وَيَكْفِي فِي التَّوْضِيحِ اَنْ يُوَضَّحَ الثَّانِي الْاَوَّلَ عِنْدَ الْاِحْتِمَاعِ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ اَوْضَحَ مِنْهُ عِنْدَ الْاِنْفِرَادِ كَعَلَى زَيْنِ الْعَابِدِيْنَ وَالْعَسْجَدُ الدَّهَبُ.

وَعَظْفُ النَّسْقِ يَكُونُ لِلَاغْسِرَاضِ الَّتِي تُرَدِّئُهَا اٰخَرُفُ الْعَظْفِ كَالترتیب مع التعقیب فی الفاء ومع

التراخی فی ثَمَّ
وَالْبَدَلُ يَكُونُ لِرِيَاذَةِ التَّقْوِيرِ وَالْإِيضَاحِ نَحْوُ قَدَمِ
إِبْنِي عَلِيٍّ فِي بَدَلِ الْكُلِّ وَسَافِرِ الْجُنْدِ أَغْلَبُهُ فِي بَدَلِ
الْبَعْضِ وَنَفَعْنِي الْأَسْتَاذُ عِلْمُهُ فِي بَدَلِ الْإِسْتِمَالِ.

ترجمہ: عطف بیان کے ساتھ بھی حکم کو مقید کرتے ہیں اور اس کے کئی اسباب ہیں۔
(۱) محض توضیح کے لیے یعنی متبوع کو واضح کرنے کے لیے جیسے اقسام باللہ
ابو حفص عمرو یہاں ابو حفص کی وضاحت عمر سے کر دی گئی۔

(۲) مدح کے ساتھ ساتھ توضیح کرنے کے لیے جیسے جعل اللہ الکعبة
البيت الحرام قیاماً للناس اللہ تعالیٰ نے کعبہ کے مقدس گھر کو انسانوں
کے بانی رہنے کا مدار ٹھہرایا ہے۔ دیکھئے یہاں کعبہ کی مدح البيت الحرام سے کی
گئی ساتھ ہی کعبہ کی توضیح ہو گئی۔

اور توضیح کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ اجتماع کے وقت امر ثانی امر اول
کو واضح کر دے اگرچہ امر ثانی حالت انفراد میں امر اول سے زیادہ واضح نہ ہو۔
جیسے عَلِيُّ زَيْنُ الْعَابِدِينَ وَالْعَسْجَدُ الَّذِي دِكَّهِيَ ان مثالوں میں زین
العابدین اور ذہب نے علی اور عسجد کی توضیح کی ہے مگر یہ دونوں حالت انفراد
میں علی اور عسجد سے واضح نہیں ہیں۔

اور ان توابع میں سے ایک عطف نق بھی ہے یعنی عطف بالحروف کے
ذریعہ سے بھی حکم کو مقید کرتے ہیں یہ انہی اغراض کے لیے ہوتا ہے جن کو
حروف عطف ظاہر کرتے ہیں۔ چنانچہ ترتیب مع العقیب حرف فاء میں اور
ترتیب مع التراخی حرف ثم میں مراد ہے جیسے جَاءَنِي زَيْنٌ فَعَمْرُو ثُمَّ رَشِيدٌ
میرے پاس زید پھر عمرو، تھوڑی دیر کے بعد رشید آئے۔

ان توابع میں سے ایک بدل ہے جس کے ساتھ حکم کو مقید کرتے ہیں اور
اس سے مراد زیادتی تقریر اور ایضاح ہے جیسے قَدَمِ إِبْنِي عَلِيٍّ میرا بیٹا علی آیا یہ
بدل الكل کی مثال ہے اور بدل البعض کی مثال سَافِرِ الْجُنْدِ أَغْلَبُهُ الْفُكْرُ کا اکثر

حصہ سفر میں روانہ ہو گیا اور بدل الاشتمال کی مثال نفعتی الاستاذ علمہ مجھے استاذ یعنی ان کے علم نے نفع پہنچایا۔ یہاں بدل الغلط کا ذکر نہیں فرمایا، کیونکہ فصحاء کے یہاں اس کا کوئی خانہ ہی نہیں ہے۔

أَبَابُ السَّادِسُ فِي الْقَضْرِ

(الْقَضْرُ) تَخْصِيصُ شَيْءٍ بِشَيْءٍ بِطَرِيقٍ مَخْصُوصٍ
وَيَنْقَسِمُ إِلَى حَقِيقَتِي وَإِضَافِي
(فَالْحَقِيقَتِي) مَا كَانَ الْإِخْتِصَاصُ فِيهِ بِحَسَبِ الْوَاقِعِ
وَالْحَقِيقَةُ لَا بِحَسَبِ الْإِضَافَةِ إِلَى شَيْءٍ آخَرَ نَحْوًا كَاتِبٍ
فِي الْمَدِينَةِ إِلَّا عَلَى إِذَا لَمْ يَكُنْ غَيْرُهُ فِيهَا مِنَ الْكِتَابِ
(وَالِإِضَافِي) مَا كَانَ الْإِخْتِصَاصُ فِيهِ بِحَسَبِ الْإِضَافَةِ
إِلَى شَيْءٍ مُعَيَّنٍ. نَحْوُ مَا عَلَى الْآ قَائِمٌ أَيَّ إِنَّ لَهُ صِفَةَ الْقِيَامِ
لَا صِفَةَ الْقُعُودِ وَلَيْسَ الْغَرَضُ نَفْيَ جَمِيعِ الصِّفَاتِ عَنْهُ
مَا عَدَا صِفَةَ الْقِيَامِ. وَكُلُّ مَنَّهُمَا يَنْقَسِمُ إِلَى قَضْرٍ صِفَةٍ
عَلَى مَوْصُوفٍ. نَحْوًا فَارَسٍ إِلَّا عَلَى وَقَضْرٍ مَوْصُوفٍ
عَلَى صِفَةٍ نَحْوُ وَمَا مُحَمَّدًا إِلَّا رَسُولٌ فَيَجُوزُ عَلَيْهِ
الْمَوْتُ وَالْقَضْرُ الْإِضَافِيُّ يَنْقَسِمُ بِإِعْتِبَارِ حَالِ الْمُخَاطَبِ
إِلَى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ قَضْرٍ أَفْرَادٍ إِذَا اعْتَقَدَ الْمُخَاطَبُ
الشَّرَكَةَ وَقَضْرٍ قَلْبٍ إِذَا اعْتَقَدَ الْعَكْسَ وَقَضْرٍ نَعْيَيْنِ إِذَا
اعْتَقَدَ وَاحِدًا غَيْرَ مُعَيَّنٍ. وَلِلْقَضْرِ طَرِيقٌ مِنْهَا النَّفْيُ
وَالِاسْتِثْنَاءُ. نَحْوُ إِنْ هَذَا إِلَّا مَلِكٌ كَرِيمٌ وَمِنْهَا إِنَّمَا نَحْوُ
إِنَّمَا الْقَاهِمُ عَلَى. وَمِنْهَا الْعَطْفُ بِلَا أَوَّلٍ أَوَّلِكِنْ
نَحْوُ أَنَا نَاطِرٌ لَا نَاطِمٌ وَمَا أَنَا حَاسِبٌ بَلْ كَاتِبٌ. وَمِنْهَا

تَقْدِیْمُ مَا حَقُّهُ التَّأْخِیْرُ نَحْوُ آيَاكَ نَعْبُدُ

چھٹا باب قصر کے بیان میں

ترجمہ ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ ایک مخصوص طریقہ پر خاص کرنے کو قصر کہا جاتا ہے اور وہ قصر حقیقی اور اضافی کی طرف منقسم ہوتا ہے۔

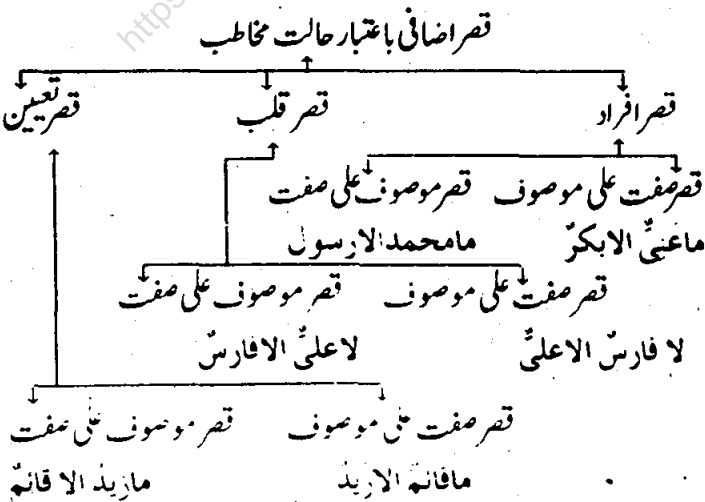
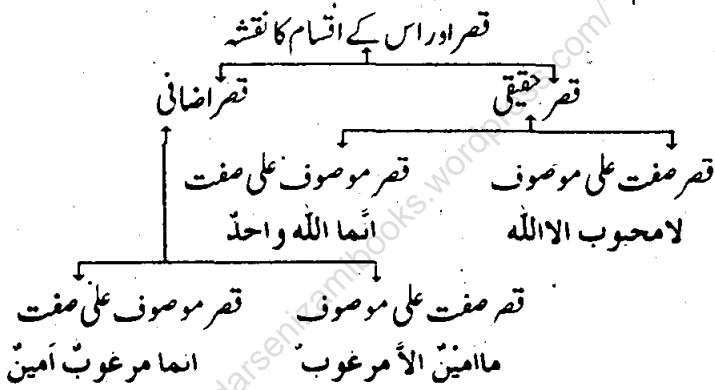
قصر حقیقی وہ ہے کہ جس میں اختصاص واقع اور حقیقت کے لحاظ سے ہونہ کہ کسی دوسری چیز کی طرف نسبت کرنے کے اعتبار سے جیسے لَا کَاتِبَ فِی الْمَدِیْنَةِ إِلَّا عَلِیٌّ شہر میں علی کے علاوہ کوئی کاتب نہیں ہے۔ یہ جملہ اس وقت کہنا صحیح ہے جبکہ علی کے سوا شہر میں کوئی دوسرا کاتب موجود نہ ہو۔ قصر اضافی وہ ہے جس میں اختصاص کسی معین چیز کی طرف نسبت کرنے کے اعتبار سے ہو جیسے مَا عَلِیٌّ إِلَّا قَاتِمٌ۔ علی نہیں ہے مگر قائم۔ یعنی علی کے لیے قیام کی صفت ہے قعود کی صفت نہیں۔ یہاں نفی سے یہ مطلب نہیں ہے کہ علی سے قیام کی صفت کے سوا اس کے تمام اوصاف منہی ہو گئے۔

مذکورہ بالا دونوں قسموں میں سے ہر ایک قسم دو قسموں میں منقسم ہوتی ہے۔ (۱) قصر صفت علی موصوف حقیقی، قصر موصوف علی صفت حقیقی، قصر صفت علی موصوف اضافی اور قصر موصوف علی صفت اضافی (۲) قصر صفت علی موصوف جیسے لَا فَارِسَ إِلَّا عَلِیٌّ نہیں ہے کوئی گھوڑ سوار مگر علی (۲) اور قصر موصوف علی صفت جیسے وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ نہیں ہیں محمد (ﷺ) مگر ایک پیغمبر۔ چونکہ اس آیت میں موصوف یعنی محمد (ﷺ) کو صفت پر مقصور اور منحصر کر دیا گیا ہے لہذا ان پر موت کا واقع ہونا ممکن ہے ناممکن نہیں۔

مخاطب کے حال کے اعتبار سے قصر اضافی تین قسموں پر منقسم ہوتا ہے (۱) قصر افراد (۲) قصر قلب (۳) قصر عین

- (۱) قصر افراد۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب مخاطب دو چیزوں کو کسی ایک امر میں شریک سمجھے۔
- (۲) قصر قلب۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب مخاطب متکلم کے حکم کے خلاف طلب سمجھتا ہو۔
- (۳) قصر عین۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب مخاطب کسی امر غیر معین کا عقیدہ رکھتا ہو۔

اور قصر کے چند طریقے ہیں۔ ان میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ ٹی اور استثناء ہو جیسے ان هذا الملك كريم (نہیں ہے یہ مگر ایک قابلِ قدر فرشتہ، دوسرا طریقہ انما کا استعمال ہے۔ جیسے انما الفاهم علی (کچھ دار تو علی ہی ہیں) تیسرا طریقہ لا یابل یا لکن کے ذریعہ عطف کرنا ہے جیسے انا مانر لا ناظم (میں نثر کہنے والا ہوں نظم کہنے والا نہیں) اما انا حاسب بل کاتب (میں حساب جاننے والا نہیں ہوں بلکہ کاتب ہوں) چوتھا طریقہ یہ ہے کہ جس چیز کو کلام میں مؤخر ہونا چاہیے اس کو مقدم کرنا جیسے اناک نعبد (ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں)



الباب السابع في الوصل والفضل

الوصل عطف جملة على أخرى والفضل تركه.
والكلام ههنا قاصراً على العطف بالواو لأن العطف
بغيرها لا يقع فيه اشتباه ولكل من الوصل بها والفضل
مواضع.

(مواضع الوصل بالواو) يجب الوصل في موضعين.
الأول : إذا اتفقت الجملتان خبراً أو انشاءً أو كان
بينهما جهة جامعة أي مناسبة تامة ولم يكن مانع من
العطف نحو (إن الأبرار لفي نعيم وإن الفجار لفي
جحيم) ونحو (فليضحكوا قليلاً وليبكوا كثيراً)
الثاني : إذا أُوهم ترك العطف خلاف المقصود كما
إذا قلت لا وشفاه الله جواباً لمن يسألك هل برئ علي
من المرض فترك الواو يؤهم الدعاء عليه وعرضك
الدعاء له.

ساتواں باب وصل اور فصل کے بیان میں

ترجمہ : ایک جملے کا دوسرے جملہ پر عطف کرنا وصل کہلاتا ہے اور ترک عطف کو
فصل کہتے ہیں۔ اس باب میں بحث صرف عطف بحرف الواو سے ہوگی کیونکہ
واو کے علاوہ دوسرے حرفوں کے ذریعہ جو عطف ہوتا ہے اس میں کسی طرح کا
اشتباہ واقع نہیں ہوتا ہے۔ اور وصل اور فصل میں سے ہر ایک کے لیے الگ الگ
مواضع ہیں (جو مندرجہ ذیل ہیں)

پہل بالواو کے مواضع۔ صل بحرف الواو دو جگہوں میں واجب ہے (۱) پہلی جگہ جب دونوں جملے خبری یا انشائی ہونے میں موافق ہوں اور ان دونوں کے درمیان کوئی واحد جامع ہو یعنی ان میں مناسبت تائبہ ہو اور ان دونوں میں عطف سے جامع کوئی نہ ہو جیسے ان الانوار لفی نعیم و ان الفجار لفی حیم (باشیہ یک کار و یک دست میں ہیں اور بدکار لوگ جہنم میں ہیں) اور جیسے فلیضحکوا فلدلا و لکنوا کثیرا (پس چاہئے کہ وہ کم ہنسیں اور زیادہ دہریں)

دوسری جگہ۔ جب کہ ال عطف سے خلاف مقصود کا وہم ہو جیسے تم جب کہو لا وسعہ اللہ اس شخص۔ جواب میں جو تم سے یہ پوچھتا ہو کہ کیا علی بیماری سے ٹھیک ہو چکا ہے؟ تو یہاں واو کو ترک کر دینے سے یہ وہم ہوتا ہے کہ تم علی کے لیے بددعا کر رہے ہو، حالانکہ تمہاری مراد اس قول سے علی کے لیے دعا کرنی ہے۔ تو صحیح واو کے علاوہ دوسرے حرف عطف کے ذریعہ عطف کرنے میں اس لیے اشتباہ نہیں ہوتا ہے کہ وہ حروف دو چیزوں کے درمیان ربط دینے کے معنی کے ساتھ ساتھ دوسرے مختلف معنوں کا فائدہ بھی دیتے ہیں مثلاً فا اور ثم وغیرہ دو چیزوں کے درمیان ربط دینے کے علاوہ تعقیب اور مہلت وغیرہ کے معنی بھی رکھتے ہیں۔

وجہ جامع وجہ جامع کے معنی یہ ہیں کہ دونوں جملوں کے مسند الیہ اور مسند میں باہمی تعلق اس طرح سے ہو کہ پہلے جملے کے مسند الیہ اور دوسرے جملے کے مسند الیہ میں لگاؤ ہو مثلاً ان الانوار لفی نعیم و ان الفجار لفی حیم میں وجہ جامع موجود ہے مذکورہ آیت میں دو جملے ہیں اور دونوں کو حرف عطف سے ملا دیا گیا ہے۔ دیکھئے یہاں دونوں جملے خبری ہونے کے لحاظ سے متحد ہیں۔ ابرار اور فجار جو الگ الگ مسند الیہ ہیں ان دونوں میں تضاد کی نسبت وجہ جامع ہے۔ اسی طرح ان کے نعیم اور حیم میں ہونا دو علیحدہ علیحدہ مسند ہیں ان دونوں میں بھی تضاد کی نسبت ہے۔ اسی طرح فلیضحکوا اور فلینکوا میں بھی تضاد کی نسبت ہے خوب سمجھ لیجئے

(مَوَاضِعُ الْفَضْلِ) یَجِبُ الْفَضْلُ فِي خَمْسَةِ مَوَاضِعَ.
 الْأَوَّلُ أَنْ يَكُونَ بَيْنَ الْجُمْلَتَيْنِ اتِّحَادٌ تَامٌّ بَأَنْ تَكُونَ
 الثَّانِيَةُ بَدَلًا مِّنَ الْأُولَى نَحْوُ (أَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُونَ
 أَمَدَّكُمْ بِأَنْعَامٍ وَبَنِينَ)

أَوْ بَأَنْ تَكُونَ بَيَانًا لَهَا نَحْوُ فَوَسَّسَ إِلَيْهِ الشَّيْطَانُ قَالَ
 يَا آدَمُ هَلْ أَدُلُّكَ عَلَى شَجَرَةِ الْخُلْدِ (أَوْ بَأَنْ تَكُونَ
 مُؤَكِّدَةً لَهَا نَحْوُ) فَمَهْلُ الْكَافِرِينَ أَمَهُلُهُمْ رُويْدًا وَيُقَالُ
 فِي هَذَا الْمَوْضِعِ إِنَّ بَيْنَ الْجُمْلَتَيْنِ كَمَالَ الْإِتِّصَالِ

ترجمہ: مواضع الفضل - (ترک عطف بحرف واو کی جگہیں) فصل پانچ
 جگہوں میں ضروری ہے۔ پہلی جگہ یہ ہے کہ دونوں جملوں کے درمیان کامل
 اتحاد ہو اس طرح کہ دوسرا جملہ پہلے جملے کا بدل واقع ہو جیسا کہ کلام اللہ میں
 ہے أَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُونَ أَمَدَّكُمْ بِأَنْعَامٍ وَبَنِينَ (خدا تعالیٰ نے تمہاری مدد
 کی ہے ایسی چیزوں سے جن کو تم جانتے ہو۔ مدد کی ہے اس نے تمہاری
 چوپایوں اور فرزندوں سے) ان دو جملوں میں دوسرا جملہ أَمَدَّكُمْ بِأَنْعَامٍ
 وَبَنِينَ پہلے جملے کا بدل واقع ہوا ہے۔

یاد دوسرا جملہ پہلے جملے کا بیان واقع ہو جیسا کہ فَوَسَّسَ إِلَيْهِ الشَّيْطَانُ
 قَالَ يَا آدَمُ هَلْ أَدُلُّكَ عَلَى شَجَرَةِ الْخُلْدِ (تو شیطان نے اس کی طرف
 بہکایا۔ کہا اے آدم! کیا میں تم کو شجر خلد بتلا دوں؟) یہاں دوسرا جملہ قال سے
 لے کر آخر آیت تک پہلے جملے کا بیان ہے۔

یاد دوسرا جملہ پہلے جملے کی تاکید واقع ہو جیسا کہ فَمَهْلُ الْكَافِرِينَ
 أَمَهُلُهُمْ رُويْدًا (تو چھوڑ دیجئے کافروں کو۔ ان کو مہلت دیجئے) یہاں دوسرا
 جملہ أَمَهُلُهُمْ پہلے جملے کی تاکید ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ ایسی جگہ میں دو جملوں
 کے درمیان کمال اتصال ہے۔

اردو میں اسی معنی میں اسیر کا شعر ملاحظہ ہو۔

زمانہ رنج دیتا ہے بقدر حالِ انساں کو
گدا کو فکرِ نان، اندیشہ، عالم ہے سلطان کو

الثانی: اَنْ یَّکُوْنَ بَیْنَ الْجُمْلَتَیْنِ تَبَایُنٌ تَامٌّ بِأَنْ یَّخْتَلِفَا
خَبَرًا وَانْشَاءً کَقَوْلِهِ ۔

وَقَالَ رَأَيْدُهُمْ ارْشُوا نَزَاوِلَهَا
فَحْتَفُ كُلِّ امْرِءٍ یَجْرٰی بِمَقْدَارِ
اَوْ بَانَ لَا یَكُوْنَ بَیْنَهُمَا مُنَاسَبَةٌ فِی الْمَعْنٰی. کَقَوْلِكَ عَلٰی
کَاتِبٍ، الْحَمَامُ طَائِرٌ
فَاِنَّهٗ لَا مُنَاسَبَةَ فِی الْمَعْنٰی بَیْنَ کِتَابَةِ عَلِیٍّ وَطَیْرَانِ
الْحَمَامِ
وَيُقَالُ فِی هٰذَا الْمَوْضِعِ اِنَّ بَیْنَ الْجُمْلَتَیْنِ کَمَالُ
الْاِنْقِطَاعِ۔

ترجمہ: دوسری جگہ یہ ہے کہ دو جملوں کے درمیان کامل تباین ہو اس طرح
کہ دونوں خبری اور انشائی ہونے کے لحاظ سے مختلف ہوں یعنی اول اگر خبری
ہو تو دوسرا انشائی ہو یا اول انشائی ہو تو دوسرا خبری ہو۔ جیسا کہ شاعر کا قول ۔
وَقَالَ رَأَيْدُهُمْ ارْشُوا نَزَاوِلَهَا. فَحْتَفُ كُلِّ امْرِءٍ یَجْرٰی بِمَقْدَارِ (اور
فوج کے سربراہ نے کہا کہ مضبوط ہو کر رک جاؤ ہم دشمن سے لڑیں گے۔ موت
سے کیوں ڈریں جب کہ ہر شخص کی موت حکم الہی ہی سے واقع ہوتی ہے) دیکھئے
اس شعر میں ارشوا جملہ انشائیہ ہے اور نزاول جملہ خبریہ ہے یا اس طرح کہ
دونوں جملوں کے درمیان کسی طرح کی معنوی مناسبت بھی نہ ہو جیسا کہ
تمہارا قول عَلٰی کَاتِبٍ. الْحَمَامُ طَائِرٌ علی کاتب ہے، کبوتر اڑنے والا ہے۔
اس مثال میں کتابت علی اور طیران حمام کے درمیان کسی طرح کی معنوی

مناسبت نہیں ہے ایسی جگہ میں کہا جاتا ہے کہ اس طرح کے دو جملوں کے درمیان کمال انقطاع ہے یعنی دونوں جملوں میں کسی قسم کا تعلق اور ربط نہیں اسی طرح کہتے ہیں شَلَمَانُ تَاجِرُ الْكِتَابِ مُفِيدُ سُلَامَانَ کی تجارت اور کتاب کی افادیت میں کوئی ربط نہیں۔

نوٹ: نَوَاولُہا فعل امر از سُوا کا جواب نہیں ہے بلکہ امر کی تعلیل ہے اس لیے نَوَاولُ مجروم نہیں ہوا۔

حل کلمات: وَقَالَ رَاثِدٌ اِنْ رَاثِدٌ اِسْمُ فَاعِلٍ، تلاش کرنے والا، قوم کا سردار، مقدمۃ الحیش کا سردار، لیڈر، یہاں صرف سردار اور لیڈر کے معنی میں جمع رُوَادٌ، اور رَاثِدَةٌ آتی ہے، اَزْسُوا، صیغہ جمع مذکر بحث امر حاضر معروف۔ از افعال اِزْسَاءً، ٹھہرنا، ثابت ہونا، استوار ہونا، تعلیل آسان ہے۔ نَوَاولُ از باب مفاعلہ۔ کوشش کرنا، مقابلہ کرنا، صیغہ جمع متکلم بحث اثبات فعل مضارع معروف۔ حَتَفٌ، موت، کہا جاتا ہے مات حَتَفٌ اَنْفَهُ وہ اپنی موت سے مرا۔ یَجْرِی صیغہ واحد مذکر غائب بحث اثبات فعل مضارع معروف حوینا جاری ہونا واقع ہونا (ض)

الثالث: كَوْنُ الْجُمْلَةِ الثَّانِيَةِ جَوَابًا عَنْ سُؤَالٍ نَشَأَ مِنَ الْجُمْلَةِ الْأُولَى كَقَوْلِهِ

رَعِمَ الْعَوَاذِلُ اَنْبِيَّ فِي غَمْرَةٍ
صَدَقُوا وَلَكِنْ غَمَرْتَنِي لَا تَنْجَلْنِي

كَأَنَّهُ قِيلَ اَصَدَقُوا فِي رَعِمِهِمْ اَمْ كَذَبُوا فَقَالَ صَدَقُوا وَيُقَالُ بَيْنَ الْجُمْلَتَيْنِ شِبْهُ كَمَالِ الْاِتِّصَالِ.

ترجمہ: تیسری جگہ یہ ہے کہ دوسرا جملہ اس سوال کا جواب ہو جو پہلے جملے سے پیدا ہوا ہو جیسا کہ شاعر کا یہ قول۔ رَعِمَ الْعَوَاذِلُ اَنْبِيَّ فِي غَمْرَةٍ. صَدَقُوا وَلَكِنْ غَمَرْتَنِي لَا تَنْجَلْنِي ترجمہ شعر ملامت کرنے والوں نے کہا

کہ میں ایک مصیبت میں مبتلا ہوں۔ انہوں نے سچ کہا۔ لیکن میری یہ مصیبت تو ایسی نہیں ہے جو ٹل جائے (یعنی میرے اندر جو عیش کی بیماری ہے وہ لاعلاج ہے وہ جانے والی نہیں ہے) تو گویا یہاں پہلے شعر سے یہ سوال پیدا ہوا کہ کیا انہوں نے سچ کہا یا جھوٹ کہا؟ تو شاعر نے جواب میں کہا کہ ہاں! وہ اپنے قول کے سچے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ ایسے دو جملوں کے درمیان شریکِ کمال اتصال ہے۔

حَلَّ كَلِمَاتٍ زَعَمَ الْعَوَاذِلُ اِنْ زَعَمَ صِيغَةً وَاحِدَةً كَرِغَابٍ بَحْثِ اثْبَاتِ فَعْلٍ مَاضٍ مَعْرُوفٍ زَعَمًا (ن) گمان کرنا۔ عَوَاذِلُ یہ عَاذِلَةٌ کی جمع ہے بمعنی ملامت کرنے والیاں لیکن یہاں مذکر کے لحاظ سے ترجمہ کیا گیا، اس سلسلہ میں دو قول ہیں۔ ایک یہ ہے کہ عَوَاذِلُ، عَاذِلَةٌ کی جمع ہے اور اس اعتبار سے اس کے معنی ہوئے ملامت کرنے والیاں اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ جَمَاعَةٌ عَاذِلَةٌ کی تاویل میں ہے اس اعتبار سے اس کے معنی ہوئے ملامت کرنے والوں تو یہاں جَمَاعَةٌ عَاذِلَةٌ مؤنول بجماعۃ کی جمع عَوَاذِلُ مان لیا جائے تو پھر کوئی قباحت نہیں ہوگی اور معنی بھی درست ہو جائیں گے جس کے لیے قرینہ صَدَقُوا مذکر کا صیغہ ہے۔ عُمْرَةٌ، شدت مصیبت، مفرد (ج) عُمْرٌ عِمَارٌ عُمْرَاتٌ صَدَقُوا صیغہ جمع۔ رَغَابٍ، ماضی، صَدَقًا و صَدَقًا بولنا (ن) لَا تَنْجَلِي یہ صیغہ واحد مؤنث غائب ہے از مضارع معروف۔ ضمیر اس میں ہی مستتر ہے جو لوٹ رہی ہے عُمْرَةٌ کی طرف، اَنْجَلِي يَنْجَلِي اِنْجِلَاءٌ بابِ اَفْعَالٍ، ظاہر ہونا، کہا جاتا ہے اِنْجَلَى الْهَمُّ عَنْ قَلْبِي میرے دل سے غم دور ہو گیا یہاں۔ یہی دوسرے معنی مراد لیے گئے ہیں۔

الرَّابِعُ: اَنْ تَسْقَ جُمْلَةً بِجُمْلَتَيْنِ يَصْحُ عَظْفُهَا عَلَى اِحْدَهُمَا لِرُجُودِ الْمُنَاسِبَةِ وَفِي عَظْفِهَا عَلَى الْاُخْرَى فَسَادٌ فَيَتْرُكُ الْعَظْفُ دَفْعًا لِلَّوْهَمِ كَقَوْلِهِ

وَتَنْظُنْ سَلْمَى اَنْبَى ابْنِي بَهَا
بَدَلًا اَرَاهَا فِي الضَّلَالِ تَهْنِمُ

فَجُمْلَةٌ أَرَاهَا يَصِحُّ عَظْفُهَا عَلَى تَظَنُّ. لَكِنْ يَمْنَعُ مِنْ
هَذَا تَوَهُّمُ الْعَظْفِ عَلَى جُمْلَةٍ أَبْغَى بِهَا فَتَكُونُ الْجُمْلَةُ
الثَّالِثَةُ مِنْ مَظْنُونَاتِ سَلْمَى مَعَ أَنَّهُ لَيْسَ مُرَادًا وَيُقَالُ
بَيْنَ الْجُمْلَتَيْنِ فِي هَذَا الْمَوْضِعِ شَبْهٌ كَمَالِ الْإِنْقِطَاعِ.

ترجمہ: چوتھی جگہ یہ ہے کہ دو جملوں سے آگے ایک ایسا جملہ گذرتا ہو جس کا
عطف کرنا ان دونوں میں سے کسی ایک پر اس لیے صحیح ہو کہ لگے درمیان پہنچتی
اور مناسبت موجود ہے اور اس کو دوسرے جملہ پر عطف کرنے میں ایک گونہ
خرابی ہے لہذا ایسی حالت میں وہم کو دور کرنے کے لیے عطف ترک کر دیا جائے
گا جیسا کہ شاعر کا قول وَتَظَنُّ سَلْمَى الخ ترجمہ شعر اور سلی یہ خیال کرتی ہے کہ
میں اسکے عوض میں کسی اور محبوبہ کو ڈھونڈ رہا ہوں مجھے یہ بات سمجھ میں آئی ہے
کہ وہ مگر اسی کے دلدل میں پھنس کر پریشان ہو رہی ہے۔ دیکھئے یہاں تیسرا جملہ
اُراھا کا عطف تَظَنُّ پر درست ہو جاتا ہے لیکن اس عطف کو اس عطف کا وہم
روک رہا ہے جو جملہ ابغی بھا پر ہوتا ہے چنانچہ جملہ ثالثہ ”اُراھا“ سلی کے
مظنونات میں داخل ہوتا ہے باوجودیکہ جملے کا مظنونات سلی سے ہونا مقصود
نہیں ہے ایسی جگہ میں دو جملوں کے درمیان شبہ کمال انقطاع ہوتا ہے۔

حل کلمات: تَظَنُّ سَلْمَى الخ۔ تَظَنُّ صیغہ واحد مؤنث غائب۔ مضارع،
ظَنًّا کماں کرنا (ن) ابغی صیغہ واحد متکلم بحث مضارع معروف۔ بَغْيًا وَبُغْيَةً،
طلب کرنا (ض) تعلیل آسان ہے بالکل یزمنی کی طرح تعلیل ہوگی۔ اُری
صیغہ واحد متکلم بحث اثبات فعل مضارع مجہول۔ رُوَيْدَةً دیکھنا (ف) تعلیل
پہلے گذر چکی تروؤں کے ضمن میں۔ تَهْنَمُ صیغہ واحد مؤنث غائب بحث اثبات
فعل مضارع معروف۔ هَامَ يَهْنَمُ هَيْمًا هَيْوَمًا (ض) آوارہ پھرتا، پریشان
ہونا یہاں دوسرے معنی لیے گئے۔

الخَامِسُ. اَنْ لَا يَقْصِدَ تَشْرِيكَ الْجُمْلَتَيْنِ فِي الْحُكْمِ

لَقِيَامَ مَانِعٍ كَقَوْلِهِ تَعَالَى وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا
 إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِؤْنَ. اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ
 فَجُمْلَةُ "اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ" لَا يَصِحُّ عَطْفُهَا عَلَى "إِنَّا
 مَعَكُمْ" لِإِفْتِضَائِهِ أَنَّهُ مِنْ مَقُولِهِمْ وَلَا عَلَى جُمْلَةِ "قَالُوا"
 لِإِفْتِضَائِهِ أَنَّ اسْتَهْزَاءَ اللَّهِ بِهِمْ مُقَيَّدٌ بِحَالِ خُلُوعِهِمْ إِلَىٰ
 شَيَاطِينِهِمْ وَيُقَالُ بَيْنَ الْجُمْلَتَيْنِ فِي هَذَا الْمَوْضِعِ
 تَوَسُّطٌ بَيْنَ الْكَمَالَيْنِ.

ترجمہ: پانچویں جگہ یہ ہے کہ دو جملوں کو کسی ایک حکم میں شامل کرنے کا ارادہ نہ کیا
 جائے مانع کے ہوتے ہوئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ
 شَيَاطِينِهِمْ الْآیۃ دیکھئے اس مقام پر اللہ یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ کا عطف "إِنَّا مَعَكُمْ"
 پر اس لیے صحیح نہیں ہوتا ہے کہ عطف اس امر کا مقتضی ہے کہ جملہ "اللہ یستہزیئ بہم"
 منافقین کا مقولہ ہو۔ حالانکہ یہ باری تعالیٰ کا مقولہ ہے اسی طرح جملہ اللہ
 یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ کا عطف قالوا پر بھی صحیح نہیں ہے اس لیے کہ اس عطف کا اقتضاء
 یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا استہزاء ان منافقین کے ساتھ اس حال سے مقید ہے کہ وہ
 اپنے سرداروں کے ساتھ تنہائی میں ہوں۔ اور ایسی جگہ دو جملوں کے درمیان
 توسط بین الکمالین ہوا کرتا ہے۔

آیت کا ترجمہ۔ اور جب خلوت میں پہنچتے ہیں وہ اپنے شریر سرداروں
 کے پاس تو کہتے ہیں کہ ہم بے شک تمہارے ساتھ ہیں ہم تو صرف استہزاء کیا
 کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی استہزاء کر رہے ہیں ان کے ساتھ۔
 (متاخرین علماء معانی کے مصحح ایک مواضع فصل پانچ ہیں جو مذکور ہیں اور
 متقدمین کے نزدیک صرف تین ہیں (۱) کمال اتصال (۲) کمال انقطاع (۳)
 شبہ کمال اتصال باقی شبہ کمال انقطاع اور توسط بین الکمالین موضع ثالث میں
 شامل کر لیے جاتے ہیں)

أَبَابُ الثَّامِنِ فِي إِيجَازِ الْأَطْنَابِ وَالْمَسَاوَاةِ

كُلُّ مَا يَجُولُ فِي الصَّدْرِ مِنَ الْمَعَانِي يُمَكِّنُ أَنْ يُعَبَّرَ عَنْهُ
بثَلَاثِ طُرُقٍ.

(۱) الْمَسَاوَاةُ. وَهِيَ تَادِيَةُ الْمَعْنَى الْمُرَادِ بِعِبَارَةٍ
مُسَاوِيَةٍ لَهُ بِأَنْ تَكُونَ عَلَى الْحَدِّ الَّذِي جَرَى بِهِ عُرْفُ
أَوْسَاطِ النَّاسِ. وَهُمْ الَّذِينَ لَمْ يَرْتَقُوا إِلَى دَرَجَةِ الْبَلَاغَةِ
وَلَمْ يَنْحَطُوا إِلَى دَرَجَةِ الْفَهَامَةِ.

نَحْوُ (وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ
عَنْهُمْ)

(۲) وَالْإِيجَازُ. وَهُوَ تَادِيَةُ الْمَعْنَى بِعِبَارَةٍ نَاقِصَةٍ عَنْهُ
مَعَ وَفَائِهَا بِالْفَرَضِ نَحْوُ

فَقَاتِبِكَ مِنْ ذِكْرِي حَبِيبٍ وَمَنْزِلٍ

فَإِذَا لَمْ تَفِ بِالْفَرَضِ سُمِّيَ إِخْلَالًا كَقَوْلِهِ

وَالْعَيْشُ خَيْرٌ فِي ظِلٍّ

لِالتَّوَكُّلِ مِمَّنْ عَاشَ كَذًّا

مُرَادُهُ أَنَّ الْعَيْشَ الرَّغْدَ فِي ظِلِّ الْحُمُقِ خَيْرٌ مِّنْ

الْعَيْشِ الشَّاقِّ فِي ظِلِّ الْعَقْلِ.

آٹھواں باب ایجاز، اطناب اور مساوات کے بیان میں ہے

ترجمہ: ہر وہ چیز معانی میں سے جو انسان کے سینہ میں گھومتی ہے تین
طریقوں سے ان کی تعبیر کرنا ممکن ہے۔

(۱) پہلا طریقہ مساوات کا ہے۔ مساوات کہتے ہیں معنی مراد کو ایسی عبارت سے ادا کرنے کو جو اس معنی کے برابر ہو۔ اس طرح پر کہ وہ عبارت اس معیار کی ہو جس پر اوسط درجے کے لوگوں کا عرفی محاورہ جاری ہے اوسط الناس سے مراد وہ لوگ ہیں جو نہ اتنے اوپر کے ہیں کہ انہیں بلیغ کہا جائے اور نہ اتنے گرے ہوئے ہیں کہ سمجھنے کے درجہ سے بالکل ہی عاجز ہیں۔ مساوات کی مثال **وَإِذَا زَايَتْكَ الدِّينَ يَخُوْضُوْنَ فِيْ آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ** (اور جب آپ ایسے لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیتوں میں میکھ نکالتے رہتے ہیں تو آپ ان سے منہ پھیر لیا کریں۔

(۲) دوسرا طریقہ ایجاز کا۔ ایجاز کہتے ہیں معنی مقصود کو ایسی عبارت سے ادا کرنے کو جو اس معنی کی نسبت سے اگرچہ کم ہو لیکن غرض اس سے پوری ہو جاتی ہو۔ جیسا کہ شعر کے پہلے مصرعہ میں ایجاز کا طریقہ جاری ہے **فَقَابَلْتُ مِنْ ذِكْرِيْ حَبِيْبٍ وَمَنْزِلٍ بِسِقْطِ اللَّوْائِيْنَ الدَّخُوْلِ لِحَوْمَلٍ** ترجمہ شعر: اے میرے دونوں دوستو! ذرا توقف کرو تاکہ ہم اپنی محبوبہ اور اس کی اس منزل کو یاد کر کے رو لیں جو دخول اور حوّل وغیرہ مقامات کے درمیان ریت کے تودوں کے کنارے پر واقع ہے۔ دیکھئے پہلا مصرعہ معنی کے اعتبار سے ناقص عبارت ہے لیکن مقصود پورا ہو جاتا ہے اس میں عبارت اس طرح تھی **مِنْ ذِكْرِيْ حَبِيْبِنَا وَمَنْزِلِهِ** اس میں مضاف الیہ محذوف کر دیا گیا ہے۔

پھر جب ناقص عبارت تکلم کی غرض پوری نہ کر سکے تو اس کو اخلاص کہتے ہیں جیسا کہ شاعر کا قول **وَالْعَيْشُ الْخ**۔ ترجمہ شعر اور خوش حال زندگی جو ناگہی کے سایوں میں ہو اس تکلیف دہ زندگی سے زیادہ بہتر ہے جو سمجھ اور عقل کے سایوں میں ہو۔ شاعر کا مطلب اس شعر میں یہ ہے کہ فراغت اور عیش کی زندگی حماقت کے زیر سایہ بہتر ہے اس زندگی سے جو مشقت سے بھرپور عقل کے سایہ میں ہو۔

حَلَّ كَلِمَاتٍ: وَالْعَيْشُ الْخ عیناً (ض) آرام کے ساتھ زندگی گزارنا، خیر اسم تفضیل ہے اصل میں اخیر تھا، یہ غیر منصرف ہے وزن فعل اور وصف کی وجہ سے، تعلیل کر کے یاہ کی حرکت کو خہ میں منتقل کر دیا پھر خلاف قیاس

ہمزہ اسم تفصیل کو حذف کر دیا گیا اب وزن فعل باقی نہ رہنے کی وجہ سے غیر منصرف نہیں رہا اس لیے تنوین آگئی خیر ہو گیا، اسی طرح شر بھی اسم تفصیل ہے اصل میں اشر تھا پہلی راہ کی حرکت ثین کو دے کر ثانی راہ میں مدغم کر دیا پھر ہمزہ اسم تفصیل کو خلاف قیاس حذف کر دیا شر ہو گیا۔ نوک (س) نوکا و نواکۃ یوقوف ہونا، کڈ کڈا محنت کرنا، روزی طلب کرنا (ن)

(۳) وَالْإِطْنَابُ. وَهُوَ تَادِيَةُ الْمَعْنَى بِعِبَارَةٍ زَائِدَةٍ عَنْهُ مَعَ الْفَائِدَةِ نَحْوُ (رَبِّ اِنِّیْ وَهَنْ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَغَلَ الرَّأْسُ شَيْئًا) اِنِّیْ كَبُرْتُ فَاِذَا لَمْ تَكُنْ فِی الزَّیَادَةِ فَائِدَةٌ سُمِّیَ تَطْوِيلًا اِنْ كَانَتْ الزَّیَادَةُ غَيْرَ مُتَعَيِّنَةٍ وَحَشَوًا اِنْ تَعَيَّنَتْ. فَالْتَّطْوِيلُ نَحْوُ. وَالْفُیْ قَوْلُهَا كَذِبًا وَمِثْنًا. وَالْحَشْوُ نَحْوُ. وَاعْلَمْ عِلْمَ الْیَوْمِ وَالْاَمْسِ قَبْلَهُ. وَمِنْ دَوَاعِی الْاِنْجَازِ تَسْهِيْلُ الْحِفْظِ وَتَقْرِیْبُ الْفَهْمِ. وَضِیْقُ الْمَقَامِ وَالْاِخْفَاءُ. وَسَامَةُ الْمُحَادَثَةِ. وَمِنْ دَوَاعِی الْاِطْنَابِ تَثْبِیْتُ الْمَعْنَى. وَتَوْضِیْحُ الْمُرَادِ. وَالتَّوَكُّدُ وَدَفْعُ الْاِیْهَامِ.

ترجمہ: تیسرا طریقہ اطناب کا ہے اور اطناب کہتے ہیں معنی مقصود کو اپنی عبارت سے لدا کرنے کو جو اس معنی کی نسبت سے زائد ہو اور مفید بھی۔ جیسا کہ آیت کریمہ رَبِّ اِنِّیْ وَهَنْ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَغَلَ الرَّأْسُ شَيْئًا (اے میرے پروردگار میرے جسم کی ہڈیاں ڈھیلی ہو چکی ہیں اور سر کے بال بھی سفید ہو چکے ہیں) یعنی میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔ دیکھئے یہاں اظہار مطلب کے لیے بہت سے الفاظ بڑھادیئے گئے ہیں تاکہ ضعف اچھی طرح سے ثابت اور تحقق ہو جائے تو اگر زیادتی عبارت میں کسی طرح کا فائدہ نہ ہو تو اس اطناب کو تطویل کے نام سے پکارا جائے گا بشرطیکہ زیادت متعین نہ ہو۔ اور اس اطناب کو حشو کے نام سے موسوم

کیا جائے گا اگر زیادت متعین ہو۔ تطویل کی مثال وَالْفِي قَوْلُهَا كَذَبًا وَمَنْهَا۔ اس نے اس کے قول کو بالکل غلط اور سفید جھوٹ پایا۔ دیکھئے اس میں کذب کے جو معنی ہیں وہی معنی مین کے ہیں۔ لہذا دونوں میں کوئی ایک لفظ لاف علی التعین زائد بلا فائدہ ہے اس کا پہلا مصرعہ۔ وَقَذَبَ الْاَدِيمَ لِوَاهِشِيَهْ ملکہ زباہ نے اپنے باپ کے قصاص میں جَذِيْمَهْ اَبْرَش کے پٹھے کاٹ ڈالے اور جذیمہ نے زباہ کے قول و قرار (یعنی وہ جذیمہ سے شادی کر لے گی) تو بالکل جھوٹ پایا۔ اور حشو کی مثال۔ وَاعْلِمَ عِلْمَ الْيَوْمِ الْخ۔ میں آج کا بھی علم رکھتا ہوں اور کل کا بھی جو آج سے پہلے گزر چکا ہے۔ دوسرا مصرعہ۔ وَلِكُنِّي عَنْ عِلْمِ مَا لِي غَدِ عَمِي مگر میں آنے والے کل کے علم سے بے خبر ہوں۔

اور دواعی ایجاز (یعنی وہ اسباب جن کی بنا پر ایجاز کا استعمال ہوتا ہے) یہ ہیں۔ (۱) حفظ میں آسانی پیدا کرنا۔ (۲) عبارت کے مطلب کو فہم کے قریب کرنا (۳) مقام کی تسکین (۴) کسی فائدہ اور ضرورت کے پیش نظر کلام کے کسی حصہ کو تھپڑ کھنا (۵) باہمی گفتگو سے رنج پہنچنا۔

اور اخطاب کے دواعی یہ ہیں۔ (۱) مخاطب کے سامنے مطلب اور مفہوم کو خوب ثابت کر دینا۔ (۲) اور اپنی مراد کو واضح طور پر پیش کرنا (۳) حکم کو مؤکد کرنا (۴) شک اور وہم کو دور کرنا۔

اَفْسَامُ الْاِنْجَازِ

الْاِنْجَازُ اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ بِتَضَمُّنِ الْعِبَارَةِ الْقَصِيرَةِ مَعَانِي كَثِيرَةٍ. وَهُوَ مَرْكَزُ عِنَايَةِ الْبُلْغَاءِ. وَبِهِ تَفَاوُتُ اَقْدَارُهُمْ. وَيُسَمَّى اِنْجَازًا قَصْرٌ نَحْوُ قَوْلِهِ تَعَالَى (وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ)

وَاِمَّا اَنْ يَكُوْنَ بِحَذْفِ كَلِمَةٍ اَوْ جُمْلَةٍ اَوْ اَكْثَرِ مَعَ قَرِيْنَةٍ

تَعَيَّنَ الْمَحذُوفُ وَيُسَمَّى اِيْجَازَ حَذْفٍ. فَحَذَفَ
 الْكَلِمَةَ كَحَذْفِ (لَا) فِي قَوْلِ اِمْرِئِ الْقَيْسِ
 فَقُلْتُ يَمِيْنُ اللّٰهُ اَبْرَحُ قَاعِدًا
 وَلَوْ قَطَعُوا رَاسِيْ لَدَيْكَ وَاَوْصَالِيْ
 وَحَذَفَ الْجُمْلَةَ كَقَوْلِهِ تَعَالٰی (وَإِنْ يَكْذِبُوكَ فَقَدْ
 كَذَّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ) اِنِّیْ فِتْنٰسٌ وَّاضِبٌ.
 وَحَذَفَ الْاَكْثَرَ خَوْقَوْلِهِ تَعَالٰی (فَارْسِلُوْنِیْ یُّوسُفُ اٰیْهَا
 الصِّدِّیْقُ) اِنِّیْ اَرْسِلُوْنِیْ اِلٰی یُّوسُفَ لَا سَتَغْبِرُهُ الرُّوْیَا
 فَفَعَلُوْا فَاتَّاهُ وَقَالَ لَهُ یَا یُّوسُفُ.

ترجمہ: (ایجاز کلام میں اختصار کرنے کو کہتے ہیں) ایجاز یا تو اس طرح پر ہو کہ
 ایک چھوٹی سی عبارت کے تحت بہت سے معنی ہوں اور یہی وہ قسم ہے جو بلغاء کی
 توجہ کا مرکز بنی ہوئی ہے اور اسی سے بلغاء کے مرتبوں کا فرق ظاہر ہوتا ہے اور
 ایجاز کی اس قسم کا نام ایجاز قصر رکھا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول وَلَكُم فِي
 الْقِصَاصِ حَيٰوَةٌ (قصاص میں تمہاری زندگی ہے) اس آیت کے اندر کلمات کم
 ہیں مگر معانی بہت ہیں، آیت کی پوری تفسیر اور معانی قرآن کی تفسیروں میں دیکھ
 سکتے ہیں۔ توضیح میں مختصر تفسیر لکھی گئی دیکھ لیجئے گا۔

یا وہ ایجاز ایک کلمہ یا جملہ یا بہت سے کلموں اور جملوں کے حذف سے
 حاصل ہوا ایسے قرینے کے ساتھ جو محذوف کو معین کر سکے، اور ایجاز کی اس
 دوسری قسم کا نام ایجاز حذف رکھا جاتا ہے۔ تو حذف کلمہ کی مثال میں امرء القیس
 شاعر کا قول پیش کیا جاتا ہے جس میں لَا اَبْرَحُ کالاحذف کر دیا گیا ہے۔
 شعر کا ترجمہ: تو میں نے کہا کہ بخدا میں ہمیشہ بیٹھا رہوں گا اگرچہ وہ لوگ
 تمہارے سامنے میرا سر اور میرے جسم کے تمام جوڑ بند کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے
 رکھ دیں۔ اور حذف جملہ کی مثال میں رب العالمین کا یہ قول ہے وَإِنْ

يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ اَيُّ فِتْنَةٍ وَاَصْبِرْ ترجمہ (اور اگر
 مشرکین آپ کو جھٹلاتے ہیں تو آپ سے پہلے بھی بڑے بڑے انبیاء کرام جھٹلائے
 جا چکے ہیں) آپ اس معاملہ میں ان کی پیروی کریں اور صبر سے کام لیں اس
 آیت میں فِتْنَسُ وَاَصْبِرْ جملہ جزائیہ محذوف ہے فَقَدْ كَذَّبَتْ میں جو فاء ہے وہ
 جزائیہ نہیں ہے بلکہ فاء سببیہ ہے اور حذف اکثر کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ قول
 فَارْسِلُوْنِ يُوْسُفُ اِيَّهَا الصِّدِّیْقُ ہے یعنی مجھے یوسف تک کی جانے کی اجازت
 دو تاکہ اس سے خواب کی تعبیر معلوم کر لوں چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر وہ
 یوسف کے پاس پہنچا اور اسی سے اس طرح خطاب کیا اے یوسف! (اس کلام میں
 ایک جملہ سے زیادہ حصہ حذف کر دیا گیا جیسا کہ مذکورہ جملوں سے واضح ہے)
 تَوَصِّحْ: وَلَكُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیْوةٌ

قصاص میں اگرچہ بظاہر ایک جان جاتی ہے لیکن اس میں تمہاری بہت
 سی جانوں کی زندگی ہے، ایک جان لینے سے بہت سی جانیں محفوظ ہو جاتی ہیں
 قاتل گناہ سے پاک ہوا اور عذاب دوزخ سے رہائی پائی اور حیات ابدی اس کو
 حاصل ہوئی اور مقتول اگرچہ مارا گیا لیکن جب اس کا عوض اور بدلہ لے لیا گیا
 تو اس کا مرنا رائیگاں نہیں گیا، وارثین مقتول کے لیے باعث عز و جاہ ہوا اور
 قصاص لے لینے سے وارثوں کا دل ٹھنڈا ہوا غصہ کی آگ بجھ گئی اور آئندہ کے
 لیے کشت و خون کا سلسلہ بند ہوا، فریقین ایک دوسرے سے مطمئن ہو گئے پس
 اس حکم کا شروع ہونا خلافت کے لیے موجب رحمت اور سرمایہ زندگی ہوا۔
 اس بات کو سمجھنا عقل والوں کا کام ہے البتہ جن لوگوں کی عقل نہیں
 ہے وہ بات کی تہہ تک نہیں پہنچتے فقط ظاہر پر اکتفاء کرتے ہیں اور قہر و
 اختلاف جان سمجھتے ہیں۔ (معارف القرآن اور یسی)

اَفْسَامُ الْاِطْنَابِ

اَلْاِطْنَابُ یَكُوْنُ بِاُمُوْرٍ کَثِیْرَةٍ

(مِنْهَا) ذِكْرُ الْخَاصِّ بَعْدَ الْعَامِّ نَحْوُ اجْتَهِدُوا فِي
 دُرُوسِكُمْ وَاللُّغَةِ الْعَرَبِيَّةِ وَقَائِدَتَهُ التَّنْبِيهُ عَلَى فَضْلِ
 الْخَاصِّ كَأَنَّهُ لِرَفْعَتِهِ جَنْسٌ آخَرٌ مُغَايِرٌ لِمَا قَبْلَهُ
 (وَمِنْهَا) ذِكْرُ الْعَامِّ بَعْدَ الْخَاصِّ كَقَوْلِهِ تَعَالَى (رَبِّ
 اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِي مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ
 وَالْمُؤْمِنَاتِ)

(وَمِنْهَا) الْإِيضَاحُ بَعْدَ الْإِنْهَامِ نَحْوُ (أَمَدَّكُمْ بِمَا
 تَعْلَمُونَ أَمَدَّكُمْ بِأَنْعَامٍ وَبَيْنِينَ)
 (وَمِنْهَا) التَّوْشِيْعُ وَهُوَ أَنْ يُوتَى فِي آخِرِ الْكَلَامِ بِمُتَشَى
 مُفَسِّرٍ بِأَتْنِينَ كَقَوْلِهِ ۞

أَمْسَى وَأَصْبَحَ مِنْ تَدَارُكِكُمْ وَصَبَا
 يَرْتَنِي لِي الْمُسْتَفِيقَانِ الْأَهْلُ وَالْوَلَدُ

ترجمہ: بہت سی چیزوں سے المٹاب حاصل ہوتا ہے بعض ان میں سے یہ ہیں:
 (۱) ذکر الخاص بعد العام یعنی کسی عام چیز کو بیان کرنے کے بعد کسی خاص چیز کو
 بیان کرنا جیسا کہ اجْتَهِدُوا فِي دُرُوسِكُمْ وَاللُّغَةِ الْعَرَبِيَّةِ اپنے اسباق اور
 عربی زبان سیکھنے میں محنت کرو۔ اس قسم سے فائدہ یہ ہے کہ خاص چیز کی
 افضلیت پر مخاطب کو تنبیہ کی جائے گویا خاص اپنی رفعت شان کی وجہ سے مستقل
 ایک دوسری جنس ہے جو اپنے ما قبل (عام) کے مغائر ہے دیکھئے مثال مذکور میں
 دروس عام ہے اور اللغة العربیة خاص ہے۔

(۲) ذِکْرُ الْعَامِّ بَعْدَ الْخَاصِّ یعنی کسی خاص چیز کو بیان کرنے کے بعد کسی عام
 چیز کو بیان کرنا جیسا کہ قرآن شریف میں ہے رَبِّ اغْفِرْ لِي الْآیَةِ - ترجمہ آیت -
 اے میرے پروردگار! تو میرے گناہوں کو بخش دے اور میرے ماں باپ کے
 گناہوں کو بھی اور ان لوگوں کے گناہوں کو بھی بخش دے جو میرے گھر میں ایمان

کی حالت میں داخل ہوں نیز ان تمام مردوں اور عورتوں کے گناہوں کو بھی بخش دے جو ایمان کے ساتھ ہوں (اس جگہ مؤمنین اور مؤمنات کا بیان خاص کے بیان کے بعد ہوا تاکہ مخاطب کو معلوم ہو کہ خاص کی یہاں اہمیت زیادہ ہے)۔
 (۳) تیسری قسم یہ ہے کہ کسی چیز کو ہم ذکر کرنے کے بعد اس کی وضاحت کرنا جیسا کہ قرآن پاک میں ہے اَمَلُّكُمْ بِمَا تَعْلَمُونَ اَمَلَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَبَيْنَ اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد کی ایسی چیز سے کہ تم اسے خوب جانتے ہو۔ اس نے چوپایوں اور اولاد سے تمہاری مدد فرمائی۔ (دیکھو یہاں تعلمون میں ابہام تھا پھر انعام اور بین سے اس کی وضاحت کر دی گئی۔

(۴) چوتھی قسم تو شیع ہے وہ یہ ہے کہ کلام کے آخر میں کوئی ایسا تشبیہ کا لفظ لایا جائے جس کی تفسیر دو چیزوں سے کی جائے۔ جیسا کہ اس شعر میں۔ ترجمہ شعر۔ تمہاری یاد سے میں صبح و شام بے قرار رہتا ہوں، میری اس بے قراری پر دمشق (مہربان) نوحہ خوانی کرتے ہیں یعنی بیوی اور بچے۔ (یعنی یہاں مشتقان تشبیہ کا صیغہ ہے اس کی تفسیر الَاھل اور الْوَلَد سے کی گئی ہے۔

(وَمِنْهَا) التَّكْرِيرُ لِعَرَضِ كَطُولِ الْفَضْلِ فِي قَوْلِهِ ۛ
 وَإِنْ أَمْرًا دَامَتْ مَوَائِقُ عَهْدِهِ
 عَلَى مِثْلِ هَذَا إِنَّهُ لَكَرِيمٌ
 وَكَزِيَادَةِ التَّرْغِيبِ فِي الْعَفْوِ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى (إِنْ مِنْ
 أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ وَإِنْ تَعَفَّوْا
 وَتَصَفَّحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ)
 وَكُنَّا كَيْدَ الْإِنْدَارِ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى (كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ثُمَّ
 كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ)

(وَمِنْهَا) الْإِغْتِرَاضُ وَهُوَ تَوْسُطُ لَفْظٍ بَيْنَ أَجْزَاءِ جُمْلَةٍ
 أَوْ بَيْنَ جُمْلَتَيْنِ مُرْتَبِطَتَيْنِ مَعْنَى لِعَرَضٍ نَحْوُ ۛ

اِنَّ الثَّمَانِيْنَ وَبُلَغَتْهَا
 قَدْ اَخَوَجَتْ سَمْعِيْ اِلَى تَرْجُمَانٍ
 وَ نَحْوُ قَوْلِهِ تَعَالٰی (وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهُ وَلَهُمْ
 مَا يَشْتَهُوْنَ)

(۵) پانچویں قسم کلام کو کسی غرض سے یعنی فائدہ کے لیے مکرر لایا جاتا ہے۔ (یہ فائدہ کئی قسموں پر شامل ہے) جیسا کہ طول فصل کا فائدہ شاعر کے شعر میں ترجمہ شعر۔ اور ایسا شخص جس کا قول و قرار اس جیسی چیز کا ہمیشہ رہا ہے بے شک وہ ایک باعزت اور شریف آدمی ہے۔ (دیکھئے اس شعر میں امراء اور اس کی خبر لکھ کریم کے درمیان دَامَتْ مَوَاتِیْقُ عہدہ علی مثل ہَذَا کا ایک طویل فاصلہ حائل ہے اس طویل فاصلہ کی بنا پر کوئی غلط مفہوم نہ سمجھ لے اس لیے اس اِنَّہ کی تکرار سے فائدہ یہ ہوا کہ صحیح مفہوم مراد لیا جائے گا)

(۲) اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول در گذر کرنے میں زیادہ شوق دلانے کے لیے، آیت کا ترجمہ: بے شک تمہاری بیویوں اور اولاد میں کچھ افراد تمہارے دشمن ہیں لہذا تم ان سے ہو شیار رہو۔ اور ان کے ساتھ عفو اور در گذر سے پیش آتے رہو اور ان کی لغزشوں کو معاف کر دیا کرو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے (کیوں کہ معاف کرنے میں شوق دلانا بھی ایک فائدہ کا کام ہے اس لیے اس کو مکرر لایا گیا)

(۳) اسی طرح دھمکانے کی تاکید بھی ایک فائدہ کی چیز ہے اس لیے کلام میں اس کو مکرر لایا جاتا ہے۔ جیسا کہ باری تعالیٰ کا فرمان۔ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ تَعْلَمُوْنَ ترجمہ۔ ہرگز نہیں عنقریب جان لو گے، پھر ہرگز نہیں عنقریب جان لو گے۔ (اس آیت سے انسان کو متنبہ کیا جا رہا ہے کہ دنیا میں اس قدر سنبھک نہ ہو کہ آخرت کو بالکل ہی بھلا دے، اس تاکید کی آیت سے انسان کو ڈرایا جا رہا ہے تاکہ وہ آخرت کی تیاری کرے)

(۶) اور چھٹی قسم اعتراض ہے اور کسی لفظ کا کسی جملہ کے اجزاء کے درمیان میں

ہونا یا کسی لفظ کا ایسے دو جملوں کے درمیان میں آنا جو فائدہ کے لیے معنی کے اعتبار سے ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوں جیسا کہ شاعر کا قول۔ ترجمہ شعر۔ اسی سال کی عمر نے (خدا کرے یہ عمر دراز آپ کو بھی نصیب ہو) میرے کانوں کو (نقلِ سماعت کی وجہ سے) ایک ترجمان کا محتاج بنا کر رکھ دیا ہے (شعر مذکور میں "وَقَدْ بَلَغْتَهَا" جملہ معترضہ ہے جو دعا کے لیے درمیان میں لایا گیا ہے۔ اسی طرح آیت مذکور میں سُبْحَانَهُ کا کلمہ معترضہ واقع ہوا ہے۔ آیت کا ترجمہ یہ ہے کفار اللہ تعالیٰ کے لیے لڑکیاں ٹھہراتے ہیں (حالانکہ وہ ایسی چیزوں سے پاک ہے) اور اپنے لیے جو بہتر چاہتے ہیں ٹھہراتے ہیں۔

(وَمِنْهَا) الْإِنْفَالُ وَهُوَ خَتْمُ الْكَلَامِ بِمَا يُفِيدُ غَرَضًا يَتِمُّ الْمَعْنَى بِذَوْنِهِ كَالْمُبَالِغَةِ فِي قَوْلِ الْخَنَسَاءِ ه
وَأَنَّ صَخْرًا لَتَأْتِمُ الْهَدَاةُ بِهِ
كَأَنَّهُ عَلِمَ فِي رَأْسِهِ نَارُ
(وَمِنْهَا) التَّذْيِيلُ وَهُوَ تَغْقِيبُ الْجُمْلَةِ بِأُخْرَى تَشْتَمِلُ عَلَى مَعْنَاهَا تَاكِيدًا لَهَا وَهُوَ أَمَّا أَنْ يَكُونَ جَارِيًا مَجْرَى الْمَثَلِ لِاسْتِقْلَالِ مَعْنَاهُ وَاسْتِغْنَائِهِ عَمَّا قَبْلَهُ كَقَوْلِهِ تَعَالَى (جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا)
وَأَمَّا أَنْ يَكُونَ غَيْرَ جَارٍ مَجْرَى الْمَثَلِ لِعَدَمِ اسْتِغْنَائِهِ عَمَّا قَبْلَهُ كَقَوْلِهِ تَعَالَى (ذَلِكَ جَزَيْنَا هُمْ بِمَا كَفَرُوا وَهَلْ نُجَازِي إِلَّا الْكَافِرَ)

(۷) ساتویں قسم انفال ہے اور وہ یہ ہے کہ کلام کو ایسے لفظ پر ختم کرنا جو کسی ایسے نکتے کا فائدہ دیتا ہے جس کے بغیر بھی اصل مقصود پورا ہو جاتا ہے جیسا کہ مبالغہ کا فائدہ خساء کے شعر میں رجبہ شعر بے شک میرے بھائی صحر کی

شخصیت ایسی تھی کہ اس سے قوم کے سارے رہنما امامت کا سبق حاصل کرتے تھے گویا وہ عزت اور رفعت شان کے اعتبار سے ایک بلند پہاڑ تھا جس کی چوٹی پر آگ کا شعلہ ہے (اور اس سے ساری آبادی جگمگا رہی ہے اس شعر میں فی رأسہ نَارَ کا جملہ محض مبالغہ کی غرض سے لایا گیا ہے ورنہ اس کے بغیر بھی متکلم کا مقصود پورا ہو رہا ہے)

(۸) آٹھویں قسم تذییل ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک جملہ کے بعد دوسرا ایسا جملہ لایا جائے جو پہلے جملہ کے معنی پر متل ہو اور اس کی تاکید ہو (اور وہ دو قسم پر ہے) پہلی قسم یہ ہے کہ جملہ ثانیہ ضرب المثل کے قائم مقام ہو اس سبب سے کہ اس کے معنی مستقل ہیں اور وہ اپنے ماقبل مستغنی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول۔ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا۔ یہاں جملہ ثانیہ یعنی إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا جملہ اولیٰ کی تاکید ہے۔ ترجمہ آیت۔ حق ظاہر ہوا اور باطل مٹ گیا اور یقیناً باطل مٹنے والی چیز ہی ہے (اس سے ایک مستقل عام فائدہ کی طرف نشاندہی کر دی گئی کہ باطل کی بقا نہیں ہے دیر سویر آخر کار مٹ کر ہی رہے گا) دوسری قسم یہ ہے کہ جملہ ثانیہ ضرب المثل کے قائم مقام نہ ہو اس لیے کہ وہ اپنے ماقبل سے بے نیاز نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ذَلِكَ جَزَاءُ نَجْمٍ بِمَا كَفَرُوا وَهَلْ نُجَازِي إِلَّا الْكَافِرَ۔ یہاں جملہ ثانیہ هَلْ نُجَازِي إِلَّا الْكَافِرَ جملہ اولیٰ کے لیے تاکید ہے لیکن یہ جملہ اپنے معنی کے لحاظ سے مستغنی نہیں ہے (یعنی یہ مشہور جملہ نہیں ہے جس طرح إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا مشہور اور ضرب المثل ہے) آیت کا ترجمہ: وہ بدلہ ہم نے دیا ان کو کفر اور ناشکری کا، اور اس قسم کا خاص بدلہ ایسے لوگوں کو دیا کرتے ہیں جو کافر اور ناشکرے ہوں۔

حل کلمات: صَخْرًا یہ حضرت خضہ شاعرہ کے بھائی تھے، نَأْتُمْ مِنْهُ وَاحِد مَوْنٌ غَائِب، مضارع، اِذْ اِتْعَالِ اقتداء کرنا، تعلیل آسان ہے۔ هُذَا باب ضرب سے هِدَايَةٌ راستہ بتلانا۔ هُذَا یہ هَادِي صفت کی جمع ہے جیسے فُضَاة، قاضی کی جمع، نُحَاة نَاجِي کی جمع ہے۔ عَلِمَ یہاں پہلا کے معنی میں آیا ہے، اور عَلِمَ نام کے معنی کے بھی آتا ہے۔

(وَمِنْهَا) الْإِخْتِرَاسُ وَهُوَ أَنْ يُؤْتَى فِي كَلَامٍ يَوْمِهِمْ
خِلَافَ الْمَقْصُودِ بِمَا يَذْفَعُهُ نَحْوُ
فَسَقَى دِيَارَكَ غَيْرَ مُفْسِدِهَا
صَوَّبَ الرَّبِيعَ وَدَيْنَمَةَ تَهْمِي
(وَمِنْهَا) التَّكْمِيلُ وَهُوَ أَنْ يُؤْتَى بِفَضْلَةٍ تَزِيدُ الْمَعْنَى
حُسْنًا نَحْوُ (وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ) أَيْ مَعَ حُبِّهِ
وَذَلِكَ أَبْلَغُ فِي الْكُرَمِ.

(۹) نویں قسم احترااس ہے۔ احترااس کہلاتا ہے کہ کسی ایسے کلام میں جس سے مقصود کے مخالف امر کا وہم ہو، ایسا لفظ لانا جو اس وہم کو دور کر دے جیسا کہ ”غیر مفسدہا“ کا لفظ شعر مذکور میں شعر کی نثر اور اصل عبارت اس طرح ہے فسقی ديارك صوب الربيع ودينمة تهمي غير مفسدہا۔ شاعر اپنے ممدوح کو دعا دیتے ہوئے کہتا ہے کہ موسم بہار کی بارش اور موسلا دھار پانی تمہارے وطن کو سرسبز و شاداب کرے اس طرح کہ وہ کسی قسم کی خرابی اور تباہی ظاہر نہ کرے دیکھئے یہاں غیر مفسد ہا کے لفظ سے کس طرح اس وہم کو دور کر دیا گیا جو جملہ کے پہلے حصہ میں پایا جاتا تھا یعنی وہم یہ تھا کہ جب اس قدر زوروں کی بارش ہوگی تو سارا علاقہ غرقاب ہو کر تباہ ہو جائے گا۔

(۱۰) دسویں قسم تکمیل ہے اور وہ یہ ہے کہ کلام میں کوئی ایسا زائد لفظ لایا جائے جو معنی کے حسن کو بڑھا دے جیسا کہ ”وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ“ یہاں علی حُبِّهِ کا لفظ زائد ہے۔ آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ لوگ کھلاتے ہیں کھانا باوجود اس کی محبت ہونے کے (مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں، خود بھوکے رہتے ہیں دوسروں کو کھلاتے ہیں اس طرح پر کھانا کھانا اتنا ہمارے لیے کی سخاوت ہے۔

حل کلمات: فسقی سقی (ض) سیراب کرنا۔ دینار یہ دار کی جمع ہے گھر

کے معنی میں یہاں مراد ملک ہے، صَوْبٌ بارش، صَابٌ يَصُوبُ صَوْبًا (ن) اوپر سے اترنا، خوب بارش ہونا۔ دِيمَةٌ لگاتار بارش، جس میں چمک و گرج نہ ہو۔ (ج) دَيْمٌ وَدَيْوَمٌ تھمی، صِنْوٌ وَاحِدٌ مَوْنٌ غَائِبٌ، مضارع، هَمِيَا وَهَمِيَانَا (ض) جاری ہونا، بہنا، غَيْرُ مُفْسِدٍهَا تَرْكِبٌ میں سقی یا تھمی کے فاعل سے حال واقع ہو رہا ہے۔

الْخَاتِمَةُ

(فِي اخْرَاجِ الْكَلَامِ عَلَى خِلَافِ مُقْتَضَى الظَّاهِرِ)
اِبْرَازُ الْكَلَامِ عَلَى حَسَبِ مَا تَقَدَّمَ مِنَ الْقَوَاعِدِ يُسَمَّى
اِخْرَاجَ الْكَلَامِ عَلَى مُقْتَضَى الظَّاهِرِ. وَقَدْ تَقْتَضِي
الْاُخْوَالُ الْعُدُولَ عَنِ مُقْتَضَى الظَّاهِرِ. وَيُورَدُ الْكَلَامُ
عَلَى خِلَافِهِ فِي اَنْوَاعٍ مَخْصُوصَةٍ.
(مِنْهَا) تَنْزِيلُ الْعَالِمِ بِفَائِدَةِ الْخَبَرِ اَوْ لَازِمِهَا. مَنَزَلَةٌ
الْجَاهِلِ بِهَالِ الْعَدَمِ جَرِيهِ عَلَى مُوجِبِ عَلَيْهِ فَيُلْقَى اِلَيْهِ
الْخَبَرُ كَمَا يُلْقَى اِلَى الْجَاهِلِ. كَقَوْلِكَ لِمَنْ يُؤْذِي اَبَاهُ
هَذَا اَبُوكَ.

(وَمِنْهَا) تَنْزِيلُ غَيْرِ الْمُنْكَرِ مَنَزَلَةَ الْمُنْكَرِ اِذَا لَاحَ عَلَيْهِ
شَيْءٌ مِّنْ عَلَامَاتِ الْاِنْكَارِ فَيُؤْكَدُ لَهُ نَحْوُ
جَاءَ شَقِيقٌ عَارِضًا رُّمَحَهُ
اِنْ بَنَى عَمَكَ فِيهِمْ رِمَاحُ
وَقَوْلِكَ لِلْسَّائِلِ الْمُسْتَعِدَّ خُضُولَ الْفَرَجِ اِنَّ الْفَرَجَ
لَقَرِيبٌ وَتَنْزِيلُ الْمُنْكَرِ اَوْ الشَّاكِّ مَنَزَلَةَ الْخَالِي اِذَا كَانَ

مَعَهُ مِنَ الشَّوَاهِدِ مَا إِذَا تَأَمَّلَهُ زَالَ انْكَارُهُ أَوْ شَكُّهُ. كَقَوْلِكَ
لَمَنْ يَنْكَرُ مَنْفَعَةَ الطِّبِّ أَوْ يَشْكُ فِيهَا الطَّبَّ نَافِعٌ.

خاتمہ

مقتضائے ظاہر کے خلاف کلام استعمال کرنا۔ گذشتہ قواعد کے مطابق کلام کا استعمال بلغاء کی اصطلاح میں اخراج الکلام علی مقتضی الظاہر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے لیکن احوال چوں کہ کبھی مقتضائے ظاہر سے عدول کرنے کے بھی مقتضی ہوتے ہیں اس لیے مقتضائے ظاہر کے خلاف بھی حسب ذیل مخصوص طریقوں پر کلام استعمال کیا جاتا ہے۔

(۱) ان طریقوں میں سے پہلا طریقہ تنزیل العالم منزلة الجاہل ہے یعنی ایسے شخص کو جو فائدہ خبر یا لازم فائدہ خبر کا عالم ہو ایسے شخص کے مرتبے میں اتار دیا جائے جو ان چیزوں سے بے خبر ہو کیونکہ عالم اپنے مقتضائے علم کے مطابق نہیں چل رہا ہے لہذا اس عالم کو اس طرح خبر پیش کی جائے گی جس طرح کسی جاہل کو پیش کی جاتی ہے مثلاً ایسے شخص سے جو اپنے باپ کو تکلیف پہنچاتا ہے تم کہتے ہو کہ ”یہ تمہارے باپ ہیں“ یا کسی بے نمازی عالم سے کہے کہ الصلوٰۃ واجبة کہ نماز فرض ہے۔

(۲) دوسرا طریقہ غیر منکر مخاطب کو منکر کے درجہ میں اتار دینا، جب غیر منکر مخاطب پر انکار کی علامتوں میں سے کوئی علامت ظاہر ہو جائے، تو اس وقت اس کے لیے مؤکد کلام لایا جائے گا۔ جیسا کہ شاعر کا قول۔ شقیق اپنے نیزے کو عرض میں رکھ کر اتراتا ہوا آیا (تو اس کی اس مفرد لہ چال کو دیکھ کر کسی نے اس سے کہا چل ہٹ جا) بے شک تیرے چچازاد بھائیوں کے پاس بہت سے نیزے ہیں اور جیسا کہ (دوسری مثال) تم اس سائل سے کہو جو خوشحالی کے حصول کو مستعد سمجھتا ہو، یا الفرج لقریب بلاشبہ خوشحالی قریب ہے۔

اور کبھی منکر اور شک کرنے والے مخاطب کو اس مخاطب کے مقام میں

اتار دیا جاتا ہے جو خالی الذہن ہوتا ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب اس مخاطب شکر یا شک کرنے والے کے پاس کچھ ایسے شواہد ہوں جب ان پر غائرانہ نظر ڈالے گا تو اس کا انکار یا شک دور ہو جائے گا جیسا کہ جب آپ ایسے شخص سے جو فن طب کے فوائد کا منکر ہو یا اس کی افادیت میں شک کرنے والا ہو کہتے ہو الْعُطْبُ نَافِعٌ کہ فن طب فائدہ مند ہے۔

(وَمِنْهَا) وَضَعَ الْمَاضِي مَوْضِعَ الْمُضَارِعِ لِفَرَضِ
كَالتَّبْيِيهِ عَلَى تَحْقِيقِ الْحُصُولِ. نَحْوُ (أَتَى أَمْرُ اللَّهِ فَلَا
تَسْتَعْجِلُوهُ) أَوْ التَّفَاوُلِ نَحْوُ (إِنْ شَافَكَ اللَّهُ الْيَوْمَ
تَذْهَبَ مَعِيَ غَدًا)

وَعَكْسُهُ أَيْ وَضَعَ الْمُضَارِعَ مَوْضِعَ الْمَاضِي لِفَرَضِ
كَاسْتَحْضَارِ الصُّورَةِ الْغَرِيبَةِ فِي الْخِيَالِ كَقَوْلِهِ تَعَالَى
(وَهُوَ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيَّاحَ فَتَبِيرُ سَحَابًا) أَيْ فَاتَّارَتْ.
وَالْهَادَةِ الْإِسْتِمْرَارِ فِي الْأَوْقَاتِ الْمَاضِيَةِ نَحْوُ (لَوْ
يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُمْ) أَيْ لَوِاسْتَمَرَّ عَلَى
إِطَاعَتِكُمْ.

ترجمہ: (۳) تیسرا طریقہ وضع الماضی موضع المضارع ہے یعنی کسی غرض اور نکتے کے لئے ماضی کو مضارع کے مقام پر استعمال کرنا جیسے مخاطب کو کسی چیز کے حاصل ہو جانے پر تنبیہ کرنا مثلاً اَتَى أَمْرُ اللَّهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوهُ اللہ کا حکم آچکا ہے لہذا تم اس کے جلد آنے کے خواستگار نہ بنو۔ دیکھئے یہاں یائنی صیغہ مضارع کی جگہ میں اُتی صیغہ ماضی استعمال کیا گیا تاکہ اس کے وقوع یعنی ہونے میں مخاطب کو کوئی شک و شبہ نہ رہے حالانکہ مقتضائے ظاہر کے لحاظ سے یائنی صیغہ مضارع آنا چاہیے یا نیک فالی حاصل کرنا مثلاً إِنْ شَافَكَ اللَّهُ الْيَوْمَ تَذْهَبَ مَعِيَ غَدًا۔ اگر رب العالمین نے آج تم کو شفا دیدی تو کل

وَأَشْهَدُكُمْ تَحَاشِيًا عَنْ مُوَازَاةِ شَهَادَتِهِمْ بِشَهَادَةِ اللَّهِ.
وَالْتَسْوِيَةِ نَحْوُ (أَنْفَقُوا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا لَنْ يُتَقَبَلَ مِنْكُمْ)

ترجمہ (۳) اور کبھی کلام خبری کو کلام انشائی کی جگہ میں رکھتے ہیں کسی غرض اور نکتہ کی وجہ سے مثلاً نیک فال لینا جیسے ھذاک اللہ لصالح الاعمال (خدا تمہیں اچھے کاموں کی ہدایت نصیب فرمائیں، یہ جملہ ”اے خدا! تو اسے ہدایت نصیب فرما“ کی جگہ میں استعمال کیا گیا۔ (۲) اور اظہار رغبت کرنا۔ خدا مجھے تمہاری ملاقات نصیب کرے۔ یہ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ لِقَائَكَ کی جگہ میں استعمال کیا گیا۔ (۳) ادب کا لحاظ کر کے امر کے طریقہ سے گریز کرنا (کیونکہ امر کی صورت میں استعلاء کا انداز نمایاں ہو جاتا ہے جو ادب کے خلاف ہے) جیسا کہ يَنْظُرُ مَوْلَايَ فِيْ اَمْرِيْ (میرے آقا میرے معاملہ میں غور فرمائیں گے) یہ اَنْظُرُ مَوْلَايَ کی جگہ استعمال کیا گیا۔

اور اس کے کبھی برعکس کلام لایا جاتا ہے یعنی خبری جملوں کی جگہ میں انشائی جملے رکھے جاتے ہیں کسی غرض اور نکتہ کی وجہ سے، جیسا کہ (۱) کسی چیز پر خاص توجہ رکھنے کے اظہار کے لیے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے رسول! کہہ دیجئے کہ میرے رب نے انصاف کرنے کا حکم دیا ہے اور تم لوگ سیدھے رکھو اپنے چہرے کو ہر نماز کے وقت (قبلہ کی طرف) حکم صلاۃ کی اہمیت کا لحاظ کر کے اِقَامَةٌ وُجُوْہُكُمْ نہیں کہا۔ اور اقامۃ کا عطف قسط پر نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس کی جگہ اقیوا امر کا صیغہ استعمال کیا گیا۔ (۲) اس بات سے برہوت ظاہر کرنے کے لیے کہ کلام لاحق کلام سابق کے مقابل ہو جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول قَالَ اِنِّیْ اَشْهَدُ اللّٰہَ الْاٰیۃ ترجمہ آیت کہا، میں اللہ کو گواہ ٹھہراتا ہوں اور تم لوگ گواہ ہو کہ میں ان تمام چیزوں سے بری ہوں جن کو تم لوگ اللہ کے شریک ٹھہراتے ہو یہاں وَاَشْهَدُكُمْ نہیں کہا اس سبب سے کہ لوگوں کی شہادت کو اللہ تعالیٰ کی شہادت کے مقابل میں لانے سے برہوت ظاہر کرنا مقصود ہے۔ (۳) اور تسویہ کے لیے یعنی فعل اور مقابل فعل کے درمیان

مسادات قائم کرنا۔ جیسا کہ آنفقو طوعاً او کرها لن یُقبَل مِنکُمْ (خرچ کرو رضامندی سے یا نا رضاگی سے۔ بہر حال تمہارا خرچ کرنا ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔ یہاں یہ جملہ آنفقتم طوعاً او کرها لن یُقبَل مِنکُمْ کی جگہ استعمال کیا گیا اتفاق طوعاً اور کرها کے درمیان مسادات قائم کرنے کے لیے۔

(وَمِنْهَا) الْإِضْمَارُ فِي مَقَامِ الْإِظْهَارِ لِعَرَضٍ . كَادَّ عَاءٌ
أَنَّ مَرْجِعَ الضَّمِيرِ دَائِمُ الْحُضُورِ فِي الدَّهْنِ كَقَوْلِ
الشَّاعِرِ

أَبَتْ الْوَصَالَ مَخَافَةَ الرُّقْبَاءِ
وَأَتَتْكَ تَحْتَ مَدَارِعِ الظُّلَمَاءِ
الْفَاعِلُ ضَمِيرٌ لَمْ يَتَقَدَّمَ لَهُ مَرْجِعٌ . فَمُقْتَضَى الظَّاهِرِ
الْإِظْهَارُ وَتَمَكُّينُ مَا بَعْدَ الضَّمِيرِ فِي نَفْسِ السَّامِعِ
لِتَشَوُّقِهِ إِلَيْهِ أَوْ لَا نَحْوُ هِيَ النَّفْسُ مَا حَمَلَتْهَا تَحْتَمَلُ .
هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ . نَعَمْ تَلْمِيزٌ بِالْمُؤَدَّبِ وَعَكْسُهُ أَيْ الْإِظْهَارُ
فِي مَقَامِ الْإِضْمَارِ لِعَرَضٍ . كَتَقْوِيَةِ دَاعِيِ الْإِمْتِثَالِ . كَقَوْلِكَ
لِعَبْدِكَ سَيِّدِكَ يَا مُرْكَ بِكَذَا .

ترجمہ: (۵) اسم ظاہر کی جگہ میں ضمیر لانا کسی نکتہ کی وجہ سے، جیسا کہ دعویٰ کرنا کہ ضمیر کا مرجع ذہن میں ہمیشہ حاضر رہتا ہے مثلاً شاعر کا قول محبوبہ نے رقیبوں کے ڈر سے وصال (ملنے) سے انکار کر دیا حالانکہ وہ تمہارے پاس رات کی تاریکی کے پردوں کے نیچے سے بارہا آچکی ہے۔ یہاں ابَتْ اور آتَتْ کی ضمیروں کا مرجع پہلے مذکور نہیں ہوا اس لیے ظاہر کلام کا مقتضی تو یہ تھا کہ فاعل یہاں مذکور ہوتا، لیکن اس نکتے کا خیال کر کے کہ یہ دعویٰ کرنا صحیح ہو کہ مرجع ذہن میں ہمہ وقت حاضر رہتا ہے کبھی ذہن سے غائب نہیں ہوتا اسم

ظاہر نہ لاکر ضمیر لایا۔ (۲) اور جیسے ضمیر کے بعد آنے والی چیز کو مخاطب کے دل میں اتار دینا ہے تاکہ مخاطب شروع ہی سے اس چیز کا منتظر رہے جیسا کہ شاعر کا قول۔ ترجمہ شعر۔ وہ نفس ہی تو ہے جب تک تم اسے اپنے اوپر لادے رہو گے وہ لدائی رہے گا۔ وہ اللہ ایک ہے کیا ہی اچھا ہے شائستہ طالب علم۔ (اس شعر میں چند مثالیں پیش کی گئیں۔ سب میں ظاہر کا تقاضہ یہی تھا کہ اظہار کیا جائے لیکن اضممار کو ترجیح اس لیے دی گئی کہ مخاطب کے دل میں مرجع اچھی طرح قرار پکڑ لے اور اس کا شوق زیادہ ہو جائے چنانچہ شاعر پہلی مثال میں ضمیر قصہ (ہی النفس) دوسری مثال میں ضمیر شان (ہو اللہ) اور تیسری مثال میں ضمیر مشتر (نعم) کو لایا اور کبھی اس کے عکس ہوتا ہے یعنی کسی نکتہ کی وجہ سے اضممار کے مقام میں اظہار کا استعمال ہوتا ہے، جیسے ادائے حکم کے سبب کو مستحکم اور زور دار کرنا مثلاً آپ اپنے غلام سے کہتے ہیں سَيِّدُكَ يَا مُرُوكَ بَغْذَا یعنی تمہارا مالک تم کو ایسا کرنے کا حکم کرتا ہے دیکھئے یہاں اَنَا اَمُرُوكَ بَغْذَا کے بجائے سَيِّدُكَ يَا مُرُوكَ لایا گیا۔ اس کا منشا یہ ہے کہ مخاطب کو معلوم ہو جائے کسی معمولی آدمی نے تم کو حکم نہیں دیا بلکہ تمہارے آقا اور مولیٰ نے تم کو حکم دیا جو ہر حال میں قابل امتثال ہے۔

حل کلمات: اَبَتْ الوصال الخ: اَبَتْ صيغَةُ وَاحِدٍ مَوْثُ غَائِبٍ، ماضِي، اَبَيْتُ يَابُنِي اِبَاءً (ف) انکار کرنا وَصَالٌ، صِلَةٌ وَوَصَالًا (ض) ملنا۔ مخافة (س) مصدر ميمي ذرنا، مَوْثُ غَائِبٍ۔ صيغَةُ مَفْعَلٍ رَقِيبَةٍ كِي جَعٍ۔ مگر انی کرنا، یہاں مراد دشمن اور حاسدین، مَذَارُغٌ جمع، مفرد مَذْرَعَةٌ، جب، کوٹ، یہاں پردہ مراد لیا گیا۔ ظَلَمَاءُ تاریکی، کہا جاتا ہے۔ لَيْلَةٌ ظَلَمَاءُ تاریک رات۔

(وَمِنْهَا) اِلِلْتِفَاتٌ وَهُوَ نَقْلُ الْكَلَامِ مِنْ حَالَةِ التَّكَلُّمِ اَوْ الْخِطَابِ اَوْ الْغِيَةِ اِلَى حَالَةِ اُخْرَى مِنْ ذَلِكَ. فَالْنَقْلُ مِنَ التَّكَلُّمِ اِلَى الْخِطَابِ نَحْوُ (وَمَا لِي لَا اَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَاِلَيْهِ تُرْجَعُونَ) اَيْ اَرْجِعُ. وَمِنْ التَّكَلُّمِ اِلَى الْغِيَةِ نَحْوُ (اَنَا اَعْطَيْتُكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ) وَمِنْ

الْخِطَابِ إِلَى التَّكْلِمْ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ ۛ
 اتَّطَلَّبُ وَضَلَّ رَبَّاتِ الْجَمَالِ
 وَقَدْ سَقَطَ الْمَشِيبُ عَلَى قَدَّالِي
 (وَمِنْهَا) تَجَاهُلُ الْعَارِفِ وَهُوَ سَوَّى الْمَعْلُومِ مَسَاقِ
 غَيْرِهِ لِعَرَضِ كَالْتَوْبِيخِ نَحْوُ ۛ
 آيَا شَجَرِ الْخَابُورِ مَالِكُ مُورِقًا
 كَأَنَّكَ لَمْ تَجْزَعْ عَلَى ابْنِ طَرِيفِ

(۶) چھٹا طریقہ التفات ہے اور وہ کلام کو تکلم، خطاب اور غیبت کی حالتوں میں سے ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل کرنا ہے۔ حالت تکلم سے حالت خطاب کی طرف منتقل کرنے کی مثال وَمَالِي لَا أَعْبُدُ الَّذِي الْآيَةِ ترجمہ: اور مجھے کیا ہو گیا کہ میں اس خدا کی پرستش نہیں کر رہا ہوں جس نے مجھے پیدا کیا۔ حالانکہ اس کی طرف تم لوگ لوٹو گے یعنی میں لوٹوں گا۔ ارجع کی جگہ ترجموں ہے۔

اور حالت تکلم سے حالت غیبت کی طرف منتقل کرنے کی مثال أَنَا أَعْطَيْتَكَ الْكَوْنُ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَأَنْحَرْ ترجمہ آیت: بے شک ہم نے تم کو کوثر دیا ہے (لہذا تم شکر یہ کے طور پر) اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ دیکھئے یہاں فَصَلِّ لَنَا کے بجائے فَصَلِّ لِرَبِّكَ کہا گیا۔

اور حالت خطاب سے حالت تکلم کی طرف منتقل کرنے کی مثال شاعر کا شعر اتَّطَلَّبُ وَضَلَّ الخ ترجمہ شعر: اے مخاطب! کیا اب تک تم حسن و جمال والی لڑکیوں کے وصال (ملاقات) کے خواہشمند ہو حالانکہ سفیدی میری گردن پر لٹک چکی ہے۔ دیکھئے یہاں تَطَلَّبُ میں تو خطاب ہے اور عَلَي قَدَّالِي میں تکلم ہے حالانکہ ظاہر کے اعتبار سے عَلَي قَدَّالِكَ ہونا چاہئے تھا۔

(۷) اور ساتواں طریقہ ان میں سے تجاہل عارفانہ کا ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی

غرض سے امر معلوم کو امر غیر معلوم کی جگہ میں استعمال کرنا مثلاً توحیح کی مثال میں یہ شعر ہے۔ اَيَا شَجَرَ الْخَابُورِ الْخِ تَرْجَمَ شَعْرًا۔ اے وادیِ خابور کے درخت! تم کیوں ہرے بھرے نظر آتے ہو؟ تمہاری اس تروتازگی سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید تم ولید بن طریف کے گذر جانے سے مضطرب اور پریشان نہیں ہو۔ دیکھئے اس کی قائلہ لیلیٰ بنت طریف کو اس بات کا پورا یقین ہے۔ کہ جزع فزع ذوی العقول کی صفات میں سے ہے اور شجر، غیر ذوی العقول میں سے ہے لہذا اس بے جزع کا مطالبہ کرنا لاجا حاصل ہے لیکن اس کے باوجود جزع کا مطالبہ کرنا جان بوجھ کر انجان بننا ہے اور مقصود اس سے صرف جھڑکنا ہے اور یہ ظاہر کرنا ہے کہ ابن طریف کی شخصیت اس قدر غیر معمولی تھی کہ اس کے کارناموں سے نباتات، جمادات اور غیر ذوی العقول بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔

حل کلمات: اَيَا شَجَرَ الْخَابُورِ الْخِ: مُؤَرِّقًا اسم فاعل از افعال أَوَّرَقَ الشَّجَرُ وَرَخْتَ كَأَنَّهُ دَارٌ هَوَّنَا۔ لَمْ تَجْزَعْ صَيْخَةً وَاحِدَةً كَرَّ حَاضِرٌ بَحْثُ نَفْسِي حَبْدٌ بَلَمْ دَرْ فَعْلٌ مُسْتَقْبَلٌ مَعْرُوفٌ جَزَعًا (س) بے صبری کرنا، افسوس کرنا۔

(وَمِنْهَا) أُسْلُوبُ الْحَكِيمِ وَهُوَ تَلَقَّى الْمُخَاطَبَ بِغَيْرِ مَا يَتَرَقَّبُهُ أَوِ السَّائِلِ بِغَيْرِ مَا يَطْلُبُهُ تَنْبِيْهَا عَلَى أَنَّهُ الْأَوَّلَى بِالْقَصْدِ۔

فَالْأَوَّلُ يَكُونُ بِحَمْلِ الْكَلَامِ عَلَى خِلَافٍ مُرَادٍ قَائِلِهِ كَقَوْلِ الْقُبَعْرِيِّ لِلْحَجَّاجِ (وَقَدْ تَوَعَّدَهُ بِقَوْلِهِ لَا حِمْلَ لَكَ عَلَى الْأَذْهِمِ)

مَثَلُ الْأَمِيرِ يَحْمِلُ عَلَى الْأَذْهِمِ وَالْأَشْهَبِ فَقَالَ لَهُ الْحَجَّاجُ أَرَدْتُ الْحَدِيدَ فَقَالَ الْقُبَعْرِيُّ لَأَنْ يَكُونَ حَدِيدًا خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَكُونَ بَلِيدًا. أَرَادَ الْحَجَّاجُ بِالْأَذْهِمِ

الْقَيْدِ. وَبِالْحَدِيدِ الْمَغْدَنِ الْمَخْصُوصِ وَحَمَلَهَا
 الْقُبْعُ عَلَى الْفَرَسِ الْأَذْهَمِ الَّذِي لَيْسَ بَلِيدًا.
 وَالثَّانِي. يَكُونُ بِنَزِيلِ السُّؤَالِ مَنْزِلَةً سُؤَالُ آخَرَ
 مُنَاسِبٌ لِحَالَةِ السَّائِلِ كَمَا فِي قَوْلِهِ تَعَالَى (يَسْأَلُونَكَ
 عَنِ الْأَهْلِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ) سَأَلَ بَعْضُ
 الصَّحَابَةِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ الْهَلَالِ يَبْدُو
 دَقِيقًا ثُمَّ يَتَزَايِدُ حَتَّى يَصِيرَ بَذْرًا ثُمَّ يَتَنَاقِصُ حَتَّى يَعُودَ
 كَمَا بَدَأَ. فَجَاءَ الْجَوَابُ عَنِ الْحِكْمَةِ الْمُتَرْتِبَةِ عَلَى
 ذَلِكَ لِأَنَّهَا أَهَمُّ لِلْسَّائِلِ. فَنُزِّلَ سُؤَالُهُمْ عَنْ سَبَبِ
 الْإِخْتِلَافِ مَنْزِلَةً السُّؤَالِ عَنْ حِكْمَتِهِ.

(۸) اور آٹھواں طریقہ اسلوب الحکیم ہے۔ (۱) اور وہ یہ ہے کہ متکلم کا
 مخاطب سے اس طرح پر ملنا (گفتگو کرنا یعنی وہ گفتگو کے وقت ایسا قول پیش
 کرے) جس کی پہلے سے مخاطب کو امید نہ ہو۔ (۲) یا متکلم کا سائل سے اس
 طرح پر ملنا (کہ گفتگو کے وقت ایسی بات پیش کرے) کہ سائل اس کا طالب
 نہ ہو اور اس سے یہ تنبیہ کر رہا ہو کہ وہ غیر (جس کو متکلم پیش کر رہا ہے) زیادہ
 مناسب ہے کہ اسی کو مقصود بنایا جائے۔ تو پہلی صورت اس طرح حاصل
 ہوتی ہے کہ کلام کو اس کے قائل کے لیے ہوئے معنی کے خلاف دوسرے
 معنی پر محمول کیا جائے مثلاً قُبْعُی نے حجاج سے کہا تھا (جب کہ حجاج نے
 اس کو ان لفظوں سے دھمکی دی تھی کہ لَا خِمْلُكَ عَلَى الْأَذْهَمِ، قُبْعُی
 میں تمہیں بیڑی پر اٹھاؤں گا) مِثْلُكَ الْأَمِيرُ يَخْمِلُ عَلَى الْأَذْهَمِ وَالْأَشْهَبِ
 مطلب یہ ہے کہ آپ جیسے مہربان امیر ہی کا کام ہے کہ دوسروں کو ادھم (سیاہ
 گھوڑا) اور اشہب (سرخ یا مکمل سفید گھوڑا) پر سوار کرائیں۔ قُبْعُی کا یہ جواب سن
 کر حجاج نے فوراً کہا کہ وہ مطلب نہیں جو تم نے سمجھ رکھا ہے بلکہ ادھم سے میری

مراد حدید (بیڑی) ہے تو قبضی نے حجاج کی اس تصریح کو سن کر کہا لان یکون
 حدیدًا خیر مِن اَنْ یکون بلیڈا۔ حضور والا! اس سیاہ گھوڑے کا تیز ہونا اس
 کے ست رفتار ہونے سے بہتر ہے دیکھئے حجاج نے تو ادہم سے بیڑی اور حدید
 سے ایک مخصوص دھات کے معنی کا قصد کیا تھا۔ لیکن اس شاعر قبضی کی حاضر
 جوابی کس قدر قابل داد ہے کہ اس نے اتنے بڑے جابر حاکم کے سامنے اس
 کے مطلب کی باتوں کو ایک ایک کر کے ختم کر ڈالا اور ادہم اور حدید کو ایسے معنی پر
 حمل کیا جو حجاج کے مطلب کے خلاف تھے یعنی وہ سیاہ گھوڑا جو ست رفتار نہ ہو۔
 دوسری صورت اس طرح حاصل ہوتی ہے کہ سائل کے سوال کو سائل
 کے حال کے مناسب کسی دوسرے سوال کے مقام میں اتار دیا جائے۔ مثلاً قرآن
 شریف میں ہے یَسْأَلُونَكَ عَنِ الْاَهْلَةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ
 وَالْحَجِّ۔ ترجمہ آیت لوگ آپ سے نئے چاند کے متعلق پوچھتے ہیں فرمادے تجھے
 وہ اوقات مقررہ ہیں لوگوں کے لیے اور حج کے لیے۔ بات یہ ہے کہ کسی
 صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا کہ نئے چاند کا یہ حال کیوں
 ہے؟ کہ وہ شروع میں نہایت باریک ہو کر نمایاں ہوتا ہے پھر آہستہ آہستہ بڑا
 ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ چودھویں رات کو پورا چاند بن کر چمکنے لگتا ہے پھر
 گھٹنا شروع ہوتا ہے یہاں تک کہ گھٹتے گھٹتے اپنی ابتدائی حالت پر واپس
 آجاتا ہے۔ تو اس سائل کے مذکورہ سوال کے جواب میں رب العالمین کی
 طرف سے ایسا حکیمانہ جواب آیا جو اولاد آدم کے بہت سے فوائد پر مشتمل تھا یعنی
 هِيَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ، دیکھئے یہ جواب سائل کے لیے کتنا زیادہ مفید
 اور اہم تھا یعنی لوگوں کے آپس کے معاملات نکاح، خستی، اور ملنے جلنے کی
 تاریخیں ان ہی اہلہ سے معلوم ہوتی ہیں اس کے علاوہ حج جیسے عظیم ترین رکن
 اسلام کی تاریخ بھی ان ہی پر موقوف ہے۔ اس لیے سائل کے مذکورہ سوال کو
 جس میں چاند کے مختلف صورتوں میں ظاہر ہونے کا سبب دریافت کیا گیا تھا
 بدل کر اس سوال کے مقام میں اتار دیا جس میں یہ مذکور تھا کہ چاند کے گھٹنے
 بڑے سے نئی نوع انسان کو کیا فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

(وَمِنْهَا) التَّغْلِبُ وَهُوَ تَرْجِيحُ أَحَدِ الشَّيْنَيْنِ عَلَى
 الْآخَرِ فِي إِطْلَاقِ لَفْظِهِ عَلَيْهِ كَتَغْلِبِ الْمَذْجَرِ عَلَيِ
 الْمَوْنِثِ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى (وَكَانَتْ مِنَ الْقَانَتَيْنِ) وَمِنْهُ
 الْأَبْوَانُ لِلْأَبِ وَاللَّامُ. وَكَتَغْلِبِ الْمَذْجَرِ وَالْآخَفُ
 عَلَى غَيْرِهِمَا نَحْوُ الْقَمَرَيْنِ أَيْ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ.
 وَالْعُمَرَيْنِ أَيْ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ.
 وَالْمُخَاطَبُ عَلَى غَيْرِهِ نَحْوُ (لَنُخْرِجَنَّكَ يَا شُعَيْبُ
 وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَا أَوْ لَتَعُوذُنَّ فِي مِلَّتِنَا)
 أَذْخِلَ شُعَيْبٌ بِحُكْمِ التَّغْلِبِ فِي لَتَعُوذُنَّ فِي مِلَّتِنَا مَعَ
 أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ فِيهَا قَطُّ حَتَّى يَعُوذَ إِلَيْهَا. وَكَتَغْلِبِ الْعَاقِلِ
 عَلَى غَيْرِهِ. كَقَوْلِهِ تَعَالَى. الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.

ترجمہ: (۹) نواں طریقہ تغلب ہے اور وہ یہ ہے کہ دوہم صحبت یا ہم شکل
 چیزوں میں سے ایک کو دوسرے پر اس طرح ترجیح دینے کو کہتے ہیں کہ ایک کے
 لفظ کو دوسرے پر اطلاق کیا جاسکے جیسا کہ آیت وَكَانَتْ مِنَ الْقَانَتَيْنِ میں مذکور
 مَوْنِثِ پر غالب کیا گیا ہے۔ اس طرح أَبْوَانِ میں اب کو اُمِّ پر ترجیح دی گئی ہے۔
 اسی طرح مذکر کی تغلب غیر مذکر پر اور اخف کی تغلب غیر اخف پر
 ہوتی رہتی ہے اول کی مثال الْقَمَرَيْنِ یعنی شمس اور قمر کے لیے۔ اور الْعُمَرَيْنِ
 حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے لیے۔ پہلی مثال میں مذکر قمر کی تغلب شمس
 مَوْنِثِ پر ہے اور دوسری مثال میں لفظ عمر لفظ ابو بکر سے ہلکا اور خفیف ہے اس
 لیے عمرؓ کو کہا گیا خفیف کی تغلب ثقیل پر ہوئی اور اسی طرح مخاطب کو غیر
 مخاطب پر غالب کیا جاتا ہے جیسا کہ لَنُخْرِجَنَّكَ يَا شُعَيْبُ الْآیۃ۔ اے شعیب!
 البتہ ہم ضرور تم کو اور ان لوگوں کو جو تمہارے ساتھ ایمان لائے ہیں اپنی ہستی

سے نکال دیں گے یا یہ کہ تم ہماری ملت میں لوٹ آؤ شعیب علیہ السلام جو نبی ہیں تغلیب کے حکم کے مطابق لَتَعُوذُنْ فِي مِلَّتِنَا میں شامل کر دیئے گئے ہیں۔ باوجودیکہ وہ اپنی قوم کی ملت کفر میں کبھی نہیں رہے کہ اس کی وجہ سے انہیں اس کی طرف لوٹنا پڑے۔

اسی طرح عاقل کی تغلیب غیر عاقل پر ہوتی ہے مثلاً کلام اللہ میں ہے الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ یہاں عالمین میں عاقل کو غیر عاقل پر غالب کیا گیا ہے اسی لیے یا اور نون سے جمع کا صیغہ لایا گیا ہے۔

عِلْمُ الْبَيَانِ

الْبَيَانُ عِلْمٌ يُبَحِّثُ فِيهِ عَنِ التَّشْبِيهِ وَالْمَجَازِ وَالْكِنَايَةِ

ترجمہ: بیان اس علم کو کہتے ہیں، جس میں تشبیہ، مجاز اور کنایہ سے بحث کی جاتی ہے۔
توضیح: بیان کے لغوی معنی کشف اور ایضاح کے ہیں اور اصطلاح میں اس کی مشہور تعریف یہ ہے کہ... بیان اس علم کا نام ہے جس کو مختصر رکھنے سے ایک مضمون کو کئی طریقوں سے بیان کرنا آجائے۔

مثلاً آپ کہیں کہ زید فیاض ہے، زید مہمان دوست ہے، زید کے یہاں کھانا بہت پکاتا ہے، زید کے یہاں لکڑیاں بہت جلتی ہیں، زید کے باورچی خانہ سے روز منوں راکھ نکلتی ہے و معنی الجميع سواء یعنی ان سب کے معانی اور مراد ایک ہیں بعض کا مفہوم مخاطب آسانی سے سمجھ لے گا اور بعض کا کچھ دیر بعد اور بعض کا ذرا غور کرنے سے، مگر سب کا اصل مطلب ایک ہے۔

ایک ضروری بات یہ ہے کہ ایک مطلب کو مترادف اور ہم معنی الفاظ میں بیان کرنا علم بیان نہیں ہے مثلاً یوں کہیں۔ (۱) زید عاقل ہے (۲) زید دانشمند ہے (۳) زید عقلمند ہے (۴) زید دانا ہے (۵) زید سمجھ دار ہے (۶) زید صاحب عقل ہے (۷) زید فہمیدہ ہے۔ دیکھئے یہاں ایک مطلب کو سات طریقوں سے بیان

کیا گیا ہے مگر چونکہ ہر جگہ دلالت مطابقی سے کام لیا گیا ہے اور معنی میں ایک طرح کی وضاحت ملحوظ ہے اس لیے یہ طریقہ علم بیان کے وظائف سے خارج ہے۔ ہاں اسی مطلب کو اگر اس طریقہ سے بیان کیا جائے مثلاً (۱) زید روشن دماغ ہے (۲) زید عقل کا پتلا ہے (۳) زید لقمان حکیم ہے (۴) زید ارسطو کا استاد ہے تو اس قسم کا طرز بیان علم بیان سے متعلق ہو گا کیوں کہ ان طریقوں میں دلالت عقلیہ سے کام لیا گیا ہے۔ علم بیان کی تعریف مشہور سے عدول کا سبب یہ ہے کہ متن کی تعریف مذکور مبتدی طلبہ کے لیے اقرب الی الفہم اور اسہل للحفظ ہے۔

التَّشْبِيْهُ

التَّشْبِيْهُ الْخَافِ أَمْرٌ بِأَمْرٍ فِي وَصْفٍ بِأَدَاةٍ لِّغَرَضٍ.
وَالْأَمْرُ الْأَوَّلُ يُسَمَّى الْمُشَبَّهِ وَالثَّانِي الْمُشَبَّ بِهِ
وَالْوَصْفُ وَجْهَ الشَّبْهِ وَالْأَدَاةُ الْكَافُ أَوْ نَحْوُهَا نَحْوُ الْعِلْمِ
كَالنُّورِ فِي الْهَدَايَةِ فَالْعِلْمُ مُشَبَّهٌ وَالنُّورُ مُشَبَّ بِهِ وَالْهَدَايَةُ
وَجْهَ الشَّبْهِ وَالْكَافُ أَدَاةُ التَّشْبِيْهِ وَيَتَعَلَّقُ بِالتَّشْبِيْهِ
ثَلَاثَةٌ مَبَاحِثُ الْأَوَّلُ فِي أَرْكَانِهِ وَالثَّانِي فِي أَقْسَامِهِ
وَالثَّالِثُ فِي الْغَرَضِ مِنْهُ.

ترجمہ: کسی ایک چیز کو دوسری چیز سے کسی صفت میں کسی حرف کے ذریعہ کسی غرض کے لیے ملانا بلغہ کی اصطلاح میں تشبیہ ہے، پہلی چیز کو یعنی جس کو تشبیہ دیتے ہیں مشبہ اور دوسری چیز کو یعنی جس سے تشبیہ دیتے ہیں، مشبہ بہ اور اس صفت کو جس میں دونوں شریک ہوں وجہ شبہ اور اس حرف کو جس کے ذریعہ تشبیہ دیتے ہیں اداتہ، حرف تشبیہ کہتے ہیں مثلاً الْعِلْمُ كَالنُّورِ فِي الْهَدَايَةِ (علم راود کھانے میں روشنی کی طرح ہے) دیکھئے اس مثال میں علم مشبہ، نور مشبہ بہ، ہدایت وجہ شبہ اور کاف اداتہ تشبیہ ہے۔

تشبیہ سے تین بحثیں متعلق ہیں۔ (۱) پہلی بحث ارکان تشبیہ کے بیان میں (۲) دوسری بحث اقسام تشبیہ کے بیان میں (۳) اور تیسری بحث اغراض تشبیہ کے بیان میں۔
توضیح: تشبیہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ انواع بلاغت میں سب سے اشرف نوع ہے، کلام عرب اس سے بھرا ہوا ہے، اس لیے قرآن پاک میں بھی کثرت سے تشبیہات موجود ہیں۔ اسی لیے بعض حضرات نے صرف تشبیہات قرآن پر کتابیں بھی لکھی ہیں۔

تشبیہ کی غرض۔ معنی مقصود کو اختصار کے ساتھ بیان کرنا۔ ادوات تشبیہ کے سلسلہ میں کہا گیا ہے کہ ادوات میں حروف، اسماء اور افعال سب ہی آتے ہیں جیسے کاف مثلاً کَرَمًا وَّكَأَنَّ جیسے كَأَنَّهُ رُؤُوسُ الشَّيَاطِينِ اور مثل، شبہ اور اس طرح کے سارے کلمات جس میں مماثلت اور مشابہت کے معنی پائے جائیں جیسے مَثَلُ مَا يُنْفِقُونَ فِي هَذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ اور افعال جیسے يَخْسِبُهُ الظُّمَانُ مَاءً۔ اسی طرح يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَى۔

الْمَبْنَحَةُ الْأَوَّلُ فِي أَرْكَانِ التَّشْبِيهِ

أَرْكَانُ التَّشْبِيهِ أَرْبَعَةٌ الْمُشَبَّهُ وَالْمُشَبِّهُ بِهِ (وَيُسَمَّيَانِ طَرَفِي التَّشْبِيهِ) وَوَجْهُ الشَّبْهِ وَالْأَدَاةُ.
وَالطَّرْفَانِ أَمَّا حَسِّيَّانِ. نَحْوُ الْوَرَقِ كَالْحَرِيرِ فِي النُّعُومَةِ
وَأَمَّا عَقْلِيَّانِ نَحْوُ الْجَهْلِ كَالْمَوْتِ. وَأَمَّا مُخْتَلِفَانِ نَحْوُ خُلُقِهِ كَالْعِطْرِ.

پہلی بحث ارکان تشبیہ کے بیان میں

ترجمہ: تشبیہ کے ارکان چار ہیں (۱) مشبہ (۲) مشبہ بہ یہ دونوں تشبیہ کے

طرفین کے نام سے موسوم ہیں (۳) وجہ شبہ (۴) اور اداۃ تشبیہ۔
 تشبیہ اپنے مادۂ طرفین کے اعتبار سے چار قسم پر ہے ① مشبہ اور مشبہ بہ
 دونوں حسی ہوں گے جیسا کہ الْوَرَقُ كَالْحَرِيرِ فِي التَّغْوِمَةِ بِطَلَامٍ ہونے
 میں ریشم کی طرح ہے (۲) دونوں عقلی ہوں گے جیسا کہ الْجَهْلُ كَالْمَوْتِ
 جہالت موت کے مانند ہے (۳) یا دونوں مختلف ہوں گے یعنی اگر ایک حسی
 ہو گا تو دوسرا عقلی تو اگر مشبہ عقلی اور مشبہ بہ حسی ہو تو اس کی مثال یہ ہے کہ خَلْقُهُ
 كَالْعَطْرِ اس کا اخلاق عطر کی طرح ہے (۴) اور اگر مشبہ حسی اور مشبہ بہ عقلی ہو تو
 اس کی مثال الْعَطْرُ كَخُلُقِ رَجُلٍ گونیم عطر اچھے اور شریف آدمی کے
 اخلاق کی طرح ہے۔

وَوَجْهُ الشَّبْهِ هُوَ الْوَصْفُ الْخَاصُّ الَّذِي قُصِدَ اِشْتِرَاكُ
 الطَّرْفَيْنِ فِيهِ كَالْهِدَايَةِ فِي الْعِلْمِ وَالنُّورِ
 وَاَدَاةُ التَّشْبِيهِ هِيَ اللَّفْظُ الَّذِي يَدُلُّ عَلَى مَعْنَى
 الْمُشَابَهَةِ كَالْكَافِ وَكَأَنَّ وَمَا فِي مَعْنَاهُمَا وَالْكَافُ
 يَلِيهَا الْمُشَبَّهُ بِهِ بِخِلَافِ كَأَنَّ فَيَلِيهَا الْمُشَبِّهُ نَحْوُ
 كَانَ الثَّرِيًّا رَاحَةً تَشْبِيرُ الدُّجَى
 لَتَنْظُرَ طَالَ اللَّيْلِ أَمْ قَدْ تَعَرَّضَا
 وَكَأَنَّ تَفِيدُ التَّشْبِيهِ إِذَا كَانَ خَبَرُهَا جَامِدًا وَالشَّكُّ إِذَا
 كَانَ خَبَرُهَا مُشْتَقًّا نَحْوُ كَأَنَّكَ قَاهِمٌ
 وَقَدْ يَذْكَرُ فِعْلٌ يُنبِئُ عَنِ التَّشْبِيهِ نَحْوُ قَوْلِهِ تَعَالَى (وَإِذَا
 رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لَوْلَوْ أَمْثَلُوا)
 وَإِذَا حَذَفَتْ أَدَاةُ التَّشْبِيهِ وَوَجْهَهُ يُسَمَّى تَشْبِيْهَا بِلَيْغًا
 نَحْوُ (وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا) أَيْ كَاللَّبَاسِ فِي السَّتْرِ

ترجمہ: وجہ شبہ اس خاص وصف کو کہتے ہیں کہ جس میں مشبہ اور مشبہ بہ دونوں کے مشترک جوئے کا لہرہ کیا جائے مثلاً اَلْعِلْمُ كَالنُّورِ فِي الْهِدَايَةِ میں ہدایت ایک وصف ہے جس میں علم (مشبہ) اور نور (مشبہ بہ) دونوں مشترک ہیں یا تو اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہدایت ایک وصف ہے جو علم اور نور دونوں میں مشترک ہے۔

اور اداۃ تشبیہ اس لفظ کو کہتے ہیں جو مشابہت کے معنی پر دلالت کرتا ہے۔ مثلاً کاف تشبیہ، کائن اور ایسے تمام الفاظ جو ان دونوں کے معنی میں آتے ہوں۔ مشبہ بہ کاف حرف تشبیہ سے متصل رہتا ہے بخلاف حرف تشبیہ کائن کے کہ اس سے مشبہ متصل رہتا ہے۔ جیسا کہ اس شعر میں۔ کَانَ الثُّرَيَّا لَخ ترجمہ شعر: ثریا گویا پنجہ دست ہے کہ شب کی تاریکیاں ناپتا رہتا ہے تاکہ یہ معلوم کرے کہ رات دراز ہو چکی ہے یا ماکل بظہور ہو چکی ہے (اس شعر کا ترجمہ تشریح الدجی کے حساب سے کیا گیا ہے یہاں تشبیہ غلط ہے)

اور لفظ کائن تشبیہ کا فائدہ دیتا ہے جس وقت اس کی خبر اسم جادہ ہو۔ اور شک کا فائدہ دیتا ہے جس وقت اس کی خبر اسم مشتق ہو۔ شک کی مثال کَانَكَ فَاهِمٌ گویا تم سمجھدار ہو۔ اور کبھی ایسا فعل بھی بیان کیا جاتا ہے جو تشبیہ کا مطلب ظاہر کرتا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لَوْ لَوْ اَمْتَنُوْا اَسْ آیت میں حَسِبْتُ فعل تشبیہ کا مطلب ظاہر کرتا ہے آیت کا ترجمہ: اور جب تم ان بہشتی لڑکوں کو دیکھو گے تو سمجھو گے کہ وہ بکھرے ہوئے عمدہ تم کے چمکدار مولیٰ ہیں۔

اور جب اداۃ تشبیہ اور وجہ شبہ دونوں حذف کر دیئے جائیں اس وقت تشبیہ کو تشبیہ بلیغ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جیسا کہ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا ترجمہ آیت اور ہم نے رات کو لباس مقرر کیا ہے یعنی ڈھانکنے کی صفت میں رات کو لباس کی طرح کر دیا ہے۔ اس آیت میں کاللباس کا کاف حرف تشبیہ اور ستر یعنی ڈھانکنا وجہ شبہ دونوں محذوف ہیں۔

حل کلمات: ثُرَيَّا، ستاروں کے مجموعہ کا نام تشریح: نہ واحد مؤنث غائب، مضارع، شُبْرًا بالشت سے ناپنا (ض)۔

الْمَبْحَثُ الثَّانِي فِي أَقْسَامِ التَّشْبِيهِ

دوسری بحث اقسام تشبیہ کے بیان میں

يَنْقَسِمُ التَّشْبِيهُ بِاعْتِبَارِ طَرَفَيْهِ إِلَى أَرْبَعَةِ أَقْسَامٍ.
تَشْبِيهُ مُفْرَدٍ بِمُفْرَدٍ نَحْوُ هَذَا الشَّيْءِ كَالْمِسْكِ فِي
الرَّائِحَةِ.

وَتَشْبِيهُ مُرَكَّبٍ بِمُرَكَّبٍ بَأَن يَكُونَ كُلُّ مَنِ الْمُشَبَّهِ
وَالْمُشَبَّهِ بِهِ هَيْئَةً حَاصِلَةً مِّنْ عِدَّةِ أُمُورٍ كَقَوْلِ بَشَّارٍ ۝

كَأَنَّ مَثَارَ النَّفْعِ فَوْقَ رُؤُسِنَا

وَأَسَافِنَا لَيْلٌ تَهَاوَى كَوَاكِبَهُ

فَإِنَّهُ شَبَّ هَيْئَةَ الْغُبَارِ وَفِيهِ السُّيُوفُ مُضْطَرِبَةٌ بِهَيْئَةِ اللَّيْلِ
وَفِيهِ الْكَوَاكِبُ تَتَسَاقَطُ فِي جِهَاتٍ مُّخْتَلِفَةٍ.

وَتَشْبِيهُ مُفْرَدٍ بِمُرَكَّبٍ كَتَشْبِيهِ الشَّقِيقِ بِهَيْئَةِ أَغْلَامِ
يَافُوتِيَّةٍ مَنْشُورَةٍ عَلَى رِمَاحِ زَبَرْجَدِيَّةٍ.

وَتَشْبِيهُ مُرَكَّبٍ بِمُفْرَدٍ نَحْوُ قَوْلِهِ ۝

يَا صَاحِبِي تَقْصِيًا نَظْرِيكُمَا

تَرَيَا وَجْهَ الْأَرْضِ كَيْفَ تَصَوَّرُ

تَرَيَا نَهَارًا مُّشْمِسًا قَدْ شَابَهُ

زَهْرُ الرُّبَا فَكَأَنَّمَا هُوَ مُقْمَرُ

فَإِنَّهُ شَبَّ هَيْئَةَ النَّهَارِ الْمُشْمِسِ الَّذِي اخْتَلَطَتْ بِهِ أَزْهَارُ
الرَّبَوَاتِ بِاللَّيْلِ الْمُقْمَرِ.

ترجمہ: تشبیہ اپنے طرفین کے اعتبار سے چار قسموں میں منقسم ہوتی ہے (تشبیہ مفرد بمفرد تشبیہ مرکب بمرکب، تشبیہ مفرد بمرکب، تشبیہ مرکب بمفرد)

پہلی قسم تشبیہ مفرد بمفرد ہے یعنی مشبہ اور مشبہ بہ دونوں مفرد ہوں گے مثلاً
هَذَا الشَّيْءُ كَالْمَسْكَ فِي الرَّائِحَةِ (یہ چیز خوشبو میں مشک کی طرح ہے) اس
مثال میں هَذَا الشَّيْءُ مشبہ اور الْمَسْكَ مشبہ بہ ہے۔ اور دونوں مفرد ہیں۔

دوسری قسم تشبیہ مرکب بمرکب ہے۔ بایں طور کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں سے
ہر ایک کی ایسی ہیئت ہوتی ہے جو متعدد امور سے بنتی ہے یعنی دونوں مرکب ہوتے
ہیں۔ جیسا کہ بشار بن برد کے شعر میں مشبہ اور مشبہ بہ دونوں مرکب ہیں، شعر کا
ترجمہ: گویا تیز رفتار گھوڑوں کے پیروں سے اڑی ہوئی گرد ہمارے سروں پر اور
ہماری تلواریں ایک رات ہے جس کے ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے ہوں۔
دیکھئے اس شعر میں غبار کی وہ ہیئت جس میں تلواریں ادھر ادھر چل رہی ہوں
اس کو شاعر نے مشبہ قرار دیا ہے اور رات کی وہ ہیئت جس میں ستارے ادھر
ادھر مختلف جہتوں میں ٹوٹ ٹوٹ کر گرتے جا رہے ہوں اسکو مشبہ بہ قرار دیا ہے۔

تیسری قسم تشبیہ مفرد بمرکب کی مثال (اس میں مشبہ مفرد ہوتا ہے اور مشبہ بہ
مرکب) جیسا کہ صنوبری شاعر کے تحلیل شدہ شعر کا ترجمہ گل لالہ باد نسیم کے جھونکوں
سے جب کبھی نیچے کی طرف جھکتا ہے یا اوپر کی طرف اٹھتا ہے وہ کتنا حسین اور
دل فریب معلوم ہوتا ہے۔ وہ اپنی سرخی کے باوجود اپنی ہری ہری ڈالیوں کے
ساتھ ہوا کے جھونکوں سے نیچے جھکتے اور اوپر اٹھتے وقت ایسا معلوم ہوتا ہے
جیسے یا قوتی (لال) جھنڈیاں زبردی (ہرے) نیزوں پر لہرا رہی ہوں۔

چوتھی قسم تشبیہ مرکب بمفرد ہے (اس میں مشبہ مرکب ہوتا ہے اور مشبہ بہ
مفرد) جیسا کہ ابو تمام کے شعر میں۔ ترجمہ: شعر: اے میرے دونوں ساتھیو!
خوب غور سے دیکھو اگر تم خوب غور سے دیکھو گے تو تم روئے زمین کو دیکھو گے
کہ وہ کس طرح اپنی صورت بدلتی رہتی ہے اس دھوپ والے روز کو جس میں
نیلیوں کے پھول مخلوط ہو گئے ہوں (اور اس اختلاط کے سبب سے دھوپ کی
تمازت اور تیزی کم ہو گئی ہو) دیکھو گے کہ وہ گویا چاندنی رات ہے، کیوں کہ

شاعر نے اس دھوپ والے روز کی ہیئت کو جس میں ٹیلوں کے پھول مخلوط ہو گئے ہوں چاندنی رات سے تشبیہ دی ہے۔

حل کلمات: مُنَار (ن) گرد اڑنا، پھیلنا۔ اَسْيَاف یہ سیف کی جمع ہے تلوار کے معنی میں، تَهَاوِي، اصل میں تَهَاوِي تھا باب تفاعل سے صیغہ واحد مَوْث غائب بحث اثبات فعل مضارع معروف، ایک تاء کو حذف کر دیا گیا، قاعدہ یہ ہے کہ جس جگہ مضارع اور اس کے ملکات میں دو تاء جمع ہوں تو معروف کے صیغوں میں سے ایک تاء کو حذف کرنا جائز ہے، مجہول میں حذف کرنا جائز نہیں ورنہ پہلی تاء کو حذف کرنے کی صورت میں اسی باب کے مجہول کے صیغے معروف کے صیغوں سے مل جائیں گے اور دوسری تاء کو حذف کرنے کی صورت میں تَفَعَّل کے صیغے تَفَعَّل کے صیغوں اور تفاعل کے صیغے مَفَاعَلَة کے صیغوں اور تَفَعَّل کے صیغے فَعَّلَة کے صیغوں سے مل جائیں گے، جیسے تَقْبَلُ تُصَرِّفُ سے، تُقَابِلُ تُقَاتِلُ سے اور تُسَرِّبُ تُبَغِّثُ سے مل جائیں گے۔ کو اِكْبُ یہ کو کَب کی جمع ہے ستارہ کے معنی میں۔ تَقْضَى باب تفاعل سے ہے مسئلہ کے تہ میں پہنچنا، یعنی غور سے دیکھنا مُشْمِسًا، اسم فاعل باب افعال سے کہا جاتا ہے اَشْمَسَ النَّهَارُ، دُن سَورج والا ہول دُن کا سَورج والا ہوتا، شَاب، شَوْبًا (ف) ملنا، اصل میں شَوْبٌ تھا قال کی طرح تعلیل ہوئی۔ مُقَمِّرٌ، اسم فاعل باب افعال نے اَقَمَرَ اللَّيْلُ رات چاند والی ہوئی۔

(وَيَنْقَسِمُ) بِاِغْتِبَارِ الطَّرْقَيْنِ اَيْضًا اِلَى مَلْفُوفٍ وَمَقْرُوقٍ
فَالْمَلْفُوفُ اَنْ يُّوتِيَ بِمَشْبَهَيْنِ اَوْ اَكْثَرْتُمْ بِالْمَشْبَهِ بِهَا نَحْوُ
كَانَ قُلُوبَ الطَّيْرِ رَطْبًا وَيَابِسًا
لَدَى وَكْرَهَا الْعُنَابُ وَالْحَشَفُ الْبَالِي
فَاِنَّهُ شَبَّهَ الرُّطْبَ الطَّرِيَّ مِنَ قُلُوبِ الطَّيْرِ بِالْعُنَابِ
وَالْيَابِسِ الْعَتِيقِ مِنْهَا بِالتَّمْرِ الرَّدِيِّ.

وَالْمَفْرُوقُ أَنْ يُوتَى بِمُشَبَّهِ وَمُشَبَّهِ بِهِ ثُمَّ آخِرًا وَآخِرًا
نَحْوُ

النَّشْرُ مِنْكَ وَالْوُجُوهُ دَنَا
نِيرٌ وَأَطْرَافٌ الْأَكْفُ عَنْمُ
وَأَنْ تَعْدَدَ الْمُشَبَّهَ دُونَ الْمُشَبَّهِ بِهِ سُمِّيَ تَشْبِيهَ التَّسْوِيَةِ نَحْوُ
ضُدُّغِ الْحَبِيبِ وَحَالِي
كَبَلَاهُمَا كَاللَّيَالِي
وَأَنْ تَعْدَدَ الْمُشَبَّهَ بِهِ دُونَ الْمُشَبَّهِ سُمِّيَ تَشْبِيهَ الْجَمْعِ
نَحْوُ

كَأَنَّمَا يَبْسُمُ عَنْ لَوْ لَوْ
مُنْضِدٌ أَوْ بَرْدٌ أَوْ أَقَاح

ترجمہ: اور تشبیہ طرین کے اعتبار سے ملفوف اور مفروق کی طرف تقسم ہوتی ہے
(۱) تشبیہ ملفوف وہ ہے جس میں دو یا زیادہ مشبہ لائے جاتے ہیں پھر اسی طور پر
مشبہ بہ لائے جاتے ہیں جیسا کہ امرء القیس شاعر کا قول۔ شعر کا ترجمہ
پرندوں کے دل ایسے حال میں کہ وہ تروتازہ اور خشک و کہنہ ہوں عقاب
(شکاری پرندہ) کے گھونسلے کے پاس گویا عناب اور خشک درودی خرے ہیں۔
کیوں کہ اس نے اپنے اس قول میں قلوب طیر میں سے قلب رطب طری کو
عناب سے اور قلب یا بس عتیق کو ترمردی سے تشبیہ دی ہے غور کیجئے! مشبہ رطب
اور یا بس میں تعدد ہے اسی طرح مشبہ بہ عناب اور شخف بالی میں بھی تعدد ہے۔
(۲) تشبیہ مفروق وہ ہے جس میں پہلے ایک مشبہ اور ایک مشبہ بہ لایا جاتا ہے
پھر اسی طور پر کئی بار دوسرے مشبہ اور مشبہ بہ لائے جاتے ہیں جیسا کہ قرش
اکبر کے شعر میں ترجمہ شعر۔ ان بیگمات کی مہک توری ہے اور ان کے چہرے
خوبصورتی میں اثر فیاں ہیں اور ان کے کف دست کے سرانگشت عجم کے

درخت ہیں جنکے پھول سرخ ہوتے ہیں اور ڈالیاں نرم و نازک ہوتی ہیں۔
 اور اگر مشبہ متعدد ہونہ کہ مشبہ بہ تو اس کا نام تشبیہ تسویہ رکھا جاتا ہے۔ جیسے شاعر
 کا شعر محبوبہ کی کنپٹی اور میری حالت دونوں سیاہ ہونے میں اندھیری راتوں کی طرح
 ہیں۔ دیکھئے یہاں مشبہ صُذُغ اور حالت متعدد ہیں اور مشبہ بہ لیلیٰ غیر متعدد ہے۔
 اور اگر مشبہ بہ متعدد ہونہ کہ مشبہ تو اس کا نام تشبیہ جمع رکھا جاتا ہے جیسے
 بحرِ شاعر کا قول۔ ترجمہ: گویا وہ نازک اندام محبوبہ ایسے صاف و شفاف موتی
 سے مکراتی ہے جو تہ بہ تہ ملے ہوئے ہیں یا چمکدار اولوں سے یا گل بابونہ سے جو
 نہایت سفید ہوتے ہیں۔ دیکھئے یہاں مشبہ بہ متعدد ہے اور مشبہ محذوف یعنی دانت
 غیر متعدد ہے۔

حلّ کلمات: رَطَبٌ تازہ، غُنَابٌ ایک سرخ رنگ کا پھل جو گول اور چھوٹے پیر کی
 طرح ہوتا ہے اس کے درخت کو بھی عناب کہتے ہیں جو چھ میٹر تک لمبا ہو جاتا
 ہے۔ یَابِسٌ، خشک، وَخْمَرٌ گھونسلہ (ج) اَوْخْمَرٌ، اَوْتَمَارٌ، حَشَفٌ، رَذِیْ کھجور،
 اَلْبَالِیْ پُرانا، بَلِیْ (س) بَلِیْ وَبَلَاءٌ، بوسیدہ ہونا، پُرانا ہونا، صِفَتِ بَالِ ہے یہاں
 الف لام کی وجہ سے یاء واپس آگئی تو حشف بالی کا مطلب ردی کھجور ہے۔

وَيَنْقَسِمُ بِاِغْتِبَارٍ وَجْهِ الشَّبَّهِ اِلَى تَمَثُّلٍ وَغَيْرِ تَمَثُّلٍ
 فَالتَّمَثُّلُ مَا كَانَ وَجْهُهُ مُنْتَزِعًا مِنْ مُتَعَدِّ كَتَشْبِيهِ الثُّرَيَّا
 بِعُنُقُودِ الْعِنَبِ الْمُنُورِ وَغَيْرِ التَّمَثُّلِ مَا لَيْسَ كَذَلِكَ
 كَتَشْبِيهِ النَّجْمِ بِالذَّرِّهِمْ.

وَيَنْقَسِمُ بِهَذَا الْاِغْتِبَارِ اَيْضًا اِلَى مُفَصَّلٍ وَمُجْمَلٍ
 فَلَاوَلَّ مَا ذَكَرَ فِيهِ وَجْهُ الشَّبَّهِ نَحْوُ

وَتَغْرَهُ فِي صَفَاءِ

وَاذْمُعِي كَالَالِي

وَالثَّانِي مَا لَيْسَ كَذَلِكَ نَحْوَالنَّحْوُفِي الْكَلَامِ كَالْمِلْحِ

فِي الطَّعَامِ وَيَنْقَسِمُ بِاعْتِبَارِ آدَاتِهِ إِلَى مُؤَكَّدٍ وَهُوَ مَا
حَذَفَتْ آدَاتُهُ نَحْوُ هُوَ بَخْرُ فِي الْجُودِ وَمُرْسَلٌ وَهُوَ مَا
لَيْسَ كَذَلِكَ نَحْوُ هُوَ كَالْبَخْرِ كَرَمًا. وَمِنَ الْمُؤَكَّدِ مَا
أُضِيفَ فِيهِ الْمُشَبَّهُ بِهِ إِلَى الْمُشَبَّهِ نَحْوُ:

وَالرَّيْحُ تَعَبَتْ بِالْغُصُونِ وَقَدْ جَرَى
ذَهَبُ الْأَصِيلِ عَلَى لَجَنِ الْمَاءِ

ترجمہ: اور تشبیہ وجہ شبہ کے اعتبار سے تمثیل اور غیر تمثیل کی طرف منقسم ہوتی ہے۔
پس تمثیل وہ تشبیہ ہے جس میں وجہ شبہ متعدد چیزوں سے لی گئی ہو جیسے ثریا کی
تشبیہ چمکیلے انگوروں کے سمجھے۔

اور غیر تمثیل وہ ہے جو تشبیہ تمثیل کی طرح نہ ہو (یعنی اس میں وجہ شبہ متعدد
چیزوں سے اخذ نہ کی گئی ہو) جیسے نجم کی تشبیہ درہم کے ساتھ۔ تمثیل کی مثال
ہے وَقَدْ لَاحَ فِي الصُّبْحِ الثُّرَيَّا كَمَا تَرَى. كَعَفُودٍ مُلَاحِيَةٍ حِينَ نَوَّرَا یہ
ابن جلال کا شعر ہے۔ ترجمہ شعر: اور صبح کے وقت پروین ظاہر ہوا جیسا کہ تم
دیکھ رہے ہو۔ اس طرح جیسے سفید بڑے بڑے انگوروں کا خوشہ جب وہ غنچے
دار ہو یہاں وجہ شبہ متعدد صورتوں اور مختلف کیفیتوں سے اخذ کی گئی ہے ثریا
چند ستاروں کے مجموعے کا نام ہے جس میں متعدد صورتیں ہیں اسی طور پر خوشے
میں سفید انگوروں کی مختلف شکلیں ہیں۔ پھر ان سب کا خاص کیفیتوں کے ساتھ
ظاہر ہونا اور اس کے دونوں طرف مشبہ ”ثریا“ اور مشبہ بہ ”عفوذ“ مفرد ہیں۔

اسی وجہ شبہ کے اعتبار سے تشبیہ کی دو قسمیں ہیں (۱) مفصل (۲) اور مجمل
تشبیہ مفصل وہ ہے جس میں وجہ شبہ مذکور ہو جیسے محبوبہ کے دانت اور میرے آنسو
صاف اور شفاف ہونے میں موتیوں کی طرح ہیں۔

تشبیہ مجمل وہ ہے جو تشبیہ مفصل کی طرح نہ ہو یعنی اس میں وجہ شبہ مذکور نہ ہو
جیسے علم نحو کلام عرب میں ایسا ہی لذیذ ہے جیسا طعام میں نمک۔ (دیکھئے)

یہاں وجہ شبہ ”لذیذ ہوتا ہے“ جو اس جملے میں مذکور نہیں ہے) اور حرف تشبیہ کے اعتبار سے تشبیہ مؤکد اور تشبیہ مرل کی طرف تشبیہ منقسم ہوتی ہے۔ مؤکد وہ ہے جس میں حرف تشبیہ حذف کر دیا گیا ہو جیسا کہ وہ سخاوت میں سمندر ہے (یہاں حرف تشبیہ مذکور نہیں ہے)

مرل وہ تشبیہ ہے جو تشبیہ مؤکد کی طرح نہ ہو یعنی وہ تشبیہ جس میں حرف تشبیہ حذف نہ کیا گیا ہو۔ ہو کالبحر کرماء وہ سخاوت کے اعتبار سے سمندر کی طرح ہے (یہاں کاف حرف تشبیہ مذکور ہے)

تشبیہ مؤکد کی قسم سے وہ تشبیہ بھی ہے جس میں مشبہ بہ مشبہ کی طرف مضاف ہوتا ہے جیسے شاعر کا قول۔ ترجمہ: اور تیز ہوا ڈالیوں کے ساتھ کھیلتی ہے ایسی حالت میں کہ شام کا سونا (زر درنگ) پانی کی چاندی (سفیدی) پر بہہ پڑا ہے۔

دیکھئے! یہاں ذَهَبُ الْأَصِيلِ اور لَجَيْنِ الْمَاءِ میں مشبہ بہ کی اضافت مشبہ کی طرف ہے اور حرف تشبیہ محذوف ہے یہاں یہی اضافت محل استشہاد ہے۔

حَلَّ كَلِمَاتٍ تَعَبَتْ: صيغَةُ وَاحِدٍ مَوْثُ غَائِبٍ بَحْثُ فِعْلِ مُضَارِعٍ عَيْنًا (س) کھیلنا، مذاق کرنا، غُصُونُ یہ غُضُنُ کی جمع ہے، ڈالی، شاخ، أَصِيلُ شام کو کہتے ہیں، لَجَيْنِ چاندی کو کہتے ہیں یہ تصغیر کے وزن پر متعل ہے۔

الْمَبْحَثُ الثَّالِثُ فِي أَغْرَاضِ التَّشْبِيهِ

تیسری بحث اغراض تشبیہ کے بیان میں

الْغَرَضُ مِنَ التَّشْبِيهِ. إِمَّا بَيَانُ إِمْكَانِ الْمُشَبَّهِ نَحْوُ
فَإِنْ تَفَقَّى الْأَنَامُ وَآلَتْ مِنْهُمْ
فَإِنَّ الْمِسْكَ بَعْضُ دَمِ الْغَزَالِ
فَإِنَّهُ لَمَّا ادَّعَى أَنَّ الْمَمْدُوحَ مُبَازِّنٌ لِأَصْلِهِ بِخَصَائِصِ

جَعَلَتْهُ حَقِيقَةً مُنْفَرَدَةً اِخْتَجَّ عَلَى اِمْكَانٍ دَعَاوَاهُ بِتَشْبِيهِهِ
بِالْمِسْكِ الَّذِي اَصْلُهُ دُمُ الْغَزَالِ رَاْمًا بَيَّانُ حَالِهِ كَمَا فِي
قَوْلِهِ ۛ

كَأَنَّكَ شَمْسٌ وَالْمُلُوكُ كَوَاكِبُ
اِذَا طَلَعَتْ لَمْ يَبْدُ مِنْهُمْ كَوْكَبُ
وَاْمَا بَيَّانُ مِقْدَارِ حَالِهِ نَحْوُ ۛ

فِيهَا اِثْنَتَانِ وَاَرْبَعُونَ حُلُوبَةً
سُودًا كَخَافِيَةِ الْغُرَابِ الْاَسْحَمِ
شَبَّهَ النُّوقَ السُّودَ بِخَافِيَةِ الْغُرَابِ بَيَّانًا لِمِقْدَارِ
سَوَادِهَا.

ترجمہ: تشبیہ کے اغراض مشبہ کے اعتبار سے چھ قسموں پر مشتمل ہیں۔

(۱) بیان امکان مشبہ (۲) بیان چال مشبہ (۳) بیان مقدار حال مشبہ (۴) تقریر
حال مشبہ (۵) ترتیب مشبہ (۶) یقین مشبہ۔

(۱) کبھی تشبیہ سے مشبہ کے امکان کا بیان مقصود ہوتا ہے جیسا کہ متنبی شاعر کا
قول ترجمہ: اے میرے آقا! اگر آپ اوصاف حسنہ میں ساری مخلوق سے
فائق اور بلند ہو جاتے تو کوئی حیرت کی بات نہیں حالانکہ آپ انہی کی جنس
سے ہو۔ کیوں کہ یہ بات عموماً معلوم ہے کہ مشک ہرن کے خون ہی کا ایک
جزو ہوتا ہے اور وہ باقی تمام اجزاء پر فائق ہوتا ہے دیکھئے اس شعر میں ابوالطیب
متنبی نے مشبہ (یعنی سیف الدولہ باوجود انسان میں سے ہونے کے وہ تمام
انسانوں پر فائق ہیں) کے امکان کو کس خوبی سے بیان کیا ہے چنانچہ اس نے
جب دعویٰ کیا کہ ممدوح اپنی اصل سے مغائر ہے اس لیے کہ اس میں ایسی چند
خصوصیتیں ہیں جو اسے بجائے اپنی اصل کے جزو ہونے کے ایک مستقل حقیقت
کی صورت میں پیش کر رہی ہیں تو اس نے اپنے دعویٰ کے امکان پر اس

طریق پر دلیل پیش کی کہ اس میں اپنے مدوح کو اس مشک سے تشبیہ دی جس کی جنس ہرن کا خون ہے۔

(۲) یا کبھی تشبیہ سے مشبہ کے حال کا بیان مقصود ہوتا ہے۔ جیسا کہ نابذہ ذبیانی کے اس شعر میں ترجمہ: آپ گویا آفتاب ہیں اور بادشاہان عالم ستارے ہیں اور آفتاب کا یہ حال ہے کہ جب وہ طلوع ہوتا ہے ایک بھی ستارہ نمودار نہیں ہوتا۔ یعنی اس کی روشنی سے تمام ستارے ماند پڑ جاتے ہیں۔ دیکھئے اس شعر میں پہلے نعمان کو آفتاب سے تشبیہ دی گئی اور دوسرے بادشاہوں کو ستارے سے۔ اس کے بعد دونوں مشبہوں کا حال بیان کیا۔

(۳) اور کبھی تشبیہ سے مشبہ کے حال کی مقدار کا بیان کرنا مقصود ہوتا ہے جیسا کہ شاعر کے شعر میں۔ ترجمہ: اس خاندان میں بیالیس دودھ دینے والی اونٹیاں ایسی کالی کالی ہیں جیسے نہایت کالے کلوٹے پہاڑی کوے کے پر۔ دیکھئے اس شعر میں شاعر نے کالی اونٹیوں کو کالے کوے کے پر سے تشبیہ دی ہے جس سے ان اونٹیوں کی سیاہی کی مقدار بیان کرنا مقصود ہے۔

حَلَّ كَلِمَاتٍ تَفْقِیہ تَفُوقٌ تَهَانُ شَرْطِیہ کی وجہ سے واو قاف کے ساتھ اجتماع ساکنین ہو کر گر گیا فاق یَفُوقُ فَوْقًا (ن) بلند ہونا، الْاَنَامُ، الْاَنَامُ، الْاَنَامُ، مخلوق اَنِیم کا استعمال صرف اشعار میں ہوتا ہے غَزَالٌ ہرن کا بچہ (ج) غَزَلَةٌ وَغَزْلَانٌ. خَلُوبَةٌ دودھ دینے والی اونٹی یا بکری (ج) خَلْبٌ و خَلَابٌ، سُوْدٌ یہ صفت کا صیغہ ہے اَسْوَدُ مذکر اور سَوْدَاءُ مؤنث کی جمع ہے، سیاہ کے معنی میں۔ خَافِیَةٌ کوے کے بازو کے نیچے کے پر جو نہایت سیاہ ہوتے ہیں اس کو کہتے ہیں۔ لغت کے اعتبار سے ہر پوشیدہ چیز پر اطلاق ہوتا ہے اَسْحَمُ صفت کا صیغہ باب (س) سے سَحْمًا کالا ہونا۔

وَاِمَّا تَقْرِیْرُ حَالِہٖ نَحْوُ ۛ

اِنَّ الْقُلُوْبَ اِذَا تَنَافَرُوْذَهَا
مَثَلُ الرُّجَاجَةِ كَسْرُهَا لَا يُجْبَرُ

شَبَّهَ تَنَافُرَ الْقُلُوبِ بِكُسْرِ الزُّجَاجَةِ تَشْبِيْثًا لِتَعَدُّرِ عَوْدَتِهَا
إِلَى مَا كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوَدَّةِ وَأَمَّا تَرْزِيْنُهُ نَحْوَهُ
سَوْدَاءَ وَاضِحَةَ الْجَبِيْنِ
كَمُقَلَّةِ الطَّبِي الْعَزِيْزِ
شَبَّهَ سَوَادَهَا بِسَوَادِ مُقَلَّةِ الطَّبِي تَحْسِيْنًا لَهَا. وَأَمَّا
تَقْبِيْحُهُ نَحْوَهُ

وَإِذَا أَشَارَ مُحَدِّثًا فَكَأَنَّهُ
قِرْدٌ يَقْهَقُهُ أَوْ عَجُوزٌ تَلْطِمُ
وَقَدْ يَعُودُ الْغَرَضُ إِلَى الْمَشَبِّهِ بِهِ إِذَا عَكَسَ طَرَفًا التَّشْبِيْهَ نَحْوَهُ
وَبَدَأَ الصَّبَاحَ كَأَنَّ غُرَّتَهُ
وَجْهَهُ الْخَلِيْفَةَ حِينَ يُمْتَدِّحُ
وَمِثْلُ هَذَا يُسَمَّى بِالتَّشْبِيْهِ الْمَقْلُوبِ.

ترجمہ: (۴) کبھی تشبیہ سے مقصود مشبہ کے حال کو مخاطب کے ذہن میں اچھی طرح سے بٹھانا اور جمانا ہوتا ہے۔ جیسا کہ شاعر کا قول ترجمہ بے شک لوگوں کے دل جب ان کے دوستانہ تعلقات سے اکھڑ جاتے ہیں شمشے کے مانند نازک ہیں جس طرح شمشے کی ٹوٹن جوڑی نہیں جاتی اسی طرح ٹوٹے دل بھی ایک ساتھ ملائے نہیں جاتے دیکھئے۔ اس شعر میں مشبہ یعنی تافرقلوب امر علی مشبہ بہ امر حسی یعنی کسر زجاج سے تشبیہ دی گئی ہے۔ تاکہ مخاطب کے ذہن میں مشبہ کا حال اچھی طرح سے جما دیا جائے کہ اب ٹوٹے ہوئے دلوں کا اپنے پہلے دوستانہ تعلقات کی جانب لوٹنا ایک مشکل امر ہے۔

کیا خوب کہا ایک شاعر نے۔

جس طرح جڑتا نہیں ٹوٹا ہوا شیشہ کبھی
اس طرح سے جڑ نہیں سکتے ہیں دل ٹوٹے ہوئے

(۵) یا کبھی تشبیہ سے مقصود مشبہ کو مزین اور حسین کر کے پیش کرنا ہوتا ہے مثلاً شاعر اس شعر میں۔ ترجمہ شعر: میری معشوقہ سیاہ آنکھ اور روشن پیشانی والی ہے، اس کی آنکھ پیاری ہرن کی آنکھ کی طرح پیاری ہے۔ دیکھئے شاعر نے اس شعر میں معشوقہ کی آنکھ کی سیاہی کو ہرن کی آنکھ سے تشبیہ دی ہے، مراد اس سے صرف آنکھ کو حسین بنانا ہے۔ کیوں کہ دنیا میں سب سے خوبصورت ہرن کی آنکھ ہے خصوصاً ہرن کے چھوٹے بچوں کی آنکھ تو بے حد حسین خوبصورت ہے۔

(۶) کبھی تشبیہ سے مقصود، مشبہ کو بدصورت کر کے پیش کرنا ہوتا ہے مثلاً شاعر کے اس شعر میں۔ اِذَا اَشَارَ الْخ ترجمہ شعر۔ اور وہ شخص جب گفتگو کرتے ہوئے اشارہ کرتا ہے (ہرکھلانے کے باعث) تو وہ ایسا دکھائی دیتا ہے جیسا کوئی بندر ہے جو بہت زور سے ہنس رہا ہے یا کوئی بڑھیا عورت ہے جو اپنے ہاتھوں سے اپنے رخساروں پر طمانچہ مار رہی ہے (دیکھئے اس جگہ شاعر مستثنیٰ نے اپنے محبوب (جس کی برائی کی جارہی ہے) کو خاص بندر اور بڑھیا سے تشبیہ دی ہے محض اس کی برائی اور تذلیل کے لیے یہ کیلئے ہے۔

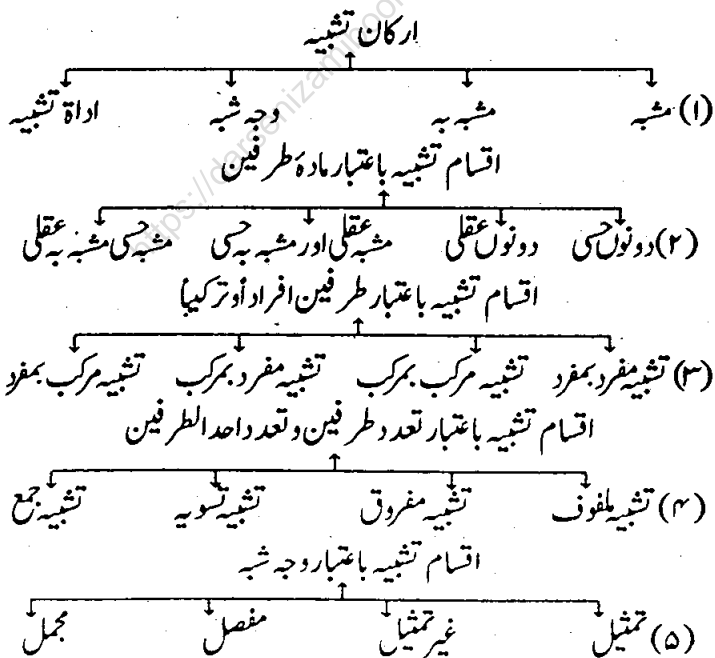
اور تشبیہ کی غرض کبھی مشبہ بہ کی طرف بھی لوٹتی ہے جب کہ تشبیہ کے دونوں طرف مشبہ اور مشبہ بہ بالکل الٹ دیئے جائیں مطلب یہ ہے کہ مشبہ کو مشبہ بہ اور مشبہ بہ کو مشبہ بنادیا جائے جیسا کہ محمد بن وہیب حمیری کے شعر میں۔ ترجمہ شعر: اور صبح ظاہر ہوئی تو ایسا معلوم ہوا کہ گویا اس کی چمک خلیفہ کا چہرہ مبارک ہے جب کہ دربار عام میں ہان کے سامنے مدح کے قصیدے پڑھے جارہے ہوں۔ دیکھئے اس شعر میں شاعر نے اپنے محبوب کی تعریف میں نہایت ہی کمال دکھایا ہے خلیفہ کے چہرہ کو جو مشبہ تھا صبح کی روشنی جو مشبہ بہ تھا اس سے بدل دیا اور اس قسم کی تشبیہ کو بلغاء کی اصطلاح میں تشبیہ مقلوب کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

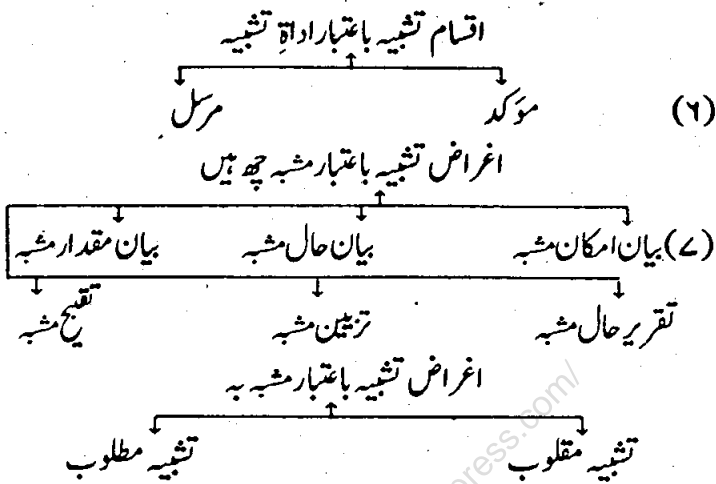
تنبیہ: یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ غرض تشبیہ اپنے مشبہ بہ کے اعتبار سے دو قسموں میں تقسیم ہے پہلی قسم یہ ہے کہ وجہ شبہ کے اعتبار سے طرفین میں سے جو طرف ناقص ہو اس کو اکمل سمجھ کر مشبہ بہ قرار دیں۔ اور یہ تشبیہ مقلوب میں

ہوتا ہے اور دوسری قسم یہ ہے کہ طرفین میں سے جو طرف مہتمم بالشان ہو اس کو مشبہ بہ قرار دیں اور یہ تشبیہ مطلوب میں ہے۔

فائدہ: تشبیہ اور تشابہ میں فرق ہے۔ تشبیہ اس جگہ ثابت ہوتی ہے جہاں مشبہ بہ وجہ شبہ میں مشبہ سے اکمل اور اقویٰ ہو اور تشابہ وہاں ثابت ہوتا ہے جہاں دونوں طرف وصف میں مساوی ہوں۔

حلّ کلمات: اَشَارَ ماضی از اِشَارَۃ، اشارہ کرنا، مُحَدَّث از تَفَعُّل بیان کرنا تقریر کرنا، اسم فاعل کا صیغہ ہے فِرْذ، بندر، لنگور، (ج) اَفْرَاد۔ یُقَهِّقُہ بروزن یُبَغِّثُہ از فَعْلَلَة زور سے ہنسا۔ نَلَطُمُ صیغہ واحد مَوْث غائب، مضارع لَطَمًا (ض) تھپڑ مارنا۔ غَوَّۃ گھوڑے کی پیشانی کی سفیدی، یہاں مراد چمک، سفیدی، یُمْتَدِّحُ صیغہ واحد مذکر غائب بحث اثبات فعل مضارع مجہول از اِقتعال تعریف کرنا۔





الْمَجَازُ

هُوَ اللَّفْظُ الْمُسْتَعْمَلُ فِي غَيْرِ مَا وَضِعَ لَهُ لِعِلَاقَةٍ مَعَ
 قَرِينَةٍ مَانِعَةٍ مِّنْ إِرَادَةِ الْمَعْنَى السَّابِقِ كَالدَّرَرِ
 الْمُسْتَعْمَلَةِ فِي الْكَلِمَاتِ الْفَصِيحَةِ فِي قَوْلِكَ فَلَانَ
 يَتَكَلَّمُ بِالْأَصْبَحِ فَإِنَّهَا مُسْتَعْمَلَةٌ فِي غَيْرِ مَا وَضِعَتْ لَهُ إِذْ قَدْ
 وَضِعَتْ فِي الْأَصْلِ لِلْأَلَى الْحَقِيقِيَّةِ ثُمَّ نُقِلَتْ إِلَى
 الْكَلِمَاتِ الْفَصِيحَةِ لِعِلَاقَةِ الْمُشَابَهَةِ بَيْنَهُمَا فِي
 الْحُسْنِ وَالَّذِي يَمْنَعُ مِنْ إِرَادَةِ الْمَعْنَى الْحَقِيقِيَّةِ
 قَرِينَةُ يَتَكَلَّمُ وَكَأَنَّ الْأَصْبَحَ الْمُسْتَعْمَلَةَ فِي الْأَنَامِلِ فِي
 قَوْلِهِ تَعَالَى (يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ) فَإِنَّهَا
 مُسْتَعْمَلَةٌ فِي غَيْرِ مَا وَضِعَتْ لَهُ لِعِلَاقَةِ أَنَّ الْأَنَمِلَةَ جُزْءٌ
 مِنَ الْأَصْبَعِ فَاسْتَعْمِلَ الْكُلُّ فِي الْجُزْءِ وَقَرِينَةُ ذَلِكَ أَنَّهُ
 لَا يُمْكِنُ جَعْلُ الْأَصْبَعِ بِتَمَامِهَا فِي الْأَذَانِ

وَالْمَجَازُ اِنْ كَانَتْ عِلَاقَتُهُ الْمُشَابَهَةَ بَيْنَ الْمَعْنَى
الْمَجَازِيِّ وَالْمَعْنَى الْحَقِيقِيِّ كَمَا فِي الْمِثَالِ الْاَوَّلِ
يُسَمَّى اسْتِعَارَةً وَاِلَّا فَمَجَازٌ مُرْسَلٌ كَمَا فِي الْمِثَالِ
الثَّانِي.

مجاز

ترجمہ: مجاز وہ لفظ ہے جس کو غیر موضوع لہ میں استعمال کیا گیا ہو (یعنی ایسے
معنی میں استعمال کیا گیا ہو جس کے لیے وہ لفظ وضع نہیں کیا گیا ہو) کسی علاقہ
کی وجہ سے ایسے قرینہ کے ساتھ جو پہلے معنی کو مراد لینے سے روکے مثلاً لفظ
”درر“ ہے جو آپ کے قول فَلَانٌ يَتَكَلَّمُ بِاللُّدْرِ فِي فَصَحِ كَلِمَاتٍ میں مستعمل ہوا
ہے (فَلَانٌ يَتَكَلَّمُ بِاللُّدْرِ کا ترجمہ فلاں شخص کے منہ سے موتی جھڑ رہے
ہیں) دیکھئے کہ وہ اس جگہ پر ایسے معنی میں استعمال کیا گیا ہے جس کے لیے وہ لفظ
وضع نہیں کیا گیا ہے کیوں کہ وہ اصل میں حقیقی موتیوں کے معنی کے لیے وضع
کیا گیا ہے پھر نقل کیا گیا فصیح اور دل آویز کلمات کی طرف۔ اس لیے ان دونوں
معنوں کے درمیان خوبصورتی میں مشابہت کا علاقہ ہے۔ اور وہ چیز جو درر کے
حقیقی معنی مراد لینے سے مانع ہے وہ لفظ يَتَكَلَّمُ کا قرینہ ہے۔ (یعنی تکلم کے قرینہ
سے پتہ چلا کہ یہاں درر سے مراد موتیاں نہیں بلکہ قیمتی باتیں ہیں) اسی طرح
اَصَابِعُ کا لفظ ہے جو اَنَا مِلٌّ کے معنی میں اللہ تعالیٰ کے قول ”يَجْعَلُونِ
اَصَابِعُهُمْ فِيْ اَآذَانِهِمْ“ میں مستعمل ہوا ہے یعنی اصابع بول کر انا مل مراد
لیا ہے۔ کیوں کہ لفظ اصابع اس جگہ پر ایسے معنی میں استعمال کیا گیا ہے جس
کے لیے وہ وضع نہیں کیا گیا ہے اس علاقہ کی وجہ سے کہ اَنْمِلَةً اِضْبَعُ کا ایک
جزو ہے اور کل کو جزو میں استعمال کیا گیا ہے اور اس کا قرینہ یہ ہے کہ اگر اصابع
کے معنی حقیقی کے لیے جائیں تو پوری انگلیوں کو کان کے اندر ڈالنا پڑے گا

جو ناممکن ہے (دیکھئے یہاں کل (اصابع) بول کر جزو (اتامل) مراد لیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ منکرین کوش کر رہے تھے کہ پوری انگلیاں کان کے سوراخوں میں داخل کر دیں تاکہ حضرت نوح علیہ السلام کی بات بالکل ہی نہ سنیں لیکن یہ امر ناممکن ہونے کی وجہ سے اتامل مراد لیے گئے، جن کاکانوں کے اندر جانا ممکن ہے۔ (تو یہ بات واضح ہو گئی کہ معنی موضوع لہ اور غیر موضوع لہ کے درمیان کمی علاقہ کا ہونا ضروری ہے) تو اگر مجاز کا علاقہ معنی حقیقی اور مجازی کے درمیان مشابہت کا ہو تو اس کا نام استعارہ رکھا جاتا ہے جیسا کہ پہلی مثال میں اور اگر مشابہت کے علاوہ کوئی دوسرا علاقہ ہو تو اس کو مجاز مرسل کہتے ہیں جیسا کہ دوسری مثال میں۔

فائدہ: اَنَّمِلَةُ میں نو لغات ہیں، فتح، ہمزہ کے ساتھ میم میں تینوں حرکات (ضم، فتح، کسرہ) پڑھنا جائز ہے مثلاً اَنَّمِلَةُ (یہ تین صورتیں ہو گئیں) اسی طرح ہمزہ پر ضم اور کسرہ کے ساتھ میم پر تینوں حرکات پڑھنا جائز ہے، اس طرح کل نو صورتیں ہو جائیں گی۔

الِاسْتِعَارَةُ

الِاسْتِعَارَةُ هِيَ مَجَازٌ عِلَاقَتُهُ الْمُشَابَهَةُ كَقَوْلِهِ تَعَالَى كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ. أَيْ مِنَ الضَّلَالِ إِلَى الْهُدَى. فَقَدْ اسْتُعْمِلَتْ الظُّلُمَاتُ وَالنُّورُ فِي غَيْرِ مَعْنَاهُمَا الْحَقِيقِيَّ وَالْعِلَاقَةُ الْمُشَابَهَةُ بَيْنَ الضَّلَالِ وَالظُّلَامِ وَالْهُدَى وَالنُّورِ. وَالْقَرِينَةُ مَا قَبْلَ ذَلِكَ وَأَصْلُ الْإِسْتِعَارَةِ تَشْبِيهُ حَذْفُ أَحَدِ طَرَفَيْهِ وَوَجْهُ شَبْهِهِ وَأَدَاتُهُ.

وَالْمُشَبَّهُ يُسَمَّى مُسْتَعَارًا لَهُ وَالْمُشَبِّهُ بِهِ مُسْتَعَارًا مِنْهُ. فَقَدْ هَذَا الْمِثَالُ الْمُسْتَعَارُ لَهُ هُوَ الضَّلَالُ وَالْهُدَى وَالْمُسْتَعَارُ مِنْهُ

هُوَ مَعْنَى الظَّلَامِ وَالنُّورِ وَلَفْظُ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورِ يُسَمَّى مُسْتَعَارًا.

استعارہ

ترجمہ: استعارہ وہ مجاز ہے جس میں علاقہ تشبیہ کا ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول کِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ الْآيَةَ فِيهِ تَرْجَمَ آیت یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر اتارا ہے تاکہ آپ تمام لوگوں کو تاریکیوں سے اجالے کی طرف نکال لائیں۔ یعنی گمراہی سے نکال کر ہدایت کی طرف لائیں تو اس جگہ کلمات اور نور کا استعمال ان کے غیر حقیقی معنوں میں ہوا ہے اور ان میں علاقہ تشبیہ کا ہے۔ یعنی آیت کا مذکورہ میں ضلال کو ظلمات سے اور ہدی کو نور سے تشبیہ دی گئی ہے اور قرینہ آیت پہلا حصہ کِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ الْآيَةَ ہے۔ کیوں کہ کتاب کو نازل کرنے کا مقصد یہی ہے کہ تمام لوگوں کو ضلالت سے نکال کر ہدایت کی طرف لایا جائے۔ اصل میں استعارہ اس تشبیہ کا نام ہے جس میں طرفین میں سے کوئی ایک طرف اور وجہ شبہ اور اداة تشبیہ حذف کر دیئے جائیں۔ استعارہ کے باب میں مشبہ کو مستعار لہ اور مشبہ بہ کو مستعار منہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے چنانچہ اس مثال میں ضلال اور ہدی مستعار لہ ہیں اور ظلام اور نور کے معنی مستعار منہ ہیں اور ظلمات اور نور کے الفاظ مستعار کے نام سے موسوم ہوتے ہیں۔

وَتَنْقَسِمُ الْإِسْتِعَارَةُ إِلَى مُصَرَّحَةٍ وَهِيَ مَا صُرِّحَ فِيهَا بِلَفْظِ الْمُشَبَّهِ بِهِ كَمَا فِي قَوْلِهِ ۝
فَأَمْطَرْتُ لَوْلَا مِنْ نَرْجَسٍ وَسَقَتْ
وَرَدًا وَعَظَّتْ عَلَى الْعُنَابِ بِالْبَرْدِ
فَقَدْ اسْتَعَارَ اللَّوْلُو وَالنَّرْجَسَ وَالْوَرْدَ وَالْعُنَابَ وَالْبَرْدَ
لِلدَّمُوعِ وَالْعُيُونِ وَالْخُدُودِ وَالْأَنَامِلِ وَالْأَسْنَانِ.

وَالِی مَكْنِیَّةٌ وَهِيَ مَا حُذِفَ فِيهِ الْمُشَبَّهُ بِهِ وَرُمِزَ إِلَيْهِ
بِشَيْءٍ مِنْ لَوَازِمِهِ كَقَوْلِهِ تَعَالَى وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ
الدَّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ فَقَدْ اسْتَعَارَ الطَّائِرَ لِلدَّلِّ ثُمَّ حَذَفَهُ
وَدَلَّ عَلَيْهِ بِشَيْءٍ مِّنْ لَوَازِمِهِ وَهُوَ الْجَنَاحُ رَأَيْتُ
الْجَنَاحَ لِلدَّلِّ يُسَمُّونَهُ اسْتِعَارَةً تَخْيِيلِيَّةً.

ترجمہ: اور استعارہ طرین کے ذکر کے اعتبار سے دو قسموں میں منقسم ہے مصرعہ اور
مکذیہ (۱) استعارہ مصرعہ وہ ہے جس میں لفظ مشبہ بہ صراحت کے ساتھ بیان کیا
گیا ہو جیسا کہ شاعر کا قول۔ ترجمہ: میری محبوبہ نے نرگس سے موتی برسائے،
گلاب کو شاداب کیا اور عناب کو اوالے سے کاٹ کھلایا۔ اس شعر میں شاعر نے
موتی، نرگس، گلاب، عناب اور اوالے کو بالترتیب آنسو، آنکھوں، رخساروں،
انگلیوں کی پوروں اور دانتوں کے لیے استعارہ کیا ہے۔

(۲) استعارہ مکذیہ وہ ہے جس میں مشبہ بہ تو محذوف ہو لیکن اس کے لوازم میں
سے کسی چیز سے اس کی طوف اشارہ کر دیا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول
وَاخْفِضْ لَهُمَا الْآيَةَ فِي آيَاتِ كَا ترجمہ یہ ہے اور جھکادے ان کے آگے
کندھے، عاجزی کر نیاز مندی سے۔ دیکھئے آیت میں اللہ تعالیٰ نے طائر کو ذل
کے لیے استعارہ کیا پھر اسے حذف کر دیا اور اس کے لوازم میں سے ایک شے
لازم جناح کے ذریعہ اس کی راہ بتلا دی اور ارباب بلاغت ذل کے لیے جناح
ثابت کرنے کو استعارہ تخیلیہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

وَتَنْقَسِمُ الْإِسْتِعَارَةُ إِلَى أَصْلِيَّةٍ وَهِيَ مَا كَانَ فِيهَا
الْمُسْتَعَارُ اسْمًا غَيْرَ مُشْتَقٍّ كَاسْتِعَارَةِ الظُّلَامِ لِلضَّلَالِ
وَالنُّورِ لِلهُدَى وَإِلَى تَبَعِيَّةٍ وَهِيَ مَا كَانَ فِيهَا الْمُسْتَعَارُ
فِعْلًا أَوْ حَرْفًا أَوْ اسْمًا مُشْتَقًّا نَحْوُ فَلَانْ رَكِبَ كَتَفِي
غَرِيمِهِ أَيْ لَازِمُهُ مُلَازِمَةٌ شَدِيدَةٌ وَقَوْلُهُ تَعَالَى أُولَئِكَ

عَلَى هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ. اِنِّی تَمَكَّنُوْا مِّنَ الْحُصُولِ عَلٰی
 الْهَدٰیةِ التَّامَّةِ وَنَحْوُ قَوْلِهِ
 وَلَئِنْ نَطَقْتُ بِشُكْرِ بَرِّكَ مُفَصِّحًا
 فَلِسَانٌ حَالِی بِالشَّكَایَةِ اَنْطَقُ
 وَنَحْوُ اَذْفَتُهُ لِبَاسِ الْمَوْتِ اِنِّی الْبَسْتُهُ اِیَّاهُ.

ترجمہ: لفظ مستعار کے اعتبار سے استعارہ کی پھر دو قسمیں ہیں (۱) اصلہ (۲) اور طبعیہ۔

(۱) استعارہ اصلہ وہ ہے جس میں لفظ مستعار اسم غیر مشتق ہوتا ہے جیسا کہ لفظ ظلام مستعار ہے لفظ ضلال کے لیے اور لفظ نور مستعار ہے ہدی کے لیے۔
 (۲) اور استعارہ طبعیہ وہ ہے جس میں لفظ مستعار فعل یا حرف یا اسم مشتق ہوتا ہے جیسے فَلَانٌ رَّكِبَ كَيْفَی غَرِیْمَہ فلاں آدمی اپنے قرض دار کے کندھوں پر سوار ہو گیا مطلب یہ ہے وہ اپنے قرضدار کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گیا۔ اس میں لفظ مستعار فعل آگیا ہے۔ اور اللہ کے قول میں ”اَوَلَيْكَ عَلٰی هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ“ ترجمہ آیت: وہی لوگ ہیں ہدایت پر اپنے پروردگار کی طرف سے یعنی وہ لوگ کامل ہدایت پر قابو پا چکے ہیں۔ اس میں لفظ مستعار حرف ”علی“ ہے اور اسی طرح شاعر کے قول میں۔ ترجمہ شعر۔ اور خدا کی قسم اگر میں تمہارے احسان کا شکریہ اپنی زبان سے صاف صاف بیان کر کے ادا کر دوں تو یہ میری زبان قال کمزور ثابت ہوگی۔ کیوں کہ میری زبان حال شکوے کو اس سے بھی زیادہ صاف اور زوردار طور پر بیان کرنے والی ہے۔ اس شعر میں لفظ مستعار اسم مشتق ”اَنْطَقُ“ ہے۔ اور اسی طرح کا یہ قول ہے اذفتہ لباس الموت میں نے اسے موت کی پوشاک چکھائی۔ یعنی میں نے اسے موت کی پوشاک پہنائی اس قول میں لفظ مستعار اذفتہ ہے۔

حلّ کلمات: مُفَصِّح اسم فاعل از افعال فصاحت سے بولنا، کھل کر مراد کو ظاہر کرنا، اَنْطَقُ، اسم تفضیل (ضن) نَطَقًا بولنا، گفتگو کرنا۔

وَتَنْقَسِمُ الْإِسْتِعَارَةُ إِلَى مُرْشَحَةٍ وَهِيَ مَا ذَكَرَ فِيهَا مُلَائِمُ
الْمُشَبِّهِ بِهِ نَحْوُ (أُولَئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَى
لَمَّا رَبَحَتْ تِجَارَتُهُمْ) فَإِلَّا اشْتَرَاءُ مُسْتَعَارٍ لِلِاسْتِبْدَالِ
وَذِكْرُ الرِّبْحِ وَالتَّجَارَةِ تَرْشِيحٌ.

وَالِی مُجَرَّدَةٍ وَهِيَ الَّتِي ذَكَرَ فِيهَا مُلَائِمُ الْمُشَبِّهِ نَحْوُ
(فَإِذَا فَهَأَ اللَّهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ) اسْتَعِيرَ اللَّبَاسُ
لِمَا غَشِيَ الْإِنْسَانَ عِنْدَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ وَالْإِذَاقَةُ
تَجْرِيدٌ لِذَلِكَ.

وَالِی مُطْلَقَةٍ وَهِيَ الَّتِي لَمْ يَذْكُرْ مَعَهَا مُلَائِمُ نَحْوُ
(يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ) وَلَا يُعْتَبَرُ التَّرْشِيحُ وَالتَّجْرِيدُ إِلَّا بَعْدَ
تَمَامِ الْإِسْتِعَارَةِ بِالْقَرِينَةِ.

ترجمہ: استعارہ اپنی مناسبات اور متعلقات کے اعتبار سے پھر تین قسم پر ہے
(۱) مرشحہ (۲) مجرودہ (۳) مطلقہ۔ استعارہ مرشحہ وہ ہے جس میں مشبہ بہ کے
مناسبات مذکور ہوں جیسے قرآن پاک میں ہے أُولَئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ
الایہ۔ ترجمہ آیت: یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے خرید لی گمراہی ہدایت کے
عوض میں پس نفع بخش نہیں ہوئی ان کی تجارت۔ آیت میں اشتراء مستعار
ہے استبدال کے لیے اور ربح اور تجارت کا ذکر تشریح کہلاتا ہے۔

دوسری قسم استعارہ مجرودہ ہے وہ یہ ہے کہ جس میں مشبہ کے مناسبات
ذکر کئے گئے ہوں جیسے قرآن شریف میں ہے فَإِذَا فَهَأَ اللَّهُ لِبَاسَ الْجُوعِ
وَالْخَوْفِ۔ ترجمہ آیت پھر اللہ تعالیٰ نے اس قریہ کے باشندوں کو بھوک اور
ڈر کی پوشاک چمکائی یعنی پہنائی، اس مقام پر لباس مستعار ہے اس چیز کے لیے
جو انسان پر ڈر اور بھوک کے وقت چھا جاتی ہے یعنی سختیاں اور مصیبتیں۔ اور لُزَاظُ

اس استعارہ کے لیے تجرید کہلاتا ہے۔

(۳) تیسری قسم استعارہ مطلقہ ہے اور مطلقہ وہ ہے جس میں کسی قسم کے مناسبات ذکر نہ کئے گئے ہوں جیسا کہ اللہ کے قول میں يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ تَرْجَمہ آیت۔ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑتے ہیں۔

ترشح اور تجرید دونوں کا اعتبار اسی وقت کیا جائے گا جب کہ استعارہ بھی قرینہ کے ساتھ پورا ہو چکا ہو۔ یہ باتیں استعارہ کی بحث کے شروع میں آچکی ہیں وہاں دیکھ لیا جائے۔

الْمَجَازُ الْمُرْسَلُ

هُوَ مَجَازٌ عَلاَقَتُهُ غَيْرُ الْمَشَابَهَةِ.

(۱) كَالسَّبْيَةِ فِي قَوْلِكَ عَظُمْتَ يَدُ ذِي أَيْ نِعْمَتُهُ الَّتِي سَبَّهَا الْيَدُ.

(۲) وَالْمُسْبِيَةِ فِي قَوْلِكَ أَمْطَرَتِ السَّمَاءُ نَبَاتًا أَيْ مَطَرٌ يَتَسَبَّبُ عَنْهُ النَّبَاتُ.

(۳) وَالْجُزْئِيَةِ فِي قَوْلِكَ أَرْسَلَتِ الْعُيُونُ لَتَطْلُعَ عَلَى أَحْوَالِ الْعَدُوِّ أَيْ الْجَوَاسِيسُ.

(۴) وَالْكَلِّيَةِ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى (يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ) أَيْ أَنَا مِلَّهُمْ.

(۵) وَاعْتِبَارَ مَا كَانَ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى (وَأَتُوا الْيَتَامَى أَمْوَالَهُمْ) أَيْ الْبَالِغِينَ.

(۶) وَاعْتِبَارَ مَا يَكُونُ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى (إِنِّي أَرَانِي أَعْصِرُ خَمْرًا) أَيْ عِنَبًا.

(۷) وَالْمَحَلِّيَةِ نَحْوُ قَرَّرَ الْمَجْلِسُ ذَلِكَ أَيْ أَهْلُهُ.

(۸) وَالْحَالِيَةَ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى (فَفِي رَحْمَةِ اللَّهِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ) اِنِّ جَنَّتِهِ.

مجاز مرسل

ترجمہ: مجاز مرسل وہ ہے جو مشابہت کے سوا دوسرا کوئی علاقہ رکھتا ہو (اس کے علاقے تو بہت ہیں مشہور آٹھ مندرجہ ذیل ہیں)

(۱) علاقہ سمیت تمہارے قول میں ”عَظُمَتْ يَدُ فَلَانٍ فَلَانٍ“ شخص کا ہاتھ بڑا ہو گیا یعنی اس کی دولت بڑی ہو گئی جس کا سبب اس کا ہاتھ ہے۔

(۲) علاقہ سمیت جیسا کہ تمہارے قول میں ”أَمْطَرَتِ السَّمَاءُ نَبَاتًا“ آسمان نے سبزہ برسیا یعنی پانی برسیا جس کے سبب سے سبزے کا تحقق ہوا۔ اور یہاں سبزہ مسبب ہے اور مطر سبب ہے۔

(۳) علاقہ حریت جیسا کہ تمہارے قول ”أُرْسِلَتِ الْعُيُونُ الرَّخْمِ“ میں۔ آنکھیں بھیجی گئی ہیں تاکہ دشمن کے احوال سے واقف ہو یعنی بہت سے جاسوس بھیجے گئے ہیں اس جگہ عیون جو عین کی جمع ہے وہ جزو جاسوس ہے۔ جاسوسی میں آنکھ جزو اعظم ہونے کی وجہ سے جاسوس پر اس کا اطلاق صادق آیا۔

(۴) علاقہ کلیت جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ”يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ“ یہاں اصابع سے انگلیوں کے (انامل پورے) مراد ہیں اس مقام پر کل بول کر جزو مراد لیا گیا۔

(۵) ماکان کے اعتبار کا علاقہ۔ یعنی زمانہ ماضی میں جو احوال اور اوصاف تھے ان کا اعتبار کرنا مثلاً اللہ تعالیٰ کا قول ”وَأَتُوا الْيَتَامَىٰ أَمْوَالَهُمْ أَى الْبَالِغِينَ“ اور یتیموں کو ان کے مال دو یعنی ان بالغوں کو جو زمانہ ماضی میں نابالغ تھے۔ یتیمیت کی صفت سے متصف تھے یہاں گزرے ہوئے حال کا اعتبار کر کے بالغوں کو یتامی کہا گیا ہے کیوں کہ مال سپرد کرنے کا حکم بلوغ اور رشد سے پہلے نہیں ہے کلام اللہ میں ہے لِأَنَّ أُنْسَهُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ ترجمہ

آیت: تو اگر تم ان میں ہوشیاری دیکھ لو تو ان کے حوالے ان کا مال کر دو۔ (یعنی یہ بات اس وقت کہی گئی جب اس سے پہلے قرآن پاک میں کہا گیا وَانْتَلُوا الْيَتَامَىٰ حَتَّىٰ اِذَا بَلَغُوا النُّكَاحَ۔ یعنی یتیموں کی جانچ کرتے رہو یہاں تک کہ وہ عمر نکاح کو پہنچ جائیں۔ ظاہر بات ہے کہ عمر نکاح بلوغ کے بعد ہوتی ہے۔ (۶) مَا يَكُونُ کے اعتبار کا علاقہ ہو۔ یعنی احوال مستقبلہ کا اعتبار کیا گیا ہو۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول اِنِّیْ اَرَانِیْ اَغْصِرُ خَنْزِرًا اِنِّیْ عِنْبًا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں شراب نخوڑ رہا ہوں یعنی انگور نخوڑ رہا ہوں۔ انگور کو نخوڑنے کے بعد شراب بناتے ہیں۔ مگر یہاں شراب کا اطلاق انگور پر مایول کے اعتبار سے ہوا۔ جیسا کہ ہم لوگ پانچ پارے کے حافظ کو حافظ صاحب کہتے ہیں اسی طرح سال سوم چہارم کے طالب علم کو مولوی صاحب کہتے ہیں یہ سب مایول یعنی مستقبل کے اعتبار سے کہتے ہیں یعنی بعد میں جو بننے والا ہے اسی نام سے اب پکارنے لگتے ہیں۔ (۷) محلیت کا علاقہ ہو۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے قُرِّرَ الْمَجْلِسُ ذَلِكَ اِنِّیْ اَهْلُهُ، مجلس نے اسے مقرر کیا یعنی اہل مجلس نے۔ یہاں مجلس جو محل ہے اس کا اطلاق اہل پر ہوا جو حال ہے۔ (یہ بات مشہور ہے کہ لوگ کہتے ہیں مجلس کا فیصلہ ہے حالاں کہ مجلس فیصلہ نہیں کرتی فیصلہ تو اہل مجلس کرتے ہیں تو مجلس بول کر اہل مجلس مراد لیتے ہیں اسی طرح ”وَاسْأَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِیْ كُنَّا فِيْهَا“ اِیْ اَهْلَ الْقَرْيَةِ۔ (۸) علاقہ حلیت جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ”كُفِّیْ رَحْمَةً اللّٰهِ مِنْ فِیْهَا خَالِدُوْنَ اِنِّیْ جَنَّتِہٖ“ ترجمہ آیت: تو وہ لوگ اللہ کی رحمت میں ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے یعنی وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے یہاں رحمت جو کہ حال ہے اس کا اطلاق جنت پر ہوا جو کہ محل ہے۔

الْمَجَازُ الْمُرَكَّبُ

الْمُرَكَّبُ اِنْ اسْتَعْمِلَ فِیْ غَیْرِ مَا وُضِعَ لَہٗ۔
فَاِنْ كَانَ لِعِلَاقَةٍ غَیْرِ الْمُشَابَّہَةِ سُمِّیَ مَجَازًا مُّرَكَّبًا

كَالْجَمَلِ الْخَبْرِيَّةِ إِذَا اسْتُعْمِلَتْ فِي الْإِنْشَاءِ نَحْوُ
قَوْلِهِ

هَوَايَ مَعَ الرَّكْبِ الْيَمَانِينَ مُضْعِدُ
جَنِيْبٍ وَجُنْمَانِيْ بِمَكَّةَ مُوثِقُ
فَلَيْسَ الْغَرَضُ مِنْ هَذَا الْبَيْتِ الْإِخْبَارُ بَلْ إِظْهَارُ التَّحْزُنِ
وَالْتَحَسُّرِ وَإِنْ كَانَتْ عِلَاقَتُهُ الْمُشَابَهَةَ سُمِّيَ اسْتِعَارَةً
تَمْثِيلِيَّةً كَمَا يُقَالُ لِلْمُتَرَدِّدِ فِي أَمْرِ أَرَاكَ تُقَدِّمُ رِجْلًا
وَتُوْخِرُ أُخْرَى.

مجاز مرکب

ترجمہ: لفظ مرکب کا استعمال اگر موضوع لہ میں نہ ہو (تو اس کی دو قسمیں ہیں)
(۱) تو اگر اس کا استعمال تشبیہ کے علاوہ کسی دوسرے علاقہ کے سبب سے ہو تو اس
کو مجاز مرکب کے نام سے موسوم کیا جائے گا۔ جیسے خبری جملے جب محل انشاء میں
استعمال کئے جائیں۔ شاعر کا قول ترجمہ: میری معشوقہ یعنی مسافروں کے ساتھ
ایک طفیلی کی حیثیت سے جارہی ہے اور اس طرف میری بے بسی کا یہ عالم ہے کہ
میرا جسم مکہ میں مجبوس ہے (یہ شعر جعفر بن علیہ کا ہے) تو اس شعر سے غرض محض خبر
دینا نہیں ہے بلکہ غم اور حسرت کا اظہار مقصود ہے (اور یہ انشاء ہے)

(۲) اور اگر لفظ مرکب کا علاقہ تشبیہ کا ہو تو اس کا نام استعارہ تمثیلیہ رکھا جاتا ہے جیسا
کہ کہا جاتا ہے کسی امر میں تردد کرنے والے سے أَرَاكَ تُقَدِّمُ رِجْلًا وَتُوْخِرُ أُخْرَى میں
تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم ایک پیر آگے بڑھاتے ہو اور دوسرا پیچھے ہٹاتے ہو۔
یہاں تردد فکر کی جگہ میں وہ لفظ مرکب استعمال کیا گیا ہے جو تردد ورجل
کے موقع پر استعمال کیا جاتا ہے۔

الْمَجَازُ الْعَقْلِيُّ

هُوَ اسْنَادُ الْفِعْلِ أَوْ مَا فِي مَعْنَاهُ إِلَى غَيْرِ مَا هُوَ لَهُ عِنْدَ التَّكَلُّمِ فِي الظَّاهِرِ لِعَلَّاقَةٍ نَحْوُ قَوْلِهِ ۛ
 أَشَابَ الصَّغِيرَ وَأَفْنَى الْكَبِيرَ كَرُّ الْغَدَاةِ وَمَرُّ الْعَشِيِّ
 فَإِنَّ اسْنَادَ الْإِشَابَةِ وَالْإِفْنَاءِ إِلَى كَرِّ الْغَدَاةِ وَمَرُّورِ
 الْعَشِيِّ اسْنَادٌ إِلَى غَيْرِ مَا هُوَ لَهُ إِذِ الْمُشِيبُ وَالْمُفْنِي فِي الْحَقِيقَةِ هُوَ اللَّهُ تَعَالَى.

مجاز عقلی

ترجمہ: اسناد کرنا فعل یا معنی فعل کی اس چیز کے غیر کی طرف جس کے لیے وہ فعل یا معنی فعل متکلم کے عقیدے میں بظاہر کسی علاقہ کی وجہ سے مبنی ہو۔ جیسا کہ سلطان عبدی کا یہ شعر۔ اشاب الصغیر الخ ترجمہ شعر: صبح اور شام کے بار بار آنے اور جانے نے بچے کو بوڑھا کر ڈالا اور بوڑھے کو ناکر دیا۔
 اس لیے کہ شعر مذکور میں اشابة اور افناء کی نسبت کَرُّ الغداة اور مرور العشی کی طرف ہے اور یہ نسبت اس چیز کے غیر کی طرف ہے جس کے لیے وہ فعل یا معنی فعل مبنی ہے کیوں کہ حقیقت میں مُشِيب (بوڑھا کرنے والا) اور مُفْنِي (ختم کرنے والا) اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

وَمِنْ الْمَجَازِ الْعَقْلِيِّ اسْنَادُ مَا بَيْنِي لِلْفَاعِلِ إِلَى الْمَفْعُولِ
 نَحْوُ (عَيْشَةٍ رَاضِيَةٍ) وَعَكْسُهُ نَحْوُ سَيْلٍ مُفْعَمٍ وَالْإِسْنَادُ
 إِلَى الْمَصْدَرِ نَحْوُ جَدِّ جَدُّهُ وَالْيَ الزَّمَانِ نَحْوُ نَهَارُهُ
 صَائِمٍ وَالْيَ الْمَكَانِ نَحْوُ نَهْرٍ جَارٍ وَالْيَ السَّبَبِ نَحْوُ

بَنَى أَمِيرُ الْمَدِينَةِ وَيَعْلَمُ مِمَّا سَبَقَ أَنَّ الْمَجَازَ اللَّغَوِيَّ
يَكُونُ فِي اللَّفْظِ وَالْمَجَازَ الْعَقْلِيَّ يَكُونُ فِي الْإِسْنَادِ.

ترجمہ: (ذیل کے اسنادات مجاز عقلی میں سے ہیں)

(۱) مبنی للفاعل کو مفعول کی طرف نسبت کرنا۔ جیسا کہ عَيْشَةُ رَاضِيَةٌ

پسندیدہ زندگی یہاں راضیہ مرضیہ کے معنی میں ہے (۲) اور اس کے برعکس یعنی

مبنی للمفعول کو فاعل کی طرف نسبت کرنا۔ جیسا کہ سَيْلٌ مَفْقَمٌ بَهْرُورٍ سِلَابٌ،

یہاں مفعول فاعل کے معنی میں ہے کیوں کہ سِلَابٌ بھرپور نہیں ہوتا بلکہ وادی

بھرپور ہوتی ہے (۳) مبنی للفاعل کو مصدر کی طرف منسوب کرنا جیسا کہ جَذٌّ

جَذَّةٌ (اس کا نصیب بلند ہوا) یہاں جد مصدر کی طرف جَذٌّ فعل معروف کی

نسبت ہوئی (۴) مبنی للفاعل کو زمانہ کی طرف منسوب کرنا جیسا کہ نہارہ صائم۔

اس کا دن روزہ دار ہے یہاں صائم کی نسبت نہار کی طرف ہے جو زمانہ ہے (۵)

مبنی للفاعل کو مکان کی طرف منسوب کرنا۔ جیسا کہ نَهْرٌ جَارٍ جَارِي نَهْرٍ۔ یہاں

جاری کی نسبت نہر کی طرف ہے جو ظرف مکان ہے (۶) مبنی للفاعل کو سبب کی طرف

منسوب کرنا، جیسا کہ بَنَى الْأَمِيرُ الْمَدِينَةَ امیر نے شہر بنایا، یہاں امیر کی طرف شہر

بنانے کی نسبت اس لیے کی گئی کہ وہ اصل میں شہر بنانے کا سبب یعنی امیر کے

حکم سے ہی شہر بسایا گیا۔

ما قبل کی تحریر سے معلوم ہوا کہ مجاز لغوی لفظ میں واقع ہوتا ہے اور مجاز عقلی

اسناد میں واقع ہوتا ہے۔

توضیح: مذکورہ عبارت میں مجاز عقلی کی مثالیں ذکر کی گئیں۔ ان میں سے

ایک عَيْشَةُ رَاضِيَةٌ ہے۔ اس طرح کہ راضیہ مبنی للفاعل ہے کیوں کہ

راضیہ اسم فاعل ہے اور اسم فاعل فعل معروف کے حکم میں ہوتا ہے اور راضیہ

کی اسناد اس ضمیر کی طرف کی گئی ہے جو ضمیر راضیہ میں مستتر ہے اور عیشہ کی

طرف راجع ہے اور عیشہ مفعول حقیقی ہے اور مفعول حقیقی اس لیے ہے کہ

عیشہ (زندگی) خود راضی نہیں ہوتی ہے بلکہ اس سے اس کا صاحب یعنی

صاحبِ عیشۃ راضی ہوتا ہے الحاصل حقیقتاً عیشۃ مرضیۃ ہے نہ کہ راضیۃ؛ تو چونکہ اس کی مثال میں مبنی للفاعل کی اسناد مفعول بہ کی طرف کی گئی ہے اس لیے یہ اسناد مجازی ہوگی۔ ”راضیۃ“ اسم فاعل گویا معروف ہے اس کی اسناد ”عیشۃ“ کی طرف ہے جو مفعول بہ ہے اس لیے یہ مجاز ہے۔ مفعُوم اسم مفعول ہے گویا مجہول ہے اس کی اسناد سیل کی طرف ہے جو فاعل ہے سیل کے معنی سیلاب اور مفعُوم کے معنی بھرا ہوا، سیلاب بھرا ہوا نہیں ہوتا بلکہ وادی اور جگہ بھری ہوئی ہوتی ہے اس لیے یہاں بھی اسناد مجازی ہے صائم اسم فاعل ہے اس کی اسناد نہار کی طرف ہے نہار فاعل نہیں ہے بلکہ زمان ہے اور زمانہ روزہ نہیں رکھتا بلکہ زمانہ میں روزہ رکھا جاتا ہے اس لیے یہاں بھی اسناد مجازی ہے۔ جابر اصل میں جاری تھا اس میں رام کی تعلیل ہوئی ہے تو جابر اسم فاعل ہے اس کی اسناد نہر کی طرف ہے نہر ظرف مکان ہے نہر پانی جاری ہونے کی جگہ کو کہتے ہیں نہر جاری نہیں ہوتی بلکہ پانی جاری ہوتا ہے۔ اس لیے یہ اسناد بھی مجازی ہے بنی الامیر المَدینۃ - بنی فعل معروف ہے اس کی اسناد امیر کی طرف ہے، امیر فاعل نہیں ہے۔ فاعل تو مزدور اور معمار ہیں امیر محض سبب ہے اس لیے یہ اسناد بھی مجازی ہے جَدَّ جَدَّ - جَدَّ فعل معروف ہے اور اس کی اسناد جَدَّ مصدر کی طرف کی گئی ہے۔ حالانکہ اس کا حق یہ تھا کہ اس کی اسناد صاحبِ جد کی طرف کی جاتی پس اس مثال میں بھی چونکہ غیر ماہولہ کی طرف اسناد کی گئی ہے اس لیے یہ اسناد بھی مجازی ہوئی۔

الْكَفَايَةُ

هِيَ لَفْظٌ أُرِيدَ بِهِ لَازِمٌ مَعْنَاهُ مَعَ جَوَازِ إِرَادَةِ ذَلِكَ
الْمَعْنَى نَحْوُ طَوِيلُ النَّجَادِ أَيْ طَوِيلُ الْقَامَةِ. وَتَنْقَسِمُ

بِإِغْتِبَارِ الْمَكْنِيِّ عَنْهُ إِلَى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ
الْأَوَّلُ: كِنَايَةٌ يَكُونُ الْمَكْنِيُّ عَنْهُ فِيهَا صِفَةٌ كَقَوْلِ
الْخُنَسَاءِ ۝

طَوِيلُ النَّجَادِ رَفِيعُ الْعِمَادِ
كَثِيرُ الرَّمَادِ إِذَا مَا شَتَا

تُرِيدُ أَنَّهُ طَوِيلُ الْقَامَةِ سَيِّدُ كَرِيمٍ.
وَالثَّانِي: كِنَايَةٌ يَكُونُ الْمَكْنِيُّ عَنْهُ فِيهَا نِسْبَةٌ نَحْوُ
الْمَجْدِبِينَ ثَوْبِيهِ وَالْكَرْمُ تَحْتَ رِدَالِهِ تُرِيدُ نِسْبَةَ
الْمَجْدِ وَالْكَرْمِ إِلَيْهِ.

وَالثَّالِثُ: كِنَايَةٌ يَكُونُ الْمَكْنِيُّ عَنْهُ فِيهَا غَيْرُ صِفَةٍ وَلَا
نِسْبَةٍ كَقَوْلِهِ ۝

الضَّارِبِينَ بِكُلِّ أَيْضٍ مِخْدَمٍ
وَالطَّاعِنِينَ مَجَامِعِ الْأَضْغَانِ

فَإِنَّهُ كُنِيَ بِمَجَامِعِ الْأَضْغَانِ عَنِ الْقُلُوبِ.

کنایہ

(حقیقت میں ترک صراحت کو کنایہ کہتے ہیں یعنی صریح معنی کو
چھوڑ کر لازمی معنی کو مراد لینا)

ترجمہ: کنایہ ایسا لفظ ہے جس سے اس کا لازمی معنی مراد لیے جائیں اصلی معنی
کو مراد لینے کے ساتھ ساتھ (یعنی معنی لازم اور معنی اصلی دونوں مراد لینا درست
ہو۔ مثلاً طَوِيلُ النَّجَادِ سے اس کا لازمی معنی طویل القامتہ اور دراز قد مراد
ہے، لیکن اس کے ساتھ اس کے معنی اصلی ”لبے پر تلے والا“ مراد لینا بھی صحیح ہے۔

کنایہ مکنی عنہ کے اعتبار سے تین قسم پر ہے (۱) پہلی قسم کنایہ ہے جس میں مکنی عنہ صفت واقع ہو۔ جیسا کہ خضاء کے قول میں طویل النجاد اسخ، ترجمہ شعر: ممدوح دراز قد، بلند ستون والا، بڑا فیاض سردار تھا جس کے یہاں موسم سرما میں راکھ کا انبار لگا رہتا تھا (دیکھئے اس جگہ طویل النجاد سے لازم معنی مراد لیا ہے یعنی دراز قد سردار اور فیاض۔

(۲) دوسری قسم وہ کنایہ جس میں مکنی عنہ نسبت ہو جیسا کہ الْمَجْدُ بَيْنَ ثَوْبَيْهِ وَالْكُومُ نَحْتَ رِدَائِهِ۔ بزرگی اس کے دونوں کپڑوں کے بیچ میں ہے اور سخاوت و فیاضی اس کی چادر کے نیچے ہے مجد و کرم ممدوح کے کپڑے اور چادر میں ثابت کرنا کنایہ ہے ذات ممدوح کی طرف مجد و کرم کو منسوب کرنے سے (۳) تیسری قسم وہ کنایہ جس میں مکنی عنہ نہ صفت واقع ہو اور نہ نسبت جیسا کہ شاعر کے اس شعر میں ترجمہ شعر: میں ایسے بہادروں کی تعریف کرتا ہوں جو اپنے مخالفوں کو چمکدار کانٹے والی تیز تلواروں سے مارتے رہتے ہیں اور ان لوگوں کی بھی جو ایسے دلوں کو چھلنی کرتے رہتے ہیں جو عداوتوں اور کیڑوں کے گنجینے ہیں (یہاں مجامع الاضغان (خزانہ کینہ اور مجمع البغض) سے مراد قلوب ہیں تو لفظ مجامع الاضغان کنایہ ہے اور قلوب مکنی عنہ ہے جو نہ صفت ہے اور نہ نسبت ہے۔

حَلْ كَلِمَاتٍ بِنَجَادٍ۔ پڑتلہ، کہا جاتا ہے هُوَ طَوِيلُ النَّجَادِ وہ لمبے پڑتلے والا ہے، کنایہ ہے طویل القامة ہونے سے، رَمَادٌ۔ راکھ۔ (ج) اَرْمَدَةٌ، شَتَا، شَتَا يَشْتُو شَتَا (ن) موسم سرما میں داخل ہونا، سردی پڑنا۔ شَتَا ماضی کا صیغہ ہے دَعَا کی طرح تَقْلِيلِ ہوئی ہے۔ مِخْدَمٌ۔ اسم آلہ، کانٹے کا اوزار، خَدَمٌ (ض) خَدَمًا جلدی سے کانٹا، یہاں مِخْدَمٌ سے تلوار مراد ہے طَاعِينِينَ۔ طَعَنَ (ف، ن) طَعَنًا نیزہ مارنا، طَاعِنِينَ صفت کا صیغہ یعنی نیزہ مارنے والے، مَجْمَعٌ کی جمع مَجَامِعُ، اسم ظرف، جمع ہونے کی جگہ۔ اَضْغَانٌ یہ ضِغْنٌ کی جمع ہے۔ کینہ، (س) ضَغْنًا کینہ رکھنا۔ کینہ اور بغض جمع ہونے کی جگہ اس سے قلب مراد ہے۔

وَالْكِنَايَةُ إِنْ كَثُرَتْ فِيهَا الْوَسَائِطُ سُمِّيَتْ تَلَوْنًا نَحْوُ
 هُوَ كَثِيرُ الرَّمَادِ أَيْ كَرِيمٌ فَإِنَّ كَثْرَةَ الرَّمَادِ تَسْتَلْزِمُ
 كَثْرَةَ الْإِحْرَاقِ. وَكَثْرَةُ الْإِحْرَاقِ تَسْتَلْزِمُ كَثْرَةَ الطَّبَخِ
 وَالْخَبْزِ وَكَثَرْتُهُمَا تَسْتَلْزِمُ كَثْرَةَ الْأَكْلَيْنِ وَهِيَ تَسْتَلْزِمُ
 كَثْرَةَ الضَّيْفَانِ وَكَثْرَةُ الضَّيْفَانِ تَسْتَلْزِمُ الْكَرَمَ.
 وَإِنْ قُلْتُ وَخَفِيفٌ سُمِّيَتْ رَمْزًا نَحْوُ هُوَ سَمِينٌ رَخْوٌ
 أَيْ غَبِيٌّ بَلِيدٌ وَإِنْ قُلْتُ فِيهَا لِلْوَسَائِطِ أَوْلَمَ تَكُنْ وَ
 وَضَحْتُ سُمِّيَتْ إِيْمَاءً وَإِشَارَةً نَحْوُ
 أَوْ مَا رَأَيْتَ الْمَجْدَ الْقَيَّ رَحْلَهُ
 فِي آلِ طَلْحَةَ ثُمَّ لَمْ يَتَحَوَّلْ

كِنَايَةً عَنْ كَوْنِهِمْ أَمْجَادًا.
 وَهَنَّاكَ نَوْعٌ مِنَ الْكِنَايَةِ يُعْتَمَدُ فِي فَهْمِهِ عَلَى السِّيَاقِ
 يُسَمَّى تَغْرِیضًا وَهُوَ إِمَالَةٌ الْكَلَامِ إِلَى عَرْضِ أَيْ نَاحِيَةٍ
 كَقَوْلِكَ لِشَخْصٍ يَضُرُّ النَّاسَ خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَنْفَعُهُمْ.

ترجمہ: اگر کنایہ میں وسائط کثیر ہوں تو اس کا نام تلونج رکھا جاتا ہے جیسے ہُوَ
 کَثِيرُ الرَّمَادِ الخ وہ زیادہ راکھ والا ہے یعنی وہ بہت تخی ہے کیوں کہ کثرت
 راکھ کثرت احراق کو مستلزم ہے اور کثرت احراق کثرت پکوان اور خبز کو مستلزم ہے،
 اور ان دونوں کی کثرت کھانے والوں کی کثرت کو مستلزم ہے اور یہ کثرت مہمانوں کو
 مستلزم ہے اور کثرت مہمان کثرت سخاوت کو مستلزم ہے (کیوں کہ راکھ زیادہ
 ہونے سے یہ امر لازم ہے کہ کھانا زیادہ پکا ہو گا اور لکڑیاں زیادہ جلائی گئی ہوں گی
 اور لکڑیوں کے زیادہ جلنے سے یہ امر لازم ہے کہ کھانا زیادہ پکا ہو گا اور کھانا زیادہ
 پکنے کو یہ امر لازم ہے کہ مہمانوں کی آمد زیادہ ہو گی اور مہمانوں کے زیادہ

آنے کو سخاوت اور فیاضی لازم ہے دیکھئے کثیر الرماد سے نخی مراد لینے میں کتنے وسائط کی ضرورت پڑی۔ اور اگر کنایہ میں وسائط کم اور خفی ہوں تو اس کا نام رمز رکھا جاتا ہے۔ جیسے ھُوَ سَمِينٌ رِخْوَانِی غَبِیَّ بَلِیدَہ مونا اور ڈھیلا ہے۔ یعنی کند ذہن اور ست ہے۔ دیکھئے مونا پن اور ڈھیلا پن یہ دونوں ذہنی قوتوں کے ڈھیلا پن کا سبب ہوتے ہیں اور ان دونوں چیزوں کو کند ذہن اور ستی لازم ہے لیکن استلزام خفی اور باریک ہے ہر ایک کو پتہ نہیں چلتا تو اس وجہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اس کنایہ میں ایک واسطہ ہے اور وہ بھی خفی ہے۔

اور اگر کنایہ میں وسائط کم ہوں یا وسائط نہ ہوں اور وہ واضح ہو تو اس کا نام رکھا جاتا ہے ایما اور اشارہ۔ جیسا کہ شاعر کا قول اَوْ مَا زَائِتُ الْخِ تَرْجَمَ شَعْرُ: کیا تم نے یہ نہیں دیکھا کہ شرافت نے طلحہ کے خاندان میں اپنے خیمے گاڑ رکھے ہیں۔ اب تو حال یہ ہے کہ اس خاندان سے کسی دوسری جانب رخ پھیرنے کا نام تک لینا گوارا نہیں کرتی۔ یہاں شاعر یہ بتا رہا ہے کہ خاندان طلحہ کے تمام لوگ نیک ہیں اور ایک واسطہ ہے اور وہ صفت مجید ہے جس سے آل طلحہ متصف ہے۔

یہاں کنایہ کی ایک اور قسم ہے جس کو سمجھنے کے لیے سیاق کلام پر اعتماد کیا جاتا ہے اور اس کا نام تعریض بھی رکھا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ کلام کو کسی ایک جانب مائل کر دینا (یعنی اس میں اشارہ ایک جانب کرتے ہیں اور مراد دوسری جانب ہوتی ہے) جیسے تم کسی ایسے آدمی سے کہتے ہو جس سے عام لوگوں کو نقصان پہنچتا ہے ”خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَنْفَعُهُمْ“ بہترین آدمی وہ ہے جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا رہتا ہے۔

عِلْمُ الْبَدِيعِ

الْبَدِيعُ عِلْمٌ يُعْرِفُ بِهِ وَجُوهُ تَحْسِينِ الْكَلَامِ الْمُطَابِقِ لِمُقْتَضَى الْحَالِ وَهَذِهِ الْوُجُوهُ مَا يَرْجِعُ مِنْهَا إِلَى تَحْسِينِ الْمَعْنَى يُسَمَّى بِالْمَحْسِنَاتِ الْمَعْنَوِيَّةِ وَمَا يَرْجِعُ مِنْهَا إِلَى تَحْسِينِ اللَّفْظِ يُسَمَّى بِالْمَحْسِنَاتِ اللَّفْظِيَّةِ.

علم بدیع

ترجمہ: علم بدیع وہ علم ہے جس سے اس کلام کو خوبصورت بنانے کے طریقے پہچانے جاتے ہیں جو مقتضائے حال کے مطابق ہو۔ ان طریقوں میں سے بعض طریقے تحسین معنی کی طرف رجوع ہوتے ہیں، ان کا نام محسنات معنویہ رکھا جاتا ہے۔ اور بعض طریقے وہ ہیں جو تحسین لفظ کی طرف رجوع ہوتے ہیں، ان کا نام محسنات لفظیہ رکھا جاتا ہے۔

توضیح: بدیع: یہ بدع الشئ سے ماخوذ ہے بمعنی کسی چیز کو بلا نمونہ ایجاد کرنا، اس لیے بدیع اسماء حسنی میں سے ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا بدیع السموات والارض۔ اس علم کو بدیع اس لیے کہتے ہیں کہ جو شخص اپنے کلام کو محسنات بدعیہ سے مزین کر لیتا ہے تو گویا اس کا وہ کلام بے مثال اور انوکھا ہوتا ہے۔

بدیع ایک علم ہے جس سے کلام کے تحسین اور ترتیب کے طریقے معلوم ہوتے ہیں مگر ان طریقوں کا استعمال اس وقت اچھا ہوتا ہے جب کلام میں اول قواعد علم معانی و بیان کی رعایت کی گئی ہو ورنہ ایسا بد نما ہوگا جیسا کہ بدصورت آدمی کو زیور اور لباس زیب پہنا دیا۔ گویا کہ علم بدیع بمنزلہ لباس اور زیور کے ہے اگر خوبصورت کو زیور نہ پہنائیں تو اس کے لیے حسن خدا داد ہی کافی ہوگا۔ اسی طرح فصیح، بلیغ کلام کو جو کہ مقتضی حال کے مطابق ہے۔ اس میں کسی قسم کی کمی نہیں ہے اس کو مزید خوبصورت بنانے کے لیے جو کچھ کیا جاتا ہے اسی کا نام علم بدیع ہے۔

مَحَسِّنَاتُ مَفْنَوِيَّةٌ

(۱) التَّوْرِيَّةُ أَنْ يُدْكَرَ لَفْظٌ لَهُ مَعْنَيَانِ قَرِيبٌ يَتَبَادَرُ فَهَمَّةُ مِنَ الْكَلَامِ وَبَعِيدٌ هُوَ الْمُرَادُ بِالْإِفَادَةِ لِقَرْنِيَّةٍ خَفِيَّةٍ نَحْوُ (وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ) أَرَادَ

بِقَوْلِهِ جَرَحْتُمْ مَعْنَاهُ الْبَعِيدَ وَهُوَ إِرْتِكَابُ الذُّنُوبِ
وَكَقَوْلِهِ

يَاسَيْدَا	حَازَ	لُطْفًا
لَهُ	الْبَرَايَا	عَبِيدَ
أَنْتَ	الْحُسَيْنَ	وَلَكِنْ
جَفَاكَ	فِينَا	يَزِيدَ

مَعْنَى يَزِيدُ الْقَرِيبُ أَنَّهُ عَلِمَ وَمَعْنَاهُ الْبَعِيدُ الْمَقْصُودُ أَنَّهُ
فِعْلٌ مُضَارِعٌ مِنْ زَادَ.
(۲) أَلَا بُهَامَ أَيْرَاؤُ الْكَلَامِ مُحْتَمِلًا لَوْ جِهَيْنِ مُتَضَادَّيْنِ
نَحْوِ

بَارَكَ	اللَّهُ	لِلْحَسَنِ
وَلِبُورَانَ	فِي	الْخَتَنِ
يَا	إِمَامَ	الْهُدَى
تَ	وَلَكِنْ	بِئْسَ
		مَنْ

فَإِنَّ قَوْلَهُ بِئْسَ مَنْ يَخْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ مَذْحًا لِعَظْمَةٍ وَأَنْ
يَكُونَ دَمًا لِدَنَائَةٍ.

محسّنات معنویہ

ترجمہ: (۱) تو ر یہ۔ کلام میں ایسا ایک لفظ ذکر کیا جائے جس کے دو معنی
ہوں، ایک قریب جس کے بولتے ہی ذہن میں اس کے معنی آجائیں۔ دوسرا
بعید اور یہی بعید کسی مخفی قرینہ کی وجہ سے افادے کے لیے مقصود ہو (یعنی
معنی بعید کو ذرا غور کرنے کے بعد ہی سمجھ لگایوں کہ اس میں قرینہ بہت

زیادہ واضح نہیں ہوتا جس کی وجہ سے ذہن فوراً سبقت کر جائے بلکہ باریک اور خفی ہوتا ہے اس لیے کچھ دیر بعد سمجھ میں آئے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ”هُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِالْآيَةِ“ ترجمہ آیت وہی خدا ہے جو قبضہ میں لے لیتا ہے تم کو رات میں اور جانتا ہے جو کچھ کہ تم کر چکے ہو دن میں۔ تَوَجَّوْا خُتَمَ کے معنی بعید کو مراد لیا اور وہ گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے۔ جو ختم کے دو معنی ہیں ایک قریب یعنی زخمی ہونے اور کرنے کو کہتے ہیں اور دوسرا بعید یعنی گناہوں کا مرتکب ہونا اس جگہ اس بعید معنی کا اللہ تعالیٰ نے قصد فرمایا ہے اور جیسا کہ شاعر کا قول ترجمہ شعر: اے وہ امام جنہوں نے ہر طرح کی پاکیزگی کو اپنے اندر اکٹھا کر رکھا ہے اور جن کا ساری خلقت غلام ہے۔ آپ حسین ہی ہیں (لیکن کیا کیا جائے) آپ کی بے التفاتی تو ہماری قوم میں روز بروز بڑھ رہی ہے یا اس طرح کہنے کے لیکن کیا کیا جائے آپ کے ساتھ تو ہماری قوم میں یزید بن معاویہ نے بد سلوکی کی ہے۔ یہاں یزید کا معنی قریب عَلَمٌ یعنی حضرت معاویہؓ کا بیٹا یزید ہے، اور معنی بعید جو مقصود ہے وہ فعل مضارع ہے زاد سے۔

(۲) ابہام۔ ابہام کہتے ہیں کلام میں ایسا لفظ لانا جو دو متضاد وجہوں کا احتمال رکھتا ہو جیسے شاعر کا قول۔ ترجمہ شعر۔ اللہ تعالیٰ حسن بن سہل اور بوران کو اس رشتہ ازدواج میں برکت عطا فرمائے۔ اے امام ہدایت! آپ تو کامیاب ہو گئے لیکن کس شخص کی لڑکی کے ساتھ۔ کیونکہ اس شعر میں لفظ بِنْتِ مَنْ دو وجہوں کا احتمال رکھتا ہے عظمت کے لحاظ سے مدح کا احتمال رکھتا ہے اور کمینگی اور ذلت کے اعتبار سے ذم کا یہ دونوں معنی آپس میں متضاد ہیں۔ واضح ہو کہ یہ دونوں شعر محمد بن حزم کے ہیں، خلیفہ مامون نے جب بوران سے شادی کی تب اس نے کہا تھا۔
حَلَّ كَلِمَاتٍ حَازَ يَعُوزُ جَمْعُ كَرَامٍ (ن) بَرَّأَ يَافِئَةَ يَوْمٍ يَوْمٍ يَوْمٍ عَيْنِيهِ
عَبْدُ كِي جَمْعُ هِ، بمعنی غلام۔ جَفَّاجُفُوا (ن) اعراض کرنا بد سلوکی سے پیش آنا، ظلم کرنا، بے التفاتی کرنا۔

(۳) التَّوْجِيهُ إِفَادَةٌ مَعْنَى بِالْفَافِ مَوْضُوعَةٌ لَهُ وَلَكِنَّهَا

اَسْمَاءَ لِنَاسٍ اَوْ غَيْرِهِمْ كَقَوْلِ بَعْضِهِمْ يَصِفُ نَهْرًا
 اِذَا فَاخَرَتْهُ الرِّيحُ وَلَتْ عَلِيلَةً
 بِاَذْيَالٍ كُثْبَانَ الثَّرَى تَتَعَسَّرُ
 بِهِ الْفَضْلُ يَبْدُو وَالرَّبِيعُ وَكَمْ غَدَا
 بِهِ الرُّوضُ يَخْيَى وَهُوَ لَا شَكَّ جَعْفَرُ
 فَالْفَضْلُ وَالرَّبِيعُ وَيَخْيَى وَجَعْفَرُ اَسْمَاءُ نَاسٍ
 وَكَقَوْلِهِ

وَمَا حَسَنَ بَيْتٍ لَهُ زُخْرُفٌ
 تَرَاهُ اِذَا زُلْزِلَتْ لَمْ يَكُنْ
 فَاِنَّ زُخْرُفًا وَاِذَا زُلْزِلَتْ وَلَمْ يَكُنْ اَسْمَاءُ سُورِمَنْ
 الْقُرْآنُ

(۴) اَلطَّبَاقُ هُوَ الْجَمْعُ بَيْنَ مَعْنَيْنِ مُتَقَابِلَيْنِ نَحْوُ قَوْلِهِ
 تَعَالَى (وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَهُمْ رُقُودٌ) وَلَكِنْ أَكْثَرُ النَّاسِ
 لَا يَعْلَمُونَ، يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا.
 (۵) وَمِنَ الطَّبَاقِ الْمُقَابَلَةُ وَهُوَ أَنْ يُؤْتَى بِمَعْنَيْنِ أَوْ
 أَكْثَرْتُمْ يُؤْتَى بِمَا يُقَابَلُ ذَلِكَ عَلَى التَّرْتِيبِ. نَحْوُ قَوْلِهِ
 تَعَالَى (فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا)

ترجمہ: (۳) توجیہ کسی ایک مفہوم کو اس کے متعدد الفاظ موضوع کے ذریعہ
 بیان کرنا، لیکن یہ الفاظ انسان یا انسان کے علاوہ دوسری چیزوں کے نام ہوں
 جیسا کہ ایک شاعر کا قول جو نہر کی تعریف کر رہا ہے۔ ترجمہ شعر۔ جب ہوا
 ممدوح کے سامنے ناز و نخر سے چلتی ہے تو پیٹھ دکھا کر خاک فرما کر ریتیلے
 تودوں کے دامن سے دل بہلانے میں پھنس کر رہ جاتی ہے، ممدوح کی طفیل میں

فضل (بلند رتبہ) اور ربیع (موسم بہار) جھلک رہے ہیں اور اسی کے توسط سے سبزہ زار زندگی کے لطیف اوقات گزار رہے ہیں اور بلاشبہ وہ ممدوح کی ذات سخاوت کے لحاظ سے سر اسر، چشمہ جاری ہے۔

اس شعر میں فضل، ربیع، یحییٰ اور جعفر اپنے معنی موضوع لہ کے باوجود متعدد لوگوں کے نام ہیں اور جیسا کہ اس شعر ”وَمَا حُسْنُ بَيْتِ الْخَمِيسِ جَسَّاسُ“ کا ترجمہ یہ ہے۔ اور اس مکان میں کوئی خوبصورتی نہیں جو ظاہری اور جھوٹی خوبصورتی سے آراستہ ہو۔ تم ایسے مکان کو دیکھو گے کہ جب زلزلہ آئے گا نہیں رہے گا۔ اس شعر میں زخرف، اذاززلزلت اور لم یکن اپنے وضعی معنوں کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کی سورتوں کے نام ہیں۔

(۴) طباق کہتے ہیں کسی کلام میں دو ایسے معنوں کو جمع کرنا جو ایک دوسرے کے ضد اور مقابل ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ”وَنَخْسِبُهُمْ اَيْقَاطًا وَهُمْ رُقُودًا“ ترجمہ آیت اور تم انہیں بیدار سمجھو گے حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں (اس آیت میں ايقاظ اور رقود دونوں ایک دوسرے کے مقابل ہیں معنی کے اعتبار سے) اسی طرح دوسری آیت میں۔ ترجمہ آیت۔ لیکن اکثر لوگ علم نہیں رکھتے لیکن وہ دنیاوی زندگی کے ظاہری حال کا خوب علم رکھتے ہیں اس آیت میں لَا يَعْلَمُونَ اور يَعْلَمُونَ دونوں فعل ہیں اور نفی و اثبات کے اعتبار سے ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔

(۵) طباق کی ایک قسم مقابلہ بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اولاد و یا زیادہ موافق معنوں کو لاتے ہیں پھر ان کے مقابل معنوں کے الفاظ کو بالترتیب لاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا الْآیہ ترجمہ آیت۔ تو انہیں چاہیے کہ ہنسیں کم اور روئیں زیادہ (دیکھئے اس آیت میں فَلْيَضْحَكُوا کے مقابلہ میں فَلْيَنْحُكُوا اور قَلِيلًا کے مقابلہ کثیر الایا گیا)

حَلَّ کلمات: فَاحْزَنْ صِنْوَ وَاحِد مَوْثِ غَائِبِ بَحْثِ اثْبَاتِ فَعْلِ ماضی معروف، از مفاعله مفاخرہ کرنا، اظہارِ فخر کرنا، وُلْتُ از تَفَعَّلِ پیٹھ دے کر بھاگنا۔ اَذْيَالٌ یہ ذَبِيل کی جمع ہے دامن کے معنی میں، کُثْبَانٌ یہ کِثْب کی جمع ہے ریت، نیلہ کے معنی میں، ثَرَى تری، نمناک مٹی۔ تَتَعَسَّرُ از باب تَفَعَّل، دشوار ہونا،

پیچیدہ ہونا، الجھنا۔

(۶) وَمِنْهُ التَّدْيِجُ وَهُوَ التَّقَابُلُ بَيْنَ الْفَاطِ الْأَلْوَانِ
كَقَوْلِهِ

تَرَدَّى ثِيَابَ الْمَوْتِ حُمْرًا فَمَا آتَى
لَهَا اللَّيْلُ إِلَّا وَهِيَ مِنْ سُنْدُسٍ خَضِرٍ
(۷) الْإِذْمَاجُ أَنْ يَضْمَنَ كَلَامٌ سَبَقَ لِمَعْنَى مَعْنَى آخَرَ
نَحْوُ قَوْلِ أَبِي الطَّيِّبِ

أَقْلَبُ فِيهِ أَجْفَانِي كَأَنِّي
أَعُدُّ بِهَا عَلَى الدَّهْرِ الدُّنُوبَا
فَإِنَّهُ ضَمِنَ وَصَفُ اللَّيْلِ بِالطُّوْلِ الشَّكَايَةَ مِنَ الدَّهْرِ
(۸) وَمِنْ الْإِذْمَاجِ مَا يُسَمَّى بِالْإِسْتِثْبَاعِ وَهُوَ الْمَذْحُ
بِشَيْءٍ عَلَى وَجْهِهِ يَسْتَتِيعُ الْمَذْحُ بِشَيْءٍ آخَرَ كَقَوْلِ
الْخَوَارِزْمِيِّ

سَمَحُ الْبِدْيَةِ لَيْسَ يُمَسِّكُ لَفْظُهُ
فَكَأَنَّمَا الْفَاطَةُ مِنْ مَالِهِ

ترجمہ: اور طباق کی ایک قسم تدج ہے، تدج کے معنی تزمین کے ہیں اور
اصطلاح میں تدج وہ ہے کہ کلام میں رنگوں کے الفاظ کا ایک دوسرے کے
مقابل ہونا (یعنی کلام میں کنایہ اور توریہ کے طور پر مدح وغیرہ میں مختلف رنگوں
کا ذکر کریں) جیسے شاعر کا قول۔ ترجمہ۔ موصوف نے موت کے سرخ کپڑوں کو
اپنی چادر بنالی، پھر اب تک رات بھی نہ آئی تھی کہ وہ سرخ کپڑے بزرگپڑوں میں
تبدیل ہو گئے۔

توضیح: دیکھئے اس شعر میں موصوف کو شہادت نصیب ہوئی، خون میں لت
پت کپڑوں میں دفن کیا گیا، شہادت کی وجہ سے ”سندس خضر“ جنتی لباس سے

نوازا گیا اور اس میں متعدد الوان کے الفاظ لائے گئے جو آپس میں متضاد ہیں جیسے حر، خضر پہلے لفظ سے شہادت کی طرف اشارہ ہے اور دوسرے لفظ سے جنت کے لباس اور اس میں داخل ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ تدبج کی مثال میں ”کُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَبَيِّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ“ بھی پیش کی جاتی ہے۔

(۷) ادا ج۔ لغت میں لپٹنے کے معنی میں آتا ہے، یہاں ادا ج ایسے کلام کو کہتے ہیں جو لایا گیا ہو ایک معنی کے لیے لیکن دوسرے معنی کو بھی شامل ہوتا ہو۔ (یعنی ادا ج ایسے کلام کو کہتے ہیں جس سے دو یا زیادہ مطلب نکلیں) جیسا کہ تنہبی شاعر کا قول ترجمہ شعر: میں رات میں اپنی پلکیں الٹ پلٹ کر تارہتا ہوں۔ گویا ان پلکوں سے زمانہ کے گناہوں کو شمار کر تارہتا ہوں اس نے میرے ساتھ کتنی بے انصافیاں کیں اور مجھ پر کس قدر مظالم ڈھائے۔ یہاں شاعر نے پہلے تو درازی شب کا ذکر کیا پھر اس کے ضمن میں زمانہ کی شکایت بھی کر دی۔ (۸) ادا ج کی دوسری قسم وہ ہے جس کا نام استبعا رکھا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی کی تعریف اس انداز سے کی جائے کہ ایک تعریف سے متبعاً دوسری تعریف بھی ہو جائے جیسا کہ ابو بکر خوارزمی کا قول۔ ترجمہ (میل مدوح) برجستہ کلام کرنے میں ایسا نئی ہے کہ اس کے کلام میں رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی، گویا کہ اس کے الفاظ اس کے مال سے ہیں۔ یعنی وہ جس طرح صدقہ کرنے میں فیاض ہے اسی طرح وہ اپنے کلام کی سخاوت میں حاتم طائی ہے۔ اس کلام میں مدوح کی تعریف بدیہہ گوئی کے ساتھ ساتھ متبعاً اس کی دوسری تعریف سخاوت کا بھی ذکر ہو گیا۔

حَلَّ كَلِمَاتٍ تَرَدَّىٰ اَزْ تَفْعَلْ جَادِرْ اِزْهَانًا، سَمِعَ صِفَتِ كَا صِيغَةِ سَمَاحَةٍ وَ سَمَاحًا. بَخْشِشْ كَرْنَا، دِيْنَا سَمِیْحَیْ۔

(۹) مُرَاعَاةُ النَّظِيرِ هِيَ جَمْعُ أَمْرٍ وَمَا يُنَاسِبُهُ لَا بِالتَّضَادِ كَقَوْلِهِ ۛ

اِذَا صَدَقَ الْجَدُّ افْتَرَى الْعَمُّ لَلْفَتَى
مَكَارِمُ لَا تَخْفَى وَإِنْ كَذَبَ الْخَالُ
فَقَدْ جَمَعَ بَيْنَ الْجَدِّ وَالْعَمِّ وَالْخَالِ وَالْمُرَادُ بِالْأَوَّلِ
الْحِظُّ وَبِالثَّانِي عَامَّةُ النَّاسِ وَبِالثَّالِثِ الظَّنُّ.
(۱۰) الْأَسْتِخْدَامُ هُوَ ذِكْرُ اللَّفْظِ بِمَعْنَى وَاعَادَةُ ضَمِيرٍ
عَلَيْهِ بِمَعْنَى آخَرَ وَاعَادَةُ ضَمِيرَيْنِ تُرِيدُ بَثَانِيهِمَا غَيْرَ مَا
أَرَدْتَهُ بَأَوَّلِهِمَا فَالْأَوَّلُ نَحْوُ قَوْلِهِ تَعَالَى (فَمَنْ شَهِدَ
مِنْكُمْ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ) أَرَادَ بِالشَّهْرِ الْهَلَالَ وَبِضَمِيرِهِ
الزَّمَانَ الْمَعْلُومَ وَالثَّانِي كَقَوْلِهِ

فَسَقَى الْغَضَاءَ وَالسَّائِكِينَ وَإِنْ هُمْ
شَبَّوْهُ بَيْنَ جَوَانِحِي وَضُلُوعِي
الْغَضَا شَجَرٌ بِالْبَادِيَةِ وَضَمِيرُ سَائِكِيهِ يَعُودُ إِلَيْهِ بِمَعْنَى
مَكَانِهِ وَضَمِيرُ شَبَّوْهُ يَعُودُ إِلَيْهِ بِمَعْنَى نَارِهِ.

ترجمہ: (۹) مراعات النظر کہتے ہیں جمع کرنا ایک امر کو اور اس کو جو اس کے
مناسب ہو نہ کہ ان کے درمیان تضاد کی نسبت ہو۔ یعنی چند ایسی چیزوں کا
ایک جگہ جمع کرنا جن میں تضاد کی نسبت کے سوا کسی طرح کی مناسبت نہ
رموافقت ہو۔ جیسے شاعر کا قول، ترجمہ۔ جب قسمت ٹھیک ہوتی ہے تو عوام
مخالفت کرتے ہیں۔ ہمارے اس شریف جوان کی نوازشات ظاہر ہیں مخفی نہیں
اگرچہ دوسروں کے نزدیک ہمارا یہ گمان صحیح نہ ہو۔ اس قول میں جد، عم اور خال
کو شاعر نے جمع کر دیا ہے اور ان سب کے متبادر معنوں میں مناسبت واضح ہے
لیکن یہاں مقصود وہ معنی نہیں ہیں جو بظاہر مفہوم ہوتے ہیں بلکہ جد سے قسمت
اور نصیب، عم سے عوام الناس اور خال سے خیال اور ظن مراد ہے۔

ترجمہ (۱۰) استخدام کہتے ہیں لفظ کو کسی ایک معنی میں ذکر کرنا اور اس کی

طرف سے کسی ایک ضمیر کو لوٹا کر دوسرا معنی مراد لینا (یا لفظ کو ایک معنی میں ذکر کریں) اور دو ضمیریں اس کی طرف لوٹا کر ثانی ضمیر سے وہ معنی مراد لیں جو ضمیر اول کے معنی کے علاوہ ہو۔ اول کی مثال جیسے اللہ تعالیٰ کا قول فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمْ الْآيَةَ تَرْجُمْ آیت سو جو کوئی پاوے تم میں سے اس مہینے کو تو ضرور روزے رکھے اس کے۔ دیکھئے یہاں اللہ تعالیٰ نے شہر کے معنی ہلال اور اس کی ضمیر سے زمانہ (رمضان المبارک) کا قصد فرمایا ہے اور ثانی کی مثال بختری کا شعر (تو میں دعا کرتا ہوں) کہ وہ شجر غصا کو اور اس کے باشندوں کو سیراب کرے اگرچہ ان لوگوں نے اس نار غصا کو پہلوؤں اور پسلیوں کے درمیان جوان کر دیا یعنی اس کی آگ کو بھڑکا دیا۔ (دیکھئے اس شعر میں) غصا جنگلی درخت جھاڑ کا نام ہے اور مسابینہ کی ضمیر جو غصا کی طرف لوٹتی ہے وہ موضع غصا کے معنی میں ہے شبوہ کی ضمیر مفعول جو غصا کی طرف لوٹ رہی ہے۔ وہ نار غصا کے معنی میں ہے۔

(۱۱) الْإِسْطِرَادُ هُوَ أَنْ يَخْرُجَ الْمُتَكَلِّمُ مِنَ الْغَرَضِ
الَّذِي هُوَ فِيهِ إِلَى آخِرِ لِمَنْاسِبَةٍ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى تَتْمِيمِ
الْأَوَّلِ كَقَوْلِ السَّمَوَالِ

وَأَنَا أَنَا لَا نَرَى الْقَتْلَ سَبَّةً
إِذَا مَارَاتُهُ عَامِرٌ وَسَلُولٌ
يُقَرَّبُ حُبُّ الْمَوْتِ أَجَالَنَا لَنَا
وَتَكْرَهُهُ أَجَالُهُمْ فَتَطُولُ
وَمَا مَاتَ مِنَّا سَيِّدٌ حَتَفَ أَنْفَهُ
وَلَا طُلَّ مِنَّا حَيْثُ كَانَ قَتِيلٌ

فَسِيَاقُ الْقَصِيدَةِ لِلْفَخْرِ وَاسْتَطْرَدَّ مِنْهُ إِلَى هَجَاءِ عَامِرٍ
وَسَلُولٍ ثُمَّ عَادَ إِلَيْهِ.

(۱۲) الْإِفْتِنَانُ هُوَ الْجَمْعُ بَيْنَ فَتْنَيْنِ مُخْتَلِفَيْنِ كَالْغَزْلِ

وَالْحَمَاسَةِ. وَالْمَدْحَ وَالْهَجَاءَ وَالتَّغْزِيَةَ وَالتَّهْنِیَةَ كَقَوْلِ
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ هُمَامٍ: أَسْأَلُوكُنِي حِينَ دَخَلَ عَلَيَّ يَزِيدٌ وَقَدْ
مَاتَ أَبُوهُ مُعَاوِيَةُ وَخَلَفَهُ هُوَ فِي الْمُلْكِ اجْرَكَ اللَّهُ عَلَيَّ
الرِّزْيَةَ وَبَارَكَ لَكَ فِي الْعَطِيَّةِ وَأَعَانَكَ عَلَى الرَّعِيَّةِ فَقَدْ
رَزَنْتَ عَظِيمًا وَأَعْطَيْتَ جَسِيمًا فَاشْكُرِ اللَّهَ عَلَى مَا
أَعْطَيْتَ وَاصْبِرْ عَلَى مَا رَزَنْتَ فَقَدْ فَقَدْتَ الْخَلِيفَةَ
وَأَعْطَيْتَ الْخِلَافَةَ فَفَارَقْتَ خَلِيلًا وَوَهَبْتَ جَلِيلًا

اِصْبِرْ يَزِيدُ فَقَدْ فَارَقْتَ ذَاتِقَةَ
وَأَشْكُرْ حَبَاءَ الَّذِي بِالْمُلْكِ أَضْفَاكَ
لَارْزَاءَ أَصْبَحَ فِي الْأَقْوَامِ نَعْلَمُهُ
كَمَا رَزَنْتَ وَلَا عُقْبَى كَعُقْبَاكَ

ترجمہ: (۱۱) اسطر ادوہ ہے کہ شکلم نکل جائے اس غرض سے جس میں وہ ہے
دوسری غرض کی طرف کی مناسبت کی وجہ سے، پھر پہلی غرض کو مکمل کرنے کے
لیے لوٹ جائے۔ جیسا کہ سَمَوَال بن عادی کا شعر۔ ترجمہ شعر: (۱) اور ہم
ایسے لوگ ہیں جو قتل و قتل کو عیب نہیں سمجھتے ہیں، جبکہ عامر اور سلول کے
قبیلے اس کو عیب میں شمار کرتے ہیں (۲) موت کی محبت ہماری موت کے
دقتوں کو ہم سے قریب کر دیتی ہے (یہی وجہ ہے کہ ہم لوگ زیادہ دن زندہ
نہیں رہتے) اور ہمارے برعکس یہ قبیلے ہیں کہ ان کی موت کے اوقات موت
کو ناپسند کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی عمریں دراز ہو جاتی ہیں۔ (یعنی یہ
لوگ زندگی کے طمع میں لڑائی وغیرہ سے اجتناب کرتے ہیں۔ اس لیے ان کی
عمریں دراز ہوتی ہیں) (۳) ہمارے قبیلے میں نہ تو کوئی ایسا سردار گذر ا جو بستر پر
اپنی موت سے مرا ہو، اور نہ کوئی ایسا مقتول پایا گیا جو بغیر قصاص کے چھوڑ دیا
گیا ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہمارا قبیلہ بہت بہادر اور دلیر ہے عامر اور سلول کے

قبیلوں کی طرح ڈرپوک اور بزدل نہیں ہے۔

دیکھئے ان اشعار میں شاعر نے پہلے اپنا فخر ظاہر کیا۔ درمیان میں قبیلہ عامر اور سلول کی مذمت بھی کر دی پھر اپنے پہلے مقصد یعنی فخر یہ کلام کی طرف لوٹا اور اظہار فخر کیا۔

فائدہ: محسنات معنویہ کی ایک قسم اطراء ہے جس میں ممدوح کا نام مع آباء و اجداد حسب ترتیب ولادت بلا تکلف ذکر کرتے ہیں جیسے حدیث شریف میں ہے۔

الکرم ابن الکرم ابن الکرم ابن الکرم : یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم۔

(۱۲) افتنان وہ ہے کہ دو مختلف فنوں کو ایک کلام میں جمع کرنا جیسے غزل (عشق و محبت) اور حماسہ (بہادری) دو مختلف فن ہیں اسی طرح مدح اور مذمت، تعزیت اور تہنیت (ماتم پرسی اور مبارکبادی) یہ مختلف انوع اور فنون ہیں۔

مثلاً عبد اللہ بن ہمام سلولی کا وہ قول جسے اس نے یزید کے سامنے اس وقت کہا تھا جب اس کے باپ امیر معاویہؓ کی وفات ہوئی تھی اور حضرت امیر نے اسے سلطنت اسلامیہ کے لیے اپنا خلیفہ مقرر فرمایا تھا ”اجزك الله على الرزية وبارك لك في العطية الخ ترجمہ: اے یزید! اللہ تعالیٰ تمہیں اس مصیبت (انتقال والد) کا بدلہ دے اور اس بخشش (سلطنت اسلامیہ) میں تمہارے لیے برکت عطا فرمائے اور رعیت کے مقابلہ تمہاری مدد فرمائے (بلاشبہ اس وقت تم دو آزمائشوں میں مبتلا ہو) ایک تو آزمائش یہ ہے کہ تم اپنے والد کی وفات کے سبب سے بڑی مصیبت میں مبتلا ہو گئے۔ اور دوسری آزمائش یہ ہے کہ تم ایک بڑی نعمت یعنی سلطنت اسلامیہ سے نوازے گئے اس لیے خدا تعالیٰ کا شکر یہ ادا کرو کہ تمہیں سلطنت سے نوازا گیا اور اس بڑی مصیبت پر صبر اور ضبط سے کام لو جس میں تم مبتلا کئے گئے۔ تمہیں پریشان نہ ہونا چاہیے کیوں کہ تم اگرچہ خلیفہ کی زندگی سے محروم کر دیئے گئے ہو لیکن خلافت جیسی نعمت عظیم سے بھی نوازے گئے ہو پس بلاشبہ اگرچہ تمہیں ایک محبوب سے محروم ہونا پڑا ہے لیکن کیا یہ کم خوش نصیبی ہے کہ تم ایک عظیم سلطنت اسلامیہ سے سرفراز کئے

گئے ہو۔ شعر کا ترجمہ: یزید! صبر اور ضبط سے کام لو بلاشبہ تم اپنے سب سے بڑے سر پرست قابل اعتماد والد بزرگوار سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو چکے ہو اور اس جلیل القدر پاک سستی کی بخشش کا شکریہ ادا کرو جس نے تمہیں سلطنت اسلامیہ کے لیے منتخب کر لیا ہے ہمیں معلوم نہیں ہے کہ دنیا کی گذشتہ قوموں پر کوئی اتنی بڑی مصیبت نازل ہوئی ہو جتنی بڑی تم پر ہوئی۔ اور نہ یہ معلوم ہے کہ کسی کو ایسا اچھا بدلہ ملا ہو جیسا کہ تمہیں ملا ہے۔

دیکھئے اس پورے کلام میں عبد اللہ سلولی نے تعزیت اور تہنیت کے مختلف فنون کو کیسے اچھے انداز سے بیان کیا ہے۔ اسی کا نام صنعت افتنان ہے۔

(۱۳) الْجَمْعُ هُوَ أَنْ يُجْمَعَ بَيْنَ مُتَعَدِّدٍ فِي حُكْمٍ وَاحِدٍ
كَقَوْلِهِ

إِنَّ الشَّبَابَ وَالْفَرَاغَ وَالْجَدَّةَ
مُفْسِدَةٌ لِلْمَرْءِ أَيْ مُفْسِدَةٌ
(۱۴) التَّفْرِيقُ هُوَ أَنْ يُفْرَقَ بَيْنَ شَيْئَيْنِ مِنْ نَوْعٍ
وَاحِدٍ كَقَوْلِهِ

مَانَوَالُ الْغَمَامِ وَقْتُ رَبِيعٍ
كَنَوَالُ الْأَمِيرِ يَوْمَ سَخَاءِ
فَنَوَالُ الْأَمِيرِ بَذْرَةُ عَيْنِ
وَنَوَالُ الْغَمَامِ قَطْرَةُ مَاءٍ
(۱۵) التَّقْسِيمُ هُوَ إِذَا اسْتِيفَاءُ أَقْسَامِ الشَّيْءِ نَحْوُ قَوْلِهِ
وَأَعْلَمُ عِلْمَ الْيَوْمِ وَالْأَمْسِ قَبْلَهُ
وَلَكِنِّي عَنْ عِلْمِ مَا فِي غَدِ عَمِي
وَأَمَّا ذِكْرُ مُتَعَدِّدٍ وَإِرْجَاعُ مَا لِكُلِّ إِلَيْهِ عَلَى التَّعْيِينِ
كَقَوْلِهِ

وَلَا يُقِيمُ عَلٰی صَنِيمٍ يُرَادُ بِهِ
 اِلَّا الْاَدْلَانِ غَيْرُ الْحَيِّ وَالْوَتْدِ
 هَذَا عَلٰی الْخَسْفِ مَرْبُوطٌ بِرُمْتِهِ
 وَذَايَشُجٌ فَلَا يَرْتِنِيْ لَهُ اَحَدٌ
 وَاَمَّا ذِكْرُ اَحْوَالِ الشَّيْءِ مُضَافًا اِلَى كُلِّ مَنَّهُمَا مَا يَلِيْقُ بِهِ
 كَقَوْلِهِ

سَاطَلْبُ حَقِّيْ بِالْقَنَا وَمَسَائِخُ
 كَانَهُمْ مِنْ طُولِ مَا التَّمُوا مُرْدُ
 ثِقَالٍ اِذَا لَاقُوا خِفَاتٍ اِذَا دُعُوا
 كَثِيْرٍ اِذَا شَدُّوا قَلِيْلٍ اِذَا عُذُّوا

ترجمہ: (۱۳) جمع۔ متعدد چیزوں کو ایک حکم کے تحت میں اکٹھا کرنے کو جمع کہتے ہیں جیسا کہ شاعر ابو الغتاہیہ کے قول میں۔ ترجمہ: بیشک جوانی، بیکاری، اور امیری یہ تینوں چیزیں انسان کو بگاڑنے کا سبب اور باعث ہیں۔
 (۱۴) تفریق۔ ایک قسم کی دو چیزوں میں فرق بیان کرنے کو تفریق کہتے ہیں جیسا کہ رشید کے شعر میں۔ ترجمہ: بادلوں کی بخشش جو بہار کے وقت ہوتی ہے وہ امیر کی اس بخشش کی طرح نہیں ہوتی ہے جو سخاوت کے دن ہوتی ہے کیوں کہ ایسی بخشش اثر فیوں سے بھری ہوتی ہے اور بادلوں کی بخشش صرف پانی کا معمولی قطرہ ہوتا ہے۔

(۱۵) تقسیم: اس کی چند صورتیں ہیں یا تو کسی چیز کی تمام قسموں کو پورے اور مکمل طور پر بیان کرنے کو کہتے ہیں جیسا کہ زہیر بن ابی سلکی کا شعر۔ ترجمہ: شعر اور میں آج کا بھی علم رکھتا ہوں اور کل کا بھی جو آج سے پہلے گزر چکا ہے۔ لیکن میں آنے والے کل کے حال سے بالکل بے خبر ہوں (دیکھئے شاعر نے یہاں علم کے تمام اقسام بیان کر دیئے یعنی علم ماضی، علم حال اور علم مستقبل)

یا چند چیزوں کو اس طرح بیان کرنا کہ ہر ایک کو اپنے منسوب کی طرف تعین کے ساتھ لوٹایا جاسکے جیسا کہ حکمتس کے دو شعراء وَلَا یَقِیْمُ عَلٰی ضَمِیْمِ الخ جن کا ترجمہ یہ ہے۔ اور کوئی بھی قائم نہیں رہ سکتا اس طرح کی زبردستی اور بدخلقی پر جس کا ارادہ کیا گیا یعنی اسے برداشت نہیں کر سکتا البتہ دوائے ذلیل ترین فرد ہیں جو اس ذلت کو گوارا کر لیں گے، ایک تو گھریلو گدھا جو ضرورت کے وقت سب کی سواری کے کام آتا ہے اور دوسرا فرد کھوٹا ہے۔ یہ گدھا کس طرح اپنی ذلت و خواری پر اپنی رسی سے روک دیا گیا ہے اور وہ کھوٹا جو ٹھوکا جاتا ہے (یعنی اس کے سر پر خوب تھوڑا مارا جاتا ہے) کوئی اس کی حالت زار پر رحم نہیں کھاتا۔

دیکھئے ان دونوں شعروں میں شاعر نے پہلے عیور اور وقد کو بیان کیا، پھر ان میں سے ہر ایک کے مناسب امر کو تعین کے ساتھ بیان کیا مثلاً عیور کے مناسب ربط علی الخف کو اور وقد کے مناسب شج کو بیان کیا۔ یا تقسیم اسے کہتے ہیں کہ کسی چیز کے متعدد احوال کو اس طرح بیان کریں کہ ان میں سے ہر حال کی طرف ایسی چیز منسوب ہو جو اس کے مناسب ہو۔ جیسا کہ متنبی شاعر کا قول ساطلب حقی بالقنابل الخ ترجمہ شعر عنقریب میں اپنا حق مانگوں گا نیزوں کے ذریعہ سے اور بہت ایسے تجربہ کار بوڑھوں کی مدد سے جو طویل عرصہ سے میدان جنگ میں اپنے چہروں پر نقاب ڈالے رہے ہیں اور اس وجہ سے ان کی ڈاڑھیاں نقاب کے اندر چھپی رہیں اور وہ بے ریش نوجوانوں کی طرح دکھائی دیتے ہیں۔ یہ لوگ جب اپنے دشمنوں سے مقابلہ کرتے ہیں تو اپنی سخت گیری اور بہادری سے ان پر بھاری اور غالب رہتے ہیں۔ اور جب کسی اچھے کام کے لیے بلائے جاتے ہیں تو ہلکے اور جلد باز ہوتے ہیں، اور جب جنگ کے وقت حملہ آور ہوتے ہیں تو اپنے کام کے لحاظ سے بہت زیادہ ہو جاتے ہیں (یعنی ان کا ایک فرد سو ۱۰۰ کا کام کرتا ہے) اور جب ان کو کینا جاتا ہے تو گنتی میں کم ہو جاتے ہیں۔

دیکھئے ان اشعار میں پہلے کئی احوال لائے گئے، اس کے بعد ہر ایک حال کے مناسب امر لایا گیا جیسے اولاً ثقال، خفاف، کثیر، قلیل احوال لائے گئے پھر

اس کے مناسب امور لا تو، دعوا، شدوا، عدوا بالترتیب لائے گئے۔

حَلَّ کلماتِ نَوَالٍ، دلو، دہش، بخشش، غَمَامَ۔ بادل (ج) غَمَامِمْ۔ بذرۃ، روپوں سے بھری ہوئی تھیلی، دس ہزار درہم کی تھیلی، (ج) بَذَرٌ وَبَذُورٌ، ضَمِّمْ ظَلَمَ (ج) ضُيُومٌ۔ اَذْلَانِ صِغَةُ ثَنِيَّةٍ مَذْكَرٍ بَحْثِ اسْمِ تَفْصِيلٍ، بمعنی زیادہ ذلیل، غَیْرُ گدھال (ج) اَغْيَارٌ، وَتَدْمِخٌ، کھوٹی، (ج) اَوْتَادٌ، مَرْبُوطٌ اسْمِ مَفْعُولٍ، بندھا ہوا، رُمَّةٌ پرانی رسی کا ٹکڑا (ج) رُمَمٌ۔ يُشْجُ شَجَا، (ن) زخمی کرنا، تَوْرَانٌ، يُشْجُ صِغَةُ وَاحِدٍ مَذْكَرٍ غَائِبٍ بَحْثِ اثْبَاتِ فِعْلِ مَفَارِعِ مَجْهُولٍ، تعلیل آسان ہے، فَنَانِزَه (ج) فَنَاءٌ۔ اَمْرُذٌ کی جمع مُرْدٌ، بے ریش، بغیر ڈاڑھی والے لڑکے۔ اَلتَّمَمُوا دُھانا باندھنا، نقاب پوش رہنا۔ باب افعال سے، اِنْقَالَ یہ تَفْعِيلٌ کی جمع دوسروں پر بہت بھاری، کے معنی میں۔ خِفَافٌ خَفِيفٌ کی جمع ہلکے، شَدُّوا (ن) شِدَّةٌ سختی کرنا، لُثَا صِغَةُ جَمْعٍ مَذْكَرٍ غَائِبٍ بَحْثِ ماضی معروف۔ عُدُّوا عَدًا (ن) عَدَا وَتَعَدَّادًا شمار کرنا، کتنی کرنا، عُدُّوا صِغَةُ جَمْعٍ مَذْكَرٍ غَائِبٍ بَحْثِ اثْبَاتِ فِعْلِ ماضی مجہول، تعلیل آسان ہے۔

(۱۶) الطُّيُّ وَالنَّشْرُ هُوَ ذِكْرٌ مُتَعَدِّدٌ عَلَى التَّفْصِيلِ أَوْ
الْإِجْمَالِ ثُمَّ ذِكْرُ مَا لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْمُتَعَدِّدِ مِنْ غَيْرِ
تَعْنِينٍ اِعْتِمَادًا عَلَى فَهْمِ السَّامِعِ كَقَوْلِهِ تَعَالَى
(جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ
فَضْلِهِ) فَالْسُّكُونُ رَاجِعٌ إِلَى اللَّيْلِ وَالْإِبْتِغَاءُ رَاجِعٌ إِلَى
النَّهَارِ وَكَقَوْلِ الشَّاعِرِ

ثَلَاثَةٌ تُشْرِقُ الدُّنْيَا بِهَجَّتِهَا
شَمْسُ الضُّحَى وَأَبُو اسْحَاقَ وَالْقَمَرُ

(۱۷) اِرْسَالُ الْمَثَلِ وَالْكَلَامِ الْجَامِعِ هُوَ أَنْ يُؤْتَى
بِكَلَامٍ صَالِحٍ لِأَنَّهُ يُثَمِّلُ بِهِ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ.

وَالْفَرْقُ بَيْنَهُمَا أَنَّ الْأَوَّلَ يَكُونُ بَعْضُ بَيْتٍ كَقَوْلِهِ ۛ
 لَيْسَ التَّكْحُلُ فِي الْعَيْنَيْنِ كَالْكَحْلِ
 وَالثَّانِي يَكُونُ بَيْتًا كَامِلًا كَقَوْلِهِ ۛ
 إِذَا جَاءَ مُوسَىٰ وَالْقَىٰ الْعَصَىٰ
 فَقَدْ بَطَلَ السِّخْرُ وَالسَّاحِرُ

ترجمہ: (۱۶) لغت میں طے کے معنی لپٹنے کے ہیں اور نشر کے معنی پھیلانے کے ہیں اور اصطلاح میں یہ ہے کہ کئی چیزوں کو اولاً تفصیل واریا اجمالاً بیان کریں پھر ان میں سے ہر ایک کے منسوبات اور متعلقات بلا تعین بیان کریں، تعین نہ کرنا اس اعتماد پر منحصر ہے کہ سننے والا خود ہی اپنی سمجھ کے مطابق منسوب کو اس کے منسوب الیہ سے متعلق کر لے گا، اس کا دوسرا نام لف و نشر ہے۔

جیسا کہ تفصیل کی مثال: اللہ کا کلام ”وَمِنْ رَحْمَتِهِ جَعَلَ لَكُمُ الْآيَةَ“ ترجمہ آیت: اور اپنی مہربانی سے بنائے تمہارے واسطے رات اور دن کہ اس میں چین بھی کرو اور تلاش بھی کرو اس کا کچھ فضل دیکھئے اس کلام میں لَيْسَ كُنُوْا كَا سَكُوْنَ رات کی طرف راجع ہے، اور لَيْسَ كُنُوْا كَا اَتَاءُ دن کی طرف راجع ہے چونکہ پہلے لیل کو بیان کیا گیا تھا پھر نہار کو۔ اسی لیے اس ترتیب پر ان دونوں کے منسوبات لَيْسَ كُنُوْا اور لَيْسَ كُنُوْا کا ذکر کیا گیا۔

اور اجمال کی مثال: جیسے خلیفہ معتمد باللہ کی تعریف میں محمد بن وہب کا یہ شعر۔ ترجمہ شعر: تین ہستیاں ہیں جن کی چمک سے سارا جہاں جھلک رہا ہے، دو پہر کا آفتاب، ابواسحاق، یعنی خلیفہ معتمد باللہ اور چاند۔ اس شعر میں پہلے مثلاً سے اجمال بیان کیا پھر اس کی تفصیل کی۔

(۱۷) ار سال مثل اور کلام جامع۔ وہ ہے جس میں ایسا کلام لایا جاتا ہے جو اکثر جگہوں میں ضرب المثل اور کہادت کے طور پر استعمال کئے جانے کے لائق ہو۔ اور دونوں (ار سال مثل اور کلام جامع) میں فرق یہ ہے کہ اول کسی شعر کا ایک کٹڑا ہوا کرتا ہے جیسے لَيْسَ التَّكْحُلُ فِي الْعَيْنَيْنِ كَالْكَحْلِ ترجمہ:

آنکھوں کا سرموں سے سرگین ہونا اتنا حسین خیال نہیں کیا جاتا جتنا کہ آنکھوں کا قدرتی طور پر سرگین ہونا۔ (یہ مصرعہ عموماً اصل اور نقل کے درمیان فرق ظاہر کرنے کے موقع پر کہادت کے طور پر استعمال کرتے ہیں)

دوسرا پورا شعر ہوا کرتا ہے جیسے یہ شعر اِذَا جَاءَ مُوسَىٰ وَالْقَى الْعَصَاءُ الخ ترجمہ: جب موسی پہنچ جائیں اور لاٹھی زمین پر ڈال دیں تو جان لو کہ جادو اور جادوگر سب کا وجود ختم ہو گیا۔ اس پورے شعر کے اندر ضرب المثل واقع ہونے کی صلاحیت ہے جہاں باطل کی تباہی کا ذکر کرنا مقصود ہو اور حق کے ثبات اور قوت کا اظہار کرنا مقصود ہو۔

حَلَّ کلمات: تَكْحَلَّ کے معنی آنکھوں میں سرمہ لگانا اور كَحَلَ کے معنی آنکھ کا قدرتی طور پر سرگین ہونا۔

(۱۸) الْمُبَالَعَةُ هِيَ ادْعَاءُ بُلُوغٍ وَضِفٌ فِي الشَّدَّةِ اَوْ الضَّعْفِ حَدًّا يَتَعَدَّ اَوْ يَسْتَحِيلُ وَتَنْقَسِمُ اِلَى ثَلَاثَةِ اَقْسَامٍ. تَبْلِيغٌ اِنْ كَانَ ذَلِكَ مُمَكِّنًا عَقْلًا وَعَادَةً كَقَوْلِهِ فِي وَضِفٍ قَرَسٍ ۛ

اِذَا مَا سَابَقَتْهَا الرِّيحُ فَرَّتْ
وَالْقَتْ فِي يَدِ الرِّيحِ التُّرَابًا
وَإِغْرَاقٌ اِنْ كَانَ مُمَكِّنًا عَقْلًا لَّعَادَةِ كَقَوْلِهِ
وَنُكْرُمُ جَارَنَا مَا دَامَ فِينَا
وَتَتَبَعُهُ الْكِرَامَةُ حَيْثُ مَا لَا
وَعُلُوٌّ اِنْ اسْتَحَالَ عَقْلًا وَعَادَةً كَقَوْلِهِ ۛ

تَكَادُ قِسِيَّةٌ مِنْ غَيْرِ رَامٍ
تُمْكِنُ فِي قُلُوبِهِمُ النَّبَالَا

ترجمہ: (۱۸) مبالغہ۔ اس کے معنی ہیں کسی وصف کے بارے میں یہ دعویٰ کرنا کہ وہ زیادتی اور کمی میں اس حد تک پہنچ گیا ہو جو عقل سے بعید یا محال ہے اور یہ تین قسم کی طرف منقسم ہوتا ہے (۱) تبلیغ (۲) اغراق (۳) غلو۔

(۱) تبلیغ نام ہو گا اگر وہ عقلاً و عادتاً ممکن ہو جیسے تمہارا قول گھوڑے کی تعریف میں۔ وہ گھوڑا اس قدر تیز رفتار ہے کہ جب اس سے آگے بڑھنے میں ہوا مقابلہ کرتی ہے تو وہ ہوا سے آگے بھاگ جاتا ہے اور ہوا کے ہاتھ میں گرد و غبار ڈال جاتا ہے (یہ عقلاً و عادتاً ممکن ہے گھوڑے اس قدر تیز رفتار ہوتے ہیں کہ اچھی کاریں بھی ان کا مقابلہ نہیں کر پاتیں)

(۲) مبالغہ کی دوسری قسم اغراق ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے کہ مدعی عقلاً تو ممکن ہو عادتاً نہ ہو۔ جیسے عمرو ابن ابیہم کا شعر۔ ہم اپنے پڑوسی کی اس وقت تک عزت کرتے رہتے ہیں جب تک وہ ہمارے پاس موجود رہے۔ اور ہم اس کی عزت کو اس کے پیچھے بھی قائم رکھتے ہیں جہاں وہ اپنی مرضی سے چلا جاتا ہے۔ دیکھئے یہاں یہ دعویٰ کرنا کہ ہم اپنے پڑوسی کی عزت دونوں حالتوں میں یعنی جب ہمارے پاس رہے اور جب دوسروں سے کھل مل جائے اس وقت بھی یہ عقلاً اگرچہ ممکن ہے لیکن عادتاً ایسا نہیں ہوتا۔

(۳) مبالغہ کی تیسری قسم غلو ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب مدعی عقلاً و عادتاً محال ہو۔ جیسا کہ ابو العلاء معری کا یہ شعر، ترجمہ: میرے ممدوح کی کمائیں اس قدر عمدہ ہیں کہ قریب ہے وہ تیر انداز کے بغیر ہی دشمنان ممدوح کے دلوں میں تیروں کو چھا دیں۔

دیکھئے یہاں دعویٰ کرنا کہ کمائیں تیر اندازوں کے بغیر ہی اپنا کام تمام کر سکتی ہیں عقلاً و عادتاً دونوں اعتبار سے ناممکن ہے۔

حلّ کلمات: فَرُثَ صیغہ واحد مؤنث غائب بحث ماضی معروف۔ (ن) فِرَازًا بھاگنا، اَلْقَتْ صیغہ واحد مؤنث غائب بحث ماضی معروف باب افعال سے الإلقاء ڈالنا، پھینکنا، تکاد افعال مقاربہ میں سے ہے، جس کی خبر فعل مضارع انّ اور بغیر انّ کے ساتھ آتی ہے۔ قَبِیْئَۃٌ میں ناء زائد ہے، قَبِیْئَۃٌ یہ فوس کی جمع

ہے ترکیب میں نکاد کا اسم واقع ہو رہا ہے کمان کے معنی میں۔ تُمْکُنْ باب
تَفْعِيل سے صیغہ واحد مؤنث غائب ہے تمکیناً چھادینا، یہ ترکیب میں نکاد
کی خبر واقع ہو رہی ہے بغیر ان کے۔ یَنَالُ تیرے نبل کی جمع ہے۔

(۱۹) الْمَغَايِرَةُ هِيَ مَذْحُ الشَّيْءِ بَعْدَ ذَمِّهِ أَوْ عَكْسُهُ
كَقَوْلِهِ فِي مَذْحِ الدِّينَارِ

(اگر تم بہ اَضْفَرِ رَأَتْ صُفْرَتَهُ)

بَعْدَ ذَمِّهِ فِي قَوْلِهِ (تَبَالَهُ مِنْ خَادِعٍ مُمَادِقٍ)

(۲۰) تَاكِيدُ الْمَذْحِ بِمَا يُشْبَهُ الدَّمَ ضَرْبَانِ أَحَدُهُمَا أَنْ
يُسْتَشْنَى مِنْ صِفَةِ ذَمٍّ مَنفِيَّةٍ صِفَةُ مَذْحٍ عَلَى تَقْدِيرِ
دُخُولِهَا فِيهَا كَقَوْلِهِ ۛ

وَلَا عَيْبَ فِيهِمْ غَيْرَ أَنْ سَيُفْهَمُ

بِهِنَّ قُلُوبٌ مِنْ قِرَاعِ الْكُتَائِبِ

وَأُثَانِهِمَا أَنْ يُثَبَّتَ لِشَيْءٍ صِفَةُ مَذْحٍ وَيُوتَى بَعْدَهَا بِإِدَاةِ
اِسْتِثْنَاءٍ تَلِيهَا صِفَةُ مَذْحٍ أُخْرَى كَقَوْلِهِ ۛ

فَتَنِي كَمَلْتُ أَوْصَافَهُ غَيْرَ أَنَّهُ

جَوَادٌ فَمَا يَبْقَى عَلَى الْمَالِ بَاقِيَا

(۲۱) تَاكِيدُ الدَّمَ بِمَا يُشْبَهُ الْمَذْحَ ضَرْبَانِ أَيْضًا الْأَوَّلُ

أَنْ يُسْتَشْنَى مِنْ صِفَةِ مَذْحٍ مَنفِيَّةٍ صِفَةُ ذَمٍّ عَلَى تَقْدِيرِ
دُخُولِهَا فِيهَا نَحْوُ فَلَانَ لَا خَيْرَ فِيهِ إِلَّا أَنَّهُ يَتَصَدَّقُ بِمَا
يَسْرُقُ ۛ

وَالثَّانِي أَنْ يُثَبَّتَ لِشَيْءٍ صِفَةُ ذَمٍّ وَيُوتَى بَعْدَهَا بِإِدَاةِ

اِسْتِثْنَاءٍ تَلِيهَا صِفَةُ ذَمٍّ أُخْرَى كَقَوْلِهِ ۛ

مشابہت رکھتے ہوں) مطلب یہ ہے کہ ہجو میں ایسے الفاظ لانا کہ ظاہر میں مدح معلوم ہو لیکن حقیقت میں انتہا درجے کی ہجو ہو۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم یہ ہے کہ مدح کی صفت منفیہ سے ہجو کی صفت علیحدہ کر لیں اس تقدیر پر کہ صفت ہجو صفت منفیہ میں داخل ہے۔ جیسا کہ اس مثال میں (فلاں شخص میں کسی طرح کی خیر نہیں ہوئے اس کے کہ وہ جو کچھ چوری کر کے لاتا ہے اسے صدقہ کر دیتا ہے) دوسری قسم یہ ہے کہ ایک چیز کے لیے ہجو کی صفت ثابت کی جائے۔ پھر اس کے بعد ایسا حرف استثناء لایا جائے جس کے بعد ہجو کی دوسری صفت آتی ہو جیسا کہ شاعر کا قول: ترجمہ: وہ خالص کتا ہے مگر اس میں تنگ دلی اور بد لحاظی ہے حالانکہ یہ بات کتے میں بھی نہیں ہوتی۔

حل کلمات: فُلُولُ یہ فُل کی جمع ہے تلوار کی دھار میں ٹوٹ یا اندازے کو سمجھتے ہیں۔ قِرَاعٌ، مقارعة، باب مقلعہ، کُتَابٌ یہ کُتیبہ کی جمع ہے فوجی دستہ، سواروں کا دستہ۔

(۲۲) التَّجْرِيدُ هُوَ اَنْ يُنْتَزَعَ مِنْ اَمْرٍ ذِي صِفَةٍ اَمْرٌ آخَرُ
مِثْلُهُ فِيهَا مَبَالِغَةٌ لِكَمَالِهَا فِيهِ وَيَكُونُ بَيْنَ نَحْوِيٍّ مِنْ
فُلَانٍ صَدِيقٍ حَمِيمٍ اَوْ فِي كَمَافِي قَوْلِهِ تَعَالَى لَهُمْ فِيهَا
دَارُ الْخُلْدِ اَوْ الْبَاءِ نَحْوُ لَيْتَن سَأَلْتُ فَلَانًا لَتَسْتَلْنَ بِهِ
الْبَحْرَ اَوْ بِمُخَاطَبَةِ الْاِنْسَانِ نَفْسَهُ كَقَوْلِهِ ۛ

لَا خَيْلَ عِنْدَكَ تُهْدِيهَا وَلَا مَالٌ
فَلْيُسْعِدِ النُّطْقُ اِنْ لَمْ تَسْعِدِ الْحَالُ
اَوْ يَغْيِرِ ذَلِكَ كَقَوْلِهِ ۛ

فَلَيْتَن بَقِيْتُ لَا رَحْلَنَ لِبَغْزَوَةٍ
تَخَوِي الْغَنَائِمَ اَوْ يَمُوتُ كَرِيمٌ

ترجمہ: (۲۲) تجرید وہ ہے کہ ایک شئی ذی صفت سے ایک دوسری شئی ہجو

صفت میں پہلی شے کے برابر ہو نکال لی جائے مبالغہ کی وجہ سے تاکہ معلوم ہو جائے وہ پہلی شے صفت خاص میں ایسی کامل ہے کہ اس سے ایک اور صفت اسی طرح کی حاصل ہو سکتی ہو اور تجرید مختلف صورتوں سے حاصل ہو سکتی ہے اولاً کلمہ من کے ذریعہ جیسا کہ لَیْ مِنْ فُلَانٍ صَدِیقٌ حَمِیمٌ میرے لیے فلاں آدمی سے ایک نہایت ہی قریب دوست ہے۔ ثانیاً کلمہ لَیْ کے ذریعہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں لَہُمْ فِیْہَا دَارُ الْخُلْدِ ان کے لیے دوزخ میں ہمیشگی کا گھر ہے۔ ثالثاً کلمہ ”بَا“ کے ذریعہ جیسا کہ لَیْنٌ مَّالَتْ فُلَانًا لَتَسْتَلْنَ بِہِ الْبَحْرِ اگر تم فلاں سے سوال کرو گے تو یقیناً تم اس کے ذریعہ سمندر سے سوال کرو گے۔ رابعاً تجرید اس طریقہ سے بھی حاصل ہوتی ہے کہ انسان اپنے نفس سے خطاب کرے جیسا کہ ابوطیب کا یہ قول ”لَا خَبْلُ الْخِجْ جَسْ کَا تَرْجَمَہُ پَہِ“ اے نفس تمہارے پاس نہ گھوڑا ہے اور نہ مال کہ تم اس کو ممدوں کی خدمت میں ہدیہ پیش کر سکو (تو کم از کم یہ کام ضرور ہو) کہ اس کی تعریف میں گویائی مدد کرے اگر تمہاری مالی حالت تمہاری اعانت نہ کر رہی ہو۔ خامساً یہ تجرید مذکورہ بالا صورتوں کے علاوہ دوسرے طریقوں سے بھی حاصل ہوتی ہے جیسا کہ قتادہ بن مسلمہ کا یہ شعر فَلَیْنٌ بَقِیْتُ الْخِجْ جَسْ کَا تَرْجَمَہُ یہ ہے اگر میں زندہ رہا تو ایک عظیم غزوہ کے لیے نکلوں گا جو غنیمت کے بے انتہا مالوں کو جمع کرنے کا باعث ہو گا (اور اگر یہ مراد پوری نہ ہوئی) تو سمجھو کہ ایک شریف انسان کی موت واقع ہوگی۔ یعنی میں مر جاؤں گا۔

جَلَّ کَلِمَاتُ یُسَعِّدُ اِزْ اَفْعَالٍ مَدَدُ کَرَامًا یَرْجُلُ رَحْلًا، چلنا (ف)
تَحْوِیْ حَوَایَہُ (ض) جمع کرنا، غَنَائِمٌ یَغْنِمُہُ کی جمع ہے، مال غنیمت۔

(۲۳) حُسْنُ التَّغْلِیْلِ هُوَ اَنْ یُدْعٰی لِوَصْفِ عِلَّةٍ
غَیْرِ حَقِیقَیَّہِ فِیْہَا غَرَابَہُ کَقَوْلِہِ ۔

لَوْلَمْ تَكُنْ نِیَّةُ الْجَوَزَاءِ خِدْمَتَہِ
لَمَا رَأَيْتَ عَلَیْہَا عَقْدَ مُنْتَطِقِ

(۲۴) اِتِّلَافُ اللَّفْظِ مَعَ الْمَعْنَى هُوَ أَنْ تَكُونَ الْأَلْفَاظُ مُوَافِقَةً لِلْمَعَانِي فَتُخْتَارُ الْأَلْفَاظُ الْجَزَلَةُ وَالْعِبَارَاتُ الشَّدِيدَةُ لِلْفَخْرِ وَالْحِمَاسَةِ وَالْكَلِمَاتُ الرَّقِيقَةُ وَالْعِبَارَاتُ اللَّيِّنَةُ لِلْغَزْلِ وَنَحْوِهِ كَقَوْلِهِ ۛ

إِذَا مَا غَضِبْنَا غَضْبَةً مُضَرِّيَةً
هَتَكْنَا حِجَابَ الشَّمْسِ أَوْ قَطَرَتْ دَمًا
إِذَا مَا أَعَوْنَا سَيِّدًا مِنْ قَبِيلَةٍ
ذِرَى مِنْبَرٍ صَلَّى عَلَيْنَا وَسَلَّمَا

وَقَوْلِهِ ۛ

لَمْ يَطْلُ لَيْلِي وَلَكِنْ لَمْ أَنَّمْ
وَنَفَى عَنِّي الْكَرَى طَيْفًا أَلَمْ

ترجمہ: (۲۲) حسن تعلیل وہ ہے کہ کسی وصف کے لیے ایسی علت کا دعویٰ کرنا جو حقیقی نہ ہو لیکن اس میں کوئی ندرت اور عمدگی ضرور ہو جیسا کہ عبدالرحمن قزوینی کا قول جس کا ترجمہ یہ ہے۔ اگر جو زلہ کی نیت اس محبوب کی خدمت نہ ہوتی تو اے مخاطب تم اس کے جسم کے وسط پر کمر بند کئے والے کی گھنڈی نہ دیکھتے۔

(۲۳) استلاف اللفظ مع المعنى۔ وہ ہے کہ الفاظ معنی کے موافق ہوں لہذا ہر معنی اور بھاری بھرکم الفاظ فخر اور حماسہ (بہادری) کے موضوع کے لیے اور نرم و نازک عمدہ کلمات غزل اور اس جیسے دوسرے مضمون کے لیے خاص کر لیے جاتے ہیں۔ جیسا کہ بشار بن برد کے یہ اشعار اِذَا غَضِبْنَا الخ۔ ترجمہ یہ ہے جب ہم مغضی غصہ سے چور چور ہو جاتے ہیں تو ہم آفتاب کے پردے کو بھی چاک کر دیتے ہیں حتیٰ کہ اس سے خون بہنے لگتا ہے، اور جب ہم کسی قبیلہ کے سردار کو منبر کی بلندی پیش کرتے ہیں تو وہ اس پر چڑھتے ہی ہمارا شکر یہ اِذَا

کرتا ہے اور ہمیں دعا و سلام سے یاد کرتا ہے اور دوسرے ایک شاعر کا یہ قول۔ ترجمہ یہ ہے: یہ صحیح ہے کہ میری رات لمبی نہ ہوئی لیکن نیند بھی تو ہم سے ہمکنار نہ ہوئی محبوب کا تصور اس طرح آیا کہ میری نیند ہی اڑا لے گیا۔

حلّ کلمات: اَعْرَضْنَا۔ صیغہ جمع متکلم بحث اثبات فعل ماضی معروف از افعال اِعَارَظَ، عَارِظٌ کوئی چیز دینا، یہاں صرف دینے کے معنی میں۔ لَمْ اَنْتُمْ، صیغہ واحد متکلم بحث نفی جہلّم در فعل مستقبل معروف، نَوَمَا (س) سوتا، نفی از (ض) نفياً عندہ و رہونا گوی او نگھ (س) گوی او نگھنا، طیف، خیال، گمان، ضَرْب سے آتا ہے طیفاً و مطافاً خواب میں خیال آتا۔ اَلَمْ اَزِ الْمَآقِیَامِ کرنا، فروکش ہونا، کہا جاتا ہے اَلَمْ بِالْمَکَانَ فروکش ہوا، مجرد میں نَصَرَ سے آتا ہے، لَمْ جمع کرنا اَلَمْ بِالْمَکَانَ فروکش ہوا۔ اور اَلَمْ الطَّیْفُ خیال کا دل میں آتا۔ طیف اَلَمْ ترکیب میں موصوف صفت ہو کر نفی کا فاعل واقع ہو رہا ہے اور الکوی یہ نفی کا مفعول ہے۔ طیف اَلَمْ میں اَلَمْ ماضی کا صیغہ ہے، لیکن ضرورتاً شعری (ترنم) کی وجہ سے م کو ساکن کر دیا اور اَلَمْ پڑھا۔ ذری یہ ذِزْوۃ کی جمع ہے، اس میں ایک لغت ذِزْوۃ بھی ہے جس کی جمع ذِزْوِی آتی ہے۔ اور کتاب میں غلطی سے ذِی لکھا گیا ہے۔ عزیز طلبہ صحیح کر لیں۔

مَحَسِّنَاتُ لَفْظِيَّةٍ

(۱) تَشَابُهُ الْأَطْرَافِ هُوَ جَعَلَ آخِرَ جُمْلَةٍ صَدْرَتَا لَيْتِهَا.
أَوْ آخِرَ بَيْتِ صَدْرَ مَا يَلِيهِ كَقَوْلِهِ تَعَالَى فِيهَا مِصْبَاحُ
الْمِصْبَاحِ فِي زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ
وَكَقَوْلِ الشَّاعِرِ

إِذَا نَزَلَ الْحَجَّاجُ أَرْضًا مَرِيضَةً
تَتَّبِعُ أَقْصَى دَائِهَا فَشَفَاها

شَفَاهَا مِنَ الدَّاءِ الْعُضَالِ الَّذِي بِهَا
غُلَامٌ إِذَا هَزَّ الْقَنَاءَ سَفَاهَا

محسنات لفظیہ

ترجمہ: (۱) تشابہ اطراف وہ ہے کہ جس میں کسی جملہ کے آخری لفظ کو اس کے بعد کے آنے والے جملہ کا صدر کر دیا جائے یا کسی شعر کے آخری لفظ کو اس کے متصل شعر کا صدر بنا دیا جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول: فِيهَا مِضْبَاحٌ الْمِضْبَاحُ فِی زُجَاجَةٍ (اس طاق میں ایک چرلغ ہے اور چرلغ رکھا ہوا ہے شیشے میں اور شیشہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ ایک چمکتا ہوا تازہ) اور شاعر کا قول جیسا کہ إِذَا نَزَلَ الْحِجَابُ الْخُ (ترجمہ شعر: جب حجاب کسی بیمار زمین پر اترتا ہے تو سب سے پہلے اس خطہ زمین کے معہائے مرض کی تشخیص کر لیتا ہے۔ اس کے بعد اس خطہ کو شفیاب اور زر خیز کر دیتا ہے یعنی وہ اس خطہ کو ایسے لا علاج مرض سے نجات دیدیتا ہے جو اس کے ساتھ ہوتا ہے یہ ایسا نوجوان ہے کہ جب نیزوں کو حرکت دیتا ہے (قال کے لیے) تو اس کو سیراب کر دیتا ہے (خون دشمنائے) اسی طرح تشابہ اطراف کی مثال میں "لَا تُذِرْكُمُ الْآبْصَارُ وَهُوَ يُنْذِرُكُمُ الْآبْصَارُ" آیت قرآنی پیش کی جاتی ہے۔

حَلَّ كَلِمَاتٍ تَتَّبِعُ صَيْغَةً وَاحِدَةً كَرَعَابٍ بَحْثُ فَعْلٍ مَاضٍ اِزْ تَفْعُلُ تَلَا شُ كَرْنَا، الْقَضَى اِسْمُ تَفْصِيلٍ، زِيَادَةٌ دَوْرٌ، مَعْهَائِ شَيْءٌ كُو كِهْتُمْ هِیْنَ (ج) اَقْصَى، مَوْنَتْ قُضُوْی وَ قُضِيَا، عُضَالٌ بَحْثٌ، دَاءٌ عُضَالٌ عَاجِزٌ كَرْدِيْنِ وَالْاَمْرُ، هَزَّ هَزًّا (ن) اِهْلَانَا، سَقَى سَقِيَا (ض) سِرَابٌ كَرْنَا، سَقَى اَصْلٌ مِیْنِ سَقَى تَهَارَمِي كِ طَرَحٌ تَقْلِيلٌ هُوَلَى۔

(۲) الْجِنَاسُ هُوَ تَشَابُهُ اللَّفْظَيْنِ فِي النُّطْقِ لَا فِي الْمَعْنَى وَيَكُونُ تَامًا وَغَيْرَ تَامٍ (فَالْتَامَ) مَا اتَّفَقَتْ حُرُوفُهُ فِي

الْهَيْئَةُ وَالنَّوْعُ وَالْعَدَدُ. وَالتَّرْتِيبُ وَهُوَ مُتَمَاثِلٌ إِنْ كَانَ
بَيْنَ لَفْظَيْنِ مِنْ نَوْعٍ وَاحِدٍ نَحْوُ

لَمْ نَلْقَ غَيْرَكَ إِنْسَانًا يُلَادُ بِهِ

فَلَا بَرَحْتَ لِعَيْنِ الدَّهْرِ إِنْسَانًا

وَمُسْتَوْفَى إِنْ كَانَ مِنْ نَوْعَيْنِ نَحْوُ

فَدَارِهِمْ مَا دُمْتُ فِي دَارِهِمْ

وَأَرْضِهِمْ مَا دُمْتُ فِي أَرْضِهِمْ

وَمُتَشَابِهَةٌ إِنْ كَانَ بَيْنَ لَفْظَيْنِ أَحَدُهُمَا مُرَكَّبٌ وَالْآخَرُ

مُفْرَدٌ وَاتَّفَقَا فِي الْخَطِّ نَحْوُ

إِذَا مَلِكٌ لَمْ يَكُنْ ذَاهِبَةً

فَدَعَاهُ قَدَوْلَتُهُ ذَاهِبَةً

وَمُفْرُوقٌ إِنْ لَمْ يَتَّفَقَا نَحْوُ

كُلُّكُمْ قَدْ أَخَذَ آلَ جَامٍ وَلَا جَامَ لَنَا

مَا الَّذِي ضَرَمَ مِدِيرَ آلَ جَامٍ لَوْ جَامَلْنَا

ترجمہ: (۲) اجناس کہتے ہیں دو لفظوں کا تلفظ اور صورت میں مشابہ ہونا نہ

کہ معنی میں (اور وہ دو قسم پر ہے) تام اور غیر تام۔ تو تام وہ جنس ہے کہ (کم

از کم دو لفظ ایسے ہوں) جن میں تمام حروف چار چیزوں میں متفق ہوں۔ یعنی

ہیئت، نوع، عدد اور ترتیب میں۔

تنبیہ: ہیئت سے مراد حرکت، سکون، نقطہ، نوع سے مراد اسم فعل، حرف، عدد

سے مراد تعداد حروف۔ اور ترتیب سے مراد ترتیب حروف ہیں۔

(جناس کی چند قسمیں ہیں) ان میں سے ایک متماثل ہے اور متماثل وہ جنس تام

ہے کہ جس میں دو ہم جنس لفظ ایک ہی نوع کے ہوں۔ یعنی دونوں اسم یا فعل

یا حرف ہوں، جیسا کہ معری کے شعر میں۔ ترجمہ شعر: اے ممدوح! ہم اب

تک تمہارے سوا کسی ایسے انسان سے نہیں ملے ہیں جن کی پناہ میں رہا جاسکے (لہذا ہماری دعا ہے) کہ تم ہمیشہ کے لیے زمانہ کی آنکھ کی پتلی بنے رہو۔ یہاں انسان محل استشہاد ہے، پہلے کے معنی آدمی اور دوسرے کے معنی آنکھ کی پتلی دونوں ایک ہی نوع یعنی اسم سے ہیں، اور دونوں ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ ہیں۔

مستثنیٰ۔ وہ جنس تام ہے کہ دو ہم جنس لفظ دو نوع کے ہوں، جیسا کہ ابن فضالہ کا یہ شعر فَعْدَارِہُمْ مَا دُمْتُ فِیْ ذَارِہُمْ الخ ترجمہ شعر: تم جب تک اس کے گھر میں رہو اس کے ساتھ نرمی اور رواداری سے پیش آؤ۔ اور جب تک ان کے ملک میں رہو ان کو راضی رکھو (دیکھئے اس شعر میں۔ پہلا ”دار“ فعل ہے جو ملاء سے ماخوذ ہے اور دوسرا ”دار“ اسم ہے گھر کے معنی میں۔ اسی طرح پہلا ارضی فعل ہے ارضاء سے ماخوذ ہے اور دوسرا ارضی اسم ہے زمین اور ملک کے معنی میں)

تشابہ۔ وہ جنس تام ہے جس میں دو ہم جنس لفظوں میں سے ایک مرکب اور دوسرا مفرد ہو اور خط میں دونوں متفق ہوں یعنی کتابت میں ایک ہی ہوں۔ جیسا کہ ابوالفتح کا شعر: ترجمہ شعر: جب کوئی بادشاہ داد و دہش والا نہ ہو تو اسے چھوڑ دو۔ اس لیے اس کی سلطنت کا خاتمہ ہونے والا یعنی اس کی سلطنت جانے والی ہے۔

اور مفروق وہ جنس تام ہے کہ جس میں دو ہم جنس لفظوں میں سے ایک مرکب اور دوسرا مفرد ہو لیکن کتابت دونوں کی یکساں نہ ہو۔ جیسے ابوالفتح شاعر کا قول۔ ترجمہ: تم میں سے ہر ایک نے جام شراب لے لیا ہے اور ہم ہیں لیکن ہمارے لیے ایک بھی جام شراب نہیں۔ کوئی چیز ایسی تھی کہ سالی (قاسم شراب) کو نقصان میں ڈال دیتی اگر وہ ہمارے ساتھ اچھا معاملہ کر لیتا۔

حلّ کلمات: یَلَاذُ صِیغۃً وَاحِدَہً کَرغائب بحث فعل مضارع مجہول لَوْذَا وَلَوْذَا (ن) پناہ گیر ہونا، پناہ میں آنا۔ یَقَالُ کی طرح تعلیل ہے دَارِ صِیغۃً وَاحِدَہً کَر بحث امر حاضر معروف، اصل میں دَارِی تھا ”ی“ حالت جزئی میں گر گئی دار ہو گیا، مصدر مُدَارَاةً از مغلغلہ خیال رکھنا مدارات کرنا۔ اَرْضِی، صِیغۃً وَاحِدَہً کَر

بحث امر حاضر معروف اصل میں تھا ارضی بروزن الکرم باب افعال "ی" گر گئی حالت حمزی میں ارض ہو گیا ارضاء مصدر، راضی رکھا، خوش رکھا۔
 ذاہبۃ ای صاحب ہیۃ دینے والا، ہبہ کرنے والا، ذغ، میضہ واحد مذکر بحث
 امر حاضر معروف، تدغ سے علامت مضارع کو حذف کرنے کے بعد آخر کو
 ساکن کر دیا ذغ بن گیا۔ ودغ یدغ وذغا (ف) اس فعل کے مصدر اور ماضی
 قلیل الاستعمال ہیں۔ ضر یضر ضرراً (ن) نقصان پہنچانا۔ مڈیر اسم فاعل
 از افعال آدار یدیر اذارة گھماتا، تحلیل آسان ہے۔ جامل (دوسرا جامل)
 واحد مذکر غائب بحث اثبات فعل ماضی معروف، از مفصلہ اچھا معاملہ کرنا۔

(وَعَبْرُ التَّامِّ) مَا اخْتَلَفَ فِي وَاحِدٍ مِنَ الْأَرْبَعَةِ الْمُتَقَدِّمَةِ.
 وَهُوَ مُحَرَّفٌ اِنْ اخْتَلَفَ لَفْظَاهُ فِي هَيْئَةِ الْحُرُوفِ فَقَطْ
 نَحْوُ قَوْلِهِ.

جُبَّةُ الْبَرْدِ جُنَّةُ الْبَرْدِ
 وَمُطَرَّفٌ اِنْ اخْتَلَفَا فِي عَدَدِ الْحُرُوفِ فَقَطْ وَكَانَتْ
 الزِّيَادَةُ أَوَّلًا. وَمُذِيلٌ اِنْ كَانَتْ الزِّيَادَةُ آخِرًا نَحْوُ
 يُمِدُّونَ مِنْ أَيْدِ عَوَاصِ عَوَاصِمِ
 تَصُولُ بِأَسْيَافٍ قَوَاضٍ قَوَاضِبِ
 وَمُضَارِعٌ اِنْ اخْتَلَفَا فِي حَرْفَيْنِ غَيْرِ مُتَبَاعِدَي الْمَخْرَجِ
 نَحْوُ يَنْهَوْنَ وَيَنْتَوْنَ.
 وَلَا حَقَّ اِنْ تَبَاعَدَا نَحْوُ اِنَّهُ عَلَى ذَلِكَ لَشَهِيدٌ وَاِنَّهُ
 لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ

وَجَنَاسٌ قَلْبٌ اِنْ اخْتَلَفَا فِي تَرْتِيبِ الْحُرُوفِ فَقَطْ
 كَنَيْلٌ وَلَيْنٌ وَسَاقٌ وَقَاسٌ.
 ترجمہ: غیر تام دو جنس ہے کہ جس میں دو ہم جنس لفظ امور اربعہ مذکورہ

(ہیت، نوع، عدد، ترتیب) میں سے کسی ایک کے لحاظ سے مختلف ہوں۔ اس کی بھی چند قسمیں ہیں۔ جن میں سے ایک محرف ہے۔

محرف وہ جناس غیر تام ہے جس کے دونوں لفظ صرف ہیت حروف (حکرت، سکون، تشدید) میں مختلف ہوں، جیسا کہ یہ قول ”جُنَّةُ الْيَزِيدِ جُنَّةُ الْيَزِيدِ“ (یعنی اور دھاری دار کپڑے کا چونکہ سردی کی ڈھال ہے) مثال کو سمجھنا بالکل آسان ہے۔

مطرف وہ جناس غیر تام ہے جس کے دونوں لفظ صرف تعدل حروف میں مختلف ہوتے ہیں اور لفظ کی زیادتی متجانس کے شروع حصہ میں ہوتی ہے جیسے قرآن شریف میں ہے ”وَالْتَقَتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ إِلَى رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ بِالْمَسَاقِ“ مثال کو سمجھنا آسان ہے۔

ذیل۔ وہ جناس غیر تام ہے جس کے دونوں لفظ صرف تعدل حروف میں مختلف ہوں اور لفظ کی زیادتی متجانس کے آخری حصہ میں ہو۔ جیسا کہ ابو تمام شاعر کا قول ترجمہ: وہ لوگ جنگ کے وقت ایسے ہاتھوں کو بڑھاتے ہیں جو دشمن کے مقابلہ میں سرکش ہوتے ہیں اور دوستوں کے لیے حامی و مددگار۔ یہ ہاتھ ایسی نکواریوں سے حملہ آور ہوتے ہیں جو دشمنوں کے قتل کا فیصلہ کرتی ہیں لوہے کے اجسام کا خاتمہ کرتی ہیں (یہاں عام اور عوامی پھر قواضی اور قواضب میں تمیز نہیں ہے)

(اختلاف فی عدد الحروف کا مطلب یہ ہے کہ ایک کلمہ میں دوسرے کلمہ سے زائد حروف ہوں کہ ان کو اگر نکال دیا جائے تو جناس ہو جائے۔ اس کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) اول یہ کہ شروع کلمہ میں زائد ہو جیسے قرآن شریف میں ہے ”وَالْتَقَتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ إِلَى رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ بِالْمَسَاقِ“ (اور لپٹ گئی ہے پنڈلی مرنے والے کی پنڈلی سے، تیرے رب کی طرف اس روز سب کو چلنا ہے) دیکھیے اس میں لفظ مَسَاق میں میم زائد ہے (۲) دوسرے یہ کہ وسط کلمہ میں زائد ہو جیسے جَعْدَى جُهْدَى (کوشش کرنا میری طاقت ہے) تو جہدی میں ہاء زائد ہے جو وسط کلمہ میں ہے (۳) تیسرے یہ کہ آخر کلمہ میں زائد ہو جیسے ابو تمام کے شعر میں ”يُمْدُونَ مِنْ آيِدِ اِيْهَا عَوَاصِ“

عاصیہ کی جمع ہے اور عواصم عاصمہ کی جمع ہے قواض قاضیہ کی جمع اور قواضب قاضیہ کی جمع ہے دیکھئے عواض اور عواصم یہ دونوں برابر ہیں مگر عواصم کے آخر میں میم زائد ہے اور عواض میں توین کا اعتبار نہیں ہے اس لیے یہ انفصال کے حکم میں ہے اسی طرح قواض قواضب میں سمجھ لیں۔ اس شعر میں زائد کا یہ مطلب نہیں کہ وہ حروف زائدہ میں سے ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے لفظ سے اس میں یہ حرف زائد ہے)

مضارع دو جناس غیر تام ہے کہ دونوں ہم جنس لفظ مختلف ہوں ایسے دو حرفوں میں جو بعید المخرج نہیں ہیں بلکہ قریب المخرج ہیں جیسے يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْتَوْنَ عَنْهُ اس میں ہاء اور ہمزہ میں تجنیس ہے۔

لاحق وہ جناس غیر تام ہے جس میں دونوں ہم جنس لفظ بعید المخرج ہوں جیسے إِنَّهُ عَلَىٰ ذَٰلِكَ لَشَهِيدٌ وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ ترجمہ آیت: وہ انسان خود اپنی ناشکری پر زبان حال سے گواہ ہے اور زرو مال کی محبت میں غرق ہے۔ دیکھئے یہاں شہید اور شدید میں تجنیس لاحق ہے ان میں ہاء اور وال بعید المخرج ہیں۔

جناس قلب۔ وہ جناس غیر تام ہے جس میں دو ہم جنس لفظ صرف حروف کی ترتیب میں مختلف ہوں، جیسے نِيلٌ لَيْنٌ. سَاقٌ قَاسٍ (نیل دریا کے نیل لیں نرم۔ ساق پتلی، قاس سخت کے معنی میں ہے)

حَلَّ كَلِمَاتٍ: جُبَّةٌ، چوغہ، گرم کپڑا، بُرْدٌ دھاری دار کپڑا (ج) بُرْوَدٌ. جُنَّةٌ دُھال بیلڈون، از افعال مدد کرنا، ہاتھ بڑھانا تَصَوَّلُ (ن) صَوْلًا وَصَوْلَةً کو دڑنا، حملہ کرنا، صِفَةٌ واحد مؤنث غائب مضارع، اس میں يَقُولُ کی طرح تعلیل ہوئی ہے۔

(۳) التَّضْدِيزُ وَيُسَمَّى رَدَّ الْعَجْزِ عَلَى الصَّدْرِ هُوَ فِي النَّثَرِ أَنْ يُجْعَلَ أَحَدًا لِلْفُظَيْنِ الْمُكَرَّرَيْنِ أَوْ الْمُتَجَانِسَيْنِ أَوْ الْمُطْلَحِّينِ بَهُمَا (بأن جمعتهما اشتقاقاً أو شبهة) فِي أَوَّلِ الْفَقْرَةِ هُوَ الثَّانِي فِي آخِرِهَا نَحْوُ قَوْلِهِ تَعَالَى

(وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهَ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ) وَ قَوْلِكَ سَائِلُ
اللَّيْنِمِ يَرْجِعُ وَدَمْعُهُ سَائِلُ - الْأَوَّلُ مِنَ السُّوَالِ وَالثَّانِي
مِنَ السَّيْلَانِ.

وَنَحْوُ (اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا) وَنَحْوُ (قَالَ إِنِّي
لِعَمَلِكُمْ مِنَ الْقَالِينَ. وَفِي النِّظْمِ أَنْ يَكُونَ أَحَدُهُمَا فِي
آخِرِ الْبَيْتِ وَالْآخَرُ فِي صَدْرِ الْمِصْرَاعِ الْأَوَّلِ أَوْ بَعْدَهُ
نَحْوُ قَوْلِهِ ۛ

سَرِيعٌ إِلَى ابْنِ الْعَمِّ يَلْطِمُ وَجْهَهُ
وَلَيْسَ إِلَى دَاعِي النَّدَى بِسَرِيعٍ

وَقَوْلِهِ ۛ

تَمَتَّعَ مِنْ شَمِيمِ عَرَّارٍ نَجْدِ
فَمَا بَعْدَ الْعَشِيَّةِ مِنْ عَرَّارٍ

ترجمہ: (۳) اس کا نام ”رَدُّ الْعَجْزِ عَلَى الصَّنَدِ“ بھی رکھا جاتا ہے (اور یہ
نثر اور نظم دونوں میں پائی جاتی ہے) اور وہ نثر میں یہ ہے کہ دو مکرر یاد وہم جنس
لفظ یادوائے لفظ جو دو ہم جنس لفظ کے ملحقات میں سے ہوں اس طرح پر کہ ان
دونوں کو اشتقاق یا شبہ اشتقاق نے اکٹھا کر دیا ہو۔ ایسے دو لفظوں میں سے ایک
کو جملہ کے شروع میں اور دوسرے کو جملہ کے آخر میں لایا جائے، جیسا کہ
اللہ تعالیٰ کا قول، وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهَ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ ترجمہ آیت اور تم
لوگوں سے ڈرتے ہو حالانکہ اللہ زیادہ جہدار ہے اس بات کا کہ تم اس سے
ڈرتے رہو۔ اور جیسا کہ تمہارا قول ”سَائِلُ اللَّيْنِمِ يَرْجِعُ وَدَمْعُهُ سَائِلُ“ کتبوس
اور بخیل سے مانگنے والا ایسی حالت میں واپس ہوتا ہے کہ اس کے آنسو بہتے
رہتے ہیں یہاں پہلا ساکل سوال سے مشتق ہے اور دوسرا ساکل سیلان سے مشتق
ہے۔ اور جیسے اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ترجمہ: اپنے پروردگار سے

معانی مانگو بے شک وہ معاف کرنے والا ہے اور جیسے قَالَ اِنِّیْ لَعَمَلِکُمْ مِنَ الْقَالِیْنَ ترجمہ: (حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا) کہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جو تمہارے کام کو ناپسندیدہ اور برا سمجھتے ہیں۔

تو صیح دیکھئے پہلی مثال خشّی اور تخشہ میں دو مکرر لفظ ہیں جو لفظ اور معنی میں متفق ہیں، دوسری مثال میں سائل اور سائل دو ہم شکل لفظ ہیں جو صورت میں متفق ہیں لیکن معنی میں مختلف ہیں۔ تیسری مثال میں استغفرو اور غفرا ہم جنس دو لفظ ہیں ہیں ان دونوں کو اشتقاق نے اکٹھا کر دیا ہے چنانچہ وہ دونوں ”غفر“ سے مشتق ہیں چوتھی مثال میں قَالَ اور قَالِیْنَ ہم جنس لفظ ہیں ان دونوں کو شبہ اشتقاق نے جمع کر دیا۔ کیوں کہ یہ دونوں لفظ بظاہر معلوم ہوتے ہیں ایک مصدر سے مشتق ہیں لیکن اوّل ”قَوْلٌ“ سے اور ثانی قَلِیّ (برآجمنا) مشتق ہیں۔

وَلِیْیَ النَّظْمِ اَنْ یَّکُوْنَ اَحَدُهُمَا فِی اٰخِرِ الْبَیْتِ وَالْاٰخَرُ فِی صَدْرِ الْمِصْرَاعِ الْاَوَّلِ اَوْ یَعْدَهُ لَوْ نَزَمَ فِی تَصْدِیْرِیْہِ ہ کہ مذکورہ قسموں کے دو لفظوں میں سے کوئی ایک شعر کے آخر میں ہو اور دوسرا مصرعہ اوّل کے شروع میں یا اس کے بعد ہو۔ جیسا کہ آقینشر شاعر کا یہ شعر: ترجمہ شعر: چچازاد بھائی کے چہرہ پر طمانچہ مارنے میں تو بہت تیز ہے لیکن جو چیز فیاضی کا باعث ہوتی ہے اس میں تیز نہیں ہے۔

اسی طرح صدر بن عبد اللہ قشیری کا یہ شعر ترجمہ شعر: (میں اپنے رفیق سفر سے کہہ رہا ہوں) کہ نجد کے خوشبودار درخت عرار کی خوشبو سے خوب لذت اٹھاؤ۔ کیوں کہ اس شام کے بعد عرار کہیں نہیں ملے گا (کیوں کہ کچھ ہی دیر بعد ہم لوگ اس سر زمین سے جہاں یہ درخت پایا جاتا ہے نکل جائیں گے) تو صیح پہلی مثال میں دو لفظ مکرر یعنی ”سرّج“ جن میں سے ایک بیت کے آخر میں ہے اور دوسرا مصرعہ اوّل کی ابتداء میں۔ اور دوسری مثال میں دو لفظ مکرر (عرار) میں سے ایک بیت کے آخر میں ہے اور دوسرا پہلے مصرعہ کے وسط میں۔ حلّ کلمات تَمَتَّعْ صِیْغَةُ اَمْرِ اَزْ تَفْعُلْ نَفْعُ اَثْمَانَا، فَاَدَّہُ اَثْمَانَا، شَمِیْمٌ عَمْدَہُ خُشْبُوہُ عَرَارٍ۔ ایک خوشبودار پھول جس کا نام گاوچشم ہے، جنگلی زمرس کو بھی کہتے ہیں۔

(۴) السَّجْعُ هُوَ تَوَافُقُ الْفَاصِلَتَيْنِ نَثْرًا فِي الْحَرْفِ الْآخِرِ وَهُوَ ثَلَاثَةُ أَنْوَاعٍ. مُطَرَّقٌ إِنْ اخْتَلَفَ الْفَاصِلَتَانِ فِي الْوِزْنِ نَحْوُ الْإِنْسَانِ بِأَدَابِهِ لَا بِزِيَّهِ وَثِيَابِهِ وَمَتَوَازٍ إِنْ اتَّفَقَتَا فِيهِ نَحْوُ الْبَرَاءِ بِعِلْمِهِ وَأَدَابِهِ لَا بِحَسَبِهِ وَنَسَبِهِ. وَمَرْصُوعٌ إِنْ اتَّفَقَتْ الْفَاظُ الْفِقْرَتَيْنِ أَوْ أَكْثَرُهَا فِي الْوِزْنِ وَالتَّقْفِيَةِ نَحْوُ

يَطْبَعُ الْأَسْجَاعُ بِجَوَاهِرٍ لَفْظِهِ
وَيَفْرَعُ الْأَسْمَاعُ بِزَوَاجِرٍ وَغَظِهِ
(۵) مَا لَا يَسْتَحِيلُ بِالْإِنْعِكَاسِ وَيُسَمَّى الْقَلْبُ هُوَ كَوْنُ
الْلَفْظِ يَقْرَأُ طَرْدًا وَعَكْسًا نَحْوُ كُنْ كَمَا أَمَكْنَكَ
(وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ)

ترجمہ: (۴) محسنات لفظیہ میں سے ایک صحیح ہے اور وہ یہ ہے کہ تثر میں دو جملوں کے آخر کلمات باہم متفق ہوں اور اس کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) مطرف (۲) متوازی (۳) مرصع۔

(۱) صحیح مطرف وہ ہے کہ جس میں دو جملوں کے کلمے وزن میں مختلف ہوں لیکن روی میں متفق ہوں جیسے الْإِنْسَانُ بِأَدَابِهِ لَا بِزِيَّهِ وَثِيَابِهِ (انسان اپنے اچھے اخلاق سے انسان ہوتا ہے نہ کہ اپنے شان و شوکت اور لباس و پوشاک سے) (۲) صحیح متوازی وہ ہے کہ جس میں دو جملوں کے کلمے وزن اور روی دونوں میں متفق ہوں جیسے الْعَمْرُءُ بِعِلْمِهِ وَأَدَابِهِ لَا بِحَسَبِهِ وَنَسَبِهِ (آدمی اپنے علم اور ادب سے ہوتا ہے نہ کہ اپنے حسب اور نسب سے) (۳) صحیح مرصع وہ ہے کہ جس میں دونوں فقروں کے کل الفاظ یا اکثر الفاظ وزن اور قافیہ میں موافق ہوں جیسا کہ حریری کی عبارت ”يَطْبَعُ الْأَسْجَاعُ بِجَوَاهِرٍ لَفْظِهِ وَيَفْرَعُ الْأَسْمَاعُ بِزَوَاجِرٍ وَغَظِهِ“ وہ اپنے الفاظ کے جواہرات سے ہم وزن اور مٹھی عبارتیں ڈھالتا ہے اور اپنی واعظانہ تنبیہوں سے سامعین کے کانوں کو کھٹکھٹاتا ہے۔

تو صحیح دیکھئے مذکورہ عبارتوں میں یَطْبَعُ وَيَقْرَعُ أَطْبَاعُ اسْتَجَاعُ، جَوَاهِرُ زَوَاجِرُ لَفْظُهُ، وَغَطَّهُ، ہم وزن اور ہم قافیہ الفاظ ہونے میں موافق ہیں۔

(۵) مَا لَا يَسْتَحِيلُ بِالْإِنْعَاسِ (محسّنات لفظیہ کی یہ پانچویں قسم ہے)
مَا لَا يَسْتَحِيلُ بِالْإِنْعَاسِ وہ صنعت ہے جس میں انعکاس سے مطلب اور عبارت میں کوئی تبدیلی نہیں آتی اور اس کا نام قلب بھی رکھا جاتا ہے اور وہ لفظ کا اس حیثیت سے ہوتا ہے کہ اس کو الٹا سیدھا پڑھے جانے سے معنی کے اندر کوئی تبدیلی نہ آئے جیسے كُنْ كَمَا أَمْكُنْكَ اور رَبُّكَ فَكَبِّرْ (اور اسی طرح كُلُّ فِی فَلْكَ) دیکھئے ان جملوں کو جس طرح سے بھی پڑھیں گے وہی شکلیں سامنے آئیں گی نہ عبارت میں تبدیلی آئے گی اور نہ معنی میں۔
حَلَّ كَلِمَاتٍ يَطْبَعُ طَبْعًا (ف) ذُعَالًا، بِنَاءً، اسْتَجَاعُ سَجْعُ کی جمع ہے مُقَفِّي کلام کو کہتے ہیں۔ يَقْرَعُ (ف) كَهْكَهَاتًا، اسْمَاعُ یہ سماع کی جمع ہے کان کے معنی میں۔

(۶) اَلْعَكْسُ هُوَ اَنْ يُقَدَّمَ جُزْءٌ فِی الْكَلَامِ عَلٰی اٰخَرِ ثُمَّ یُعْكَسُ نَحْوُ قَوْلِكَ قَوْلُ الْاِمَامِ اِمَامُ الْقَوْلِ حُرُّ الْكَلَامِ کَلَامُ الْحُرِّ

(۷) التَّشْرِیعُ هُوَ بِنَاءُ الْبَيْتِ عَلٰی قَافِیَتَیْنِ بَحِیْثٍ اِذَا سَقَطَ بَعْضُهُ کَانَ الْبَاقِیَ شِعْرًا مُفِیْدًا كَقَوْلِهِ ۛ

يَا أَيُّهَا الْمَلِكُ الَّذِي عَمَّ الْوَرَى
مَا فِي الْكِرَامِ لَهُ نَظِيرٌ يَنْظُرُ
لَوْ كَانَ مِثْلَكَ آخِرُ فِي عَصْرِنَا
مَا كَانَ فِي الدُّنْيَا فَقِيرٌ مُعْسِرُ

فَإِنَّهُ يَصِحُّ اَنْ تُحْذَفَ أَوْ آخِرُ الشُّطُورِ الْارْبَعَةُ وَيَبْقَى ۛ

يَا أَيُّهَا الْمَلِكُ الَّذِي
مَا فِي الْكِرَامِ لَهُ نَظِيرُ

لَوْ كَانَ مِثْلَكَ فِي الدُّنْيَا فَقِيرٌ آخِرُ

ترجمہ: (۶) محسنات لفظیہ کی چھٹی قسم عکس ہے۔ وہ یہ ہے کہ جس میں پہلے کلام کے ایک جزو کو دوسرے جزو پر مقدم کیا جائے پھر اس کو الٹ یا جائے جیسے قَوْلُ الْإِمَامِ إِمَامُ الْقَوْلِ. کَلَامُ الْحُرِّ حُرُّ الْكَلَامِ اسی طرح کَلَامُ الْمَلُوكِ مَلُوكُ الْكَلَامِ امام کا قول قول کا امام ہے۔ آزاد کا کلام آزاد کلام ہے۔ بادشاہوں کا کلام، کلاموں کا بادشاہ ہے۔

(۷) تشریح:۔ محسنات لفظیہ کی ساتویں قسم تشریح ہے اور وہ یہ ہے کہ شعری بنیاد دو قافیوں پر اس طرح ہو کہ کبھی اگر شعر کا بعض حصہ ساقط ہو جائے تو باقی حصہ ایک مفید شعر کی صورت میں رہ جائے۔ جیسا کہ شعر یا أَيُّهَا الْمَلِكُ اَلْخ۔ ترجمہ شعر: اے وہ سلطان! جس کی حکومت تمام مخلوق پر ہے، سخاوت کرنے والوں میں کوئی اس کا مثل یا برابر نہیں ہے جو نظر آتا ہو۔ اگر ہمارے اس زمانہ میں تجھ جیسا کوئی اور بادشاہ ہو تا تو آج دنیا میں کوئی فقیر اور تنگ دست نہ رہتا۔ یہاں یہ بات درست ہے کہ ان شعروں کے چار اجزاء کے آخری حصے حذف کر دیئے جائیں اور شعر صحیح الوزن والمعنی ہو کر باقی رہ جائے۔ دیکھئے نیچے کے اشعار میں یا أَيُّهَا الْمَلِكُ الذی اَلْخ میں ”عَمَّ الْوَرَى“ فی غَضْرِنَا، مُغْبِسُ کے الفاظ نہیں ہیں پھر بھی دونوں شعر وزن اور معنی کے اعتبار سے صحیح اور درست ہیں۔

(۸) الْمَوَارِبَةُ هِيَ أَنْ يَجْعَلَ الْمُتَكَلِّمُ كَلَامَهُ بَحِيثٌ يُمَكِّنُهُ أَنْ يُغَيِّرَ مَعْنَاهُ بِتَحْرِيفٍ أَوْ تَضْحِيفٍ أَوْ غَيْرِهِمَا لِيَسْلَمَ مِنَ الْمَوَاحِذَةِ.
كَقَوْلِ أَبِي نُوَّاسٍ۔

لَقَدْ ضَاعَ شِعْرِي عَلَى بَابِكُمْ
كَمَا ضَاعَ عَقْدٌ عَلَى خَالِصَةٍ

فَلَمَّا أَنْكَرَ عَلَيْهِ الرَّشِيدُ ذَلِكَ قَالَ لَمْ أَقُلْ إِلَّا
لَقَدْ ضَاءَ شِعْرِي عَلَى بَابِكُمْ
كَمَا ضَاءَ عِقْدٌ عَلَى خَالِصَةٍ

(۹) اِتِّلَافُ اللَّفْظِ مَعَ اللَّفْظِ هُوَ كَوْنُ الْفَاطِ الْعِبَارَةِ مِنْ
وَاحِدٍ وَاحِدٍ فِي الْغَرَابَةِ وَالنَّاسِئِلِ كَقَوْلِهِ تَعَالَى (تَاللَّهِ تَفَتَّا
تَذَكَّرُ يُونُسَ) لَمَّا أَتَى بِالنَّاءِ الَّتِي هِيَ أَغْرُبُ حُرُوفِ
الْقِسْمِ أَتَى بِتَفَتَّا الَّتِي هِيَ أَغْرُبُ أَفْعَالِ الْإِسْتِمْرَارِ.
ترجمہ: (۱) مواربہ محسنات لفظیہ کی آٹھویں قسم مواربہ ہے۔ لغت کے اعتبار
سے اس کے معنی فریب دینے کے ہیں۔

تو مواربہ وہ ہے کہ شکلم اپنے کلام کو اس طرح پیش کرے کہ وہ ضرورت
کے وقت بذریعہ تحریف (تبدیلی حرکت) یا تعحیف (تبدیلی لفظ) یا ان دونوں کے
علاوہ کسی اور طریقہ سے اپنے کلام کو بدل سکے تاکہ وہ گرفت سے بچ سکے، جیسا
کہ ابونواس کا قول لَقَدْ ضَاءَ شِعْرِي اس ترجمہ شعر: خدا کی قسم میرا شعر آپ
کے شای دربار پر اس طرح ضائع ہوا جس طرح شای ہار خالصہ (خلیفہ ہارون
کی پیداری باندی) پر پھر جب خلیفہ اس شعر کی وجہ سے بگڑا تو اس نے یوں بات
بنا کر کہا کہ اے جائے پناہ! میں نے تو اس طرح شعر نہیں کہا جس طرح جناب
کو سنایا گیا ہے بلکہ میں نے تو یہ کہا لَقَدْ ضَاءَ اس ترجمہ کا یہ ہے: خدا کی قسم
میرا شعر شای دربار پر اس طرح چمکا جس طرح شای ہار خالصہ پر۔ دیکھئے یہاں
ضائع میں تھوڑی سی تبدیلی کی وجہ سے معنی بدل گئے اور ابونواس شای گرفت
سے بچ گیا۔ (دراصل ابونواس نے عمدہ اشعار میں خلیفہ ہارون کی تعریف کی
مگر اس نے توجہ نہ کی تو جھنجھلا کر دروازہ پر لَقَدْ ضَاءَ اس لکھ کر چلا گیا، خلیفہ
کو معلوم ہوا تو اس نے دربار میں حاضر کیا شاعر نے اندر جاتے ہوئے عین کو
ہمزہ (ضاء) بنادیا خلیفہ جب ناراض ہوا تو بتایا کہ وہ تو ضاء ہے پھر تو خوش
ہو کر انعام دیا، یعنی ۱۰۰۰ درہم سے نوازا۔

(۹) استتلاف اللفظ مع اللفظ۔ محسنات لفظیہ کی نویں قسم استتلاف اللفظ مع اللفظ ہے اور وہ یہ ہے کہ عبارت کے الفاظ مانوس اور غیر مانوس ہونے میں ایک ہی نوع سے ہوں (دوبارہ واحد کے معنی ایک ہی نوع کے ہیں اور غرابت یہاں غیر مانوس اور قاہل مانوس کے معنی میں ہیں) مثلاً اللہ تعالیٰ کا یہ قول تَالِهَ تَفْتًا الآیہ۔ خدا کی قسم آپ تو یوسفؑ کی یاد نہیں چھوڑیں گے۔ اس آیت میں پہلے حرف تاء استعمال کیا گیا جو قسم کے حروفوں میں سب سے زیادہ غیر مانوس ہے اس لیے اس کے بعد تفتا فعل استعمال کیا گیا جو استمراری فعلوں میں سب سے زیادہ غیر مانوس ہے۔

حلّ کلمات: ضَاع ضِیَاعًا ضَالَعٌ ہونا برباد ہونا (ض) ضَاعَ ماضی صیغہ واحد مذکر غائب اس میں یاع کی طرح تغلیل ہوئی ہے۔ ضَاءَ یَضُوْءُ ضَوْءٌ (ن) روشن ہونا، چمکنا ضَاءٌ اصل میں ضَوْءٌ تھا قائل کی طرح واو کو الف سے بدل دیا ضَاءٌ ہو گیا۔

حَسَامَةُ

سَرَفَةُ الْكَلَامِ أَنْوَاعٌ
(منہا) أَنْ يَأْخُذَ النَّائِرُ أَوِ الشَّاعِرُ مَعْنَى لَغْوِهِ بِدُونِ تَغْيِيرٍ
لِنَظْمِهِ كَمَا أَخَذَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زُبَيْرٍ بَيْتِي مَعْنٍ وَأَدْعَا هُمَا
لِنَفْسِهِ وَهُمَا

إِذَا أَنْتَ لَمْ تُنْصِفْ أَخَاكَ وَجَدْتَهُ
عَلَى طَرَفِ الْهَجْرَانِ إِنْ كَانَ يَعْقِلُ
وَيَرْكُبُ حَدَّ السَّيْفِ مِنْ تَضْيِمْهِ
إِذَا لَمْ يَكُنْ عَنْ شَفَرَةِ السَّيْفِ مَزْحَلٌ
وَمِثْلُ هَذَا يُسَمَّى نَسْخَاوَانَتْحَالًا. وَمِنْ قَبِيلِهِ أَنْ تُبَدَّلَ

الْأَلْفَاظُ بِمَا يُرَادُ فِيهَا كَأَن يُقَالَ فِي قَوْلِ الْحُطَيْثَةِ
 دَعِ الْمَكَارِمَ لَا تَرْحَلْ لِبُعْثَتِهَا
 وَأَقْعُدْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الطَّاعِمُ الْكَاسِي
 ذَرِ الْمَآثِرَ لَا تَذْهَبْ لِمَطْلَبِهَا
 وَاجْلِسْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْآكِلُ الْلَابِسُ
 وَقَرِيبٌ مِنْهُ أَنْ تُبَدَّلَ الْأَلْفَاظُ بِمَا يُضَادُّهَا فِي الْمَعْنَى
 مَعَ رِعَايَةِ النِّظْمِ وَالتَّرْتِيبِ كَمَا لَوْ قِيلَ فِي قَوْلِ
 حَسَّانَ

بَيَضُ الْوُجُوهِ كَرِيمَةُ أَحْسَابِهِمْ
 شَمُّ الْأَنْوَفِ مِنَ الطَّرَازِ الْأَوَّلِ
 سُودُ الْوُجُوهِ لَيْثِمَةُ أَحْسَابِهِمْ
 فُطْسُ الْأَنْوَفِ مِنَ الطَّرَازِ الْآخِرِ

ترجمہ: (۱) سرقہ کلام کی چند قسمیں ہیں۔

(۱) ان میں سے ایک قسم یہ ہے کہ نثر کہنے والا یا نظم کہنے والا دوسرے کے
 مضمون اس طرح سے لے لے کہ اس کی طرف سے دوسرے کے الفاظ کی ترتیب
 میں کسی طرح کی تبدیلی نہ ہو جیسا کہ عبد اللہ بن زبیر شاعر (یہ صحابی عبد اللہ بن
 زبیر نہیں ہیں) نے معن بن اوس کے دو شعر لے لیے اور دعویٰ کر دیا کہ یہ
 میرے شعر ہیں۔ وہ شعر یہ ہیں: إِذَا أَنْتَ لَمْ تُنْصِفْ أَخِي تَرْجَمَهُ شَعْرًا: جب تم
 اپنے بھائی کے ساتھ انصاف سے پیش نہیں آؤ گے۔ اور اس کے حقوق کی قدر
 نہیں کرو گے تو تم اسے ترکِ محبت کی طرف مائل پاؤ گے بشرطیکہ وہ عقلمند ہو (یعنی
 وہ اگر ایسا نہ کرے تو وہ ہوشیار نہیں ہے) وہ تمہارے ظلم کی وجہ سے تمہارے دھار
 پر بھی سوار ہو جائے گا جب اس کے پاس اس سے بچنے کی کوئی سبیل نہ ہو۔ اسی
 طرح کہا جاتا ہے: إِذَا يَنْسُ الْإِنْسَانُ طَالَ لِسَانُهُ كَمَنْزُورٍ مَقْلُوبٍ يَصُولُ

غلی الکلب۔ اسی طرح کہتے ہیں تنگ آمد جنگ آمد۔ بلغاء۔ مے یہاں اس طرح کے سرقہ کو نسخ اور اتحال کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے عبد اللہ بن زبیر حضرت معاویہؓ کے دور کے ہیں انہوں نے معن بن اوس کے یہ دو شعر حضرت معاویہؓ کو سنایا اور یہ ظاہر کیا کہ یہ میرے شعر ہیں، حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ پہلے تو تم شاعر نہیں تھے اب شاعر ہو گئے اس پر کچھ جواب نہیں دیا خاموش رہے، تھوڑی دیر بعد معن ابن اوس شاعر حضرت معاویہؓ کے پاس آئے انہوں نے حضرت معاویہؓ کو پورا قصیدہ سنایا جس میں یہ دو شعر بھی تھے تو حضرت معاویہؓ نے عبد اللہ سے پوچھا کہ تم تو اسے اپنا شعر بتاتے تھے یہ تو اس قصیدے کے نکلے، جواب دیا معن میرا رضاعی بھائی ہے اس لیے میں نے ان شعروں کو اپنا بتایا۔

وَمِنْ قَبْلِهِ اَنْ تُبَدِّلَ الْاَلْفَاظَ اِلٰی۔ اور اسی سرقہ ہی کی قسم۔ ہے کہ الفاظ اپنے ہم معنی اور مرادف الفاظ سے بدل دیئے جائیں جیسا کہ حُطَيْنَه کا شعر۔ ذِعِ الْمَكَارِمَ لَا تَرَحَّلْ اِلٰی۔ ترجمہ شعر: تم عمدہ اخلاق کو چھوڑو اور ان کی تلاش میں مت جاؤ۔ بہتر یہی ہے کہ تم بیٹھ جاؤ کیوں کہ تم تو ایک کھاتے پیتے انسان ہو مطلب یہ ہے کہ تم عمدہ اخلاق اور قابل تعریف اعمال کے اہل نہیں ہو، تم انہیں دوسروں کے لیے چھوڑو بلا وجہ ایسے امور کی تلاش میں ناگ مت اڑاؤ تمہیں کس چیز کی فکر ہے؟ تمہیں نہ کھانے کی تکلیف ہے اور نہ پہننے کی۔ اور اسی سے قریب ہے کہ الفاظ ایسے امور سے بدل جائیں جو ترتیب اور ترکیب کلمات کی رعایت کے باوجود معنی میں باہم مخالف ہوں جیسا کہ حضرت حسانؓ کے اس شعر میں۔ بَيْضُ الْوَجْهِ اِلٰی كُوْبُلِ كِرَاسٍ طَرَحَ بِزُحَا جَاءَ۔ سَوْدُ الْوَجْهِ كَرِيْمَةٌ اَخْسَابِيْهِمْ اِلٰی۔ پہلے شعر کا ترجمہ۔ وہ لوگ خوبصورت چہرے والے ہیں، خاندانی مکارم بہت اچھے، شرافت کے اعتبار سے تو وہ شروع ہی سے اونچی ناک والے اور غیر تمند ہیں (یعنی اول نمبر کے لوگوں میں سے ہیں) اور دوسرے شعر کا ترجمہ یہ ہے وہ لوگ بد صورت چہرے والے ہیں اور ان کے خاندانی کیر کڑ بہت خراب ہیں چپٹی ناک والے

بے غیرت ہیں (یعنی نبردو کے لوگ ہیں نجابت اور شرافت کے لحاظ سے تو پوچھنا ہی بیکار ہے)

حَلَّ كَلِمَاتٍ: دَزَرَ. صِيغَةُ وَاحِدٍ مَذْكُورَةٍ بِحَثِّ امْرَأَةٍ مَعْرُوفَةٍ وَدَزَرَ يَدْزِرُ وَدَزْرًا وَدَزْرَ الشَّيْءُ جَهْوَئًا۔ اس معنی میں مضارع اور امر کے علاوہ کوئی دوسرا صیغہ مستعمل نہیں۔ اور اس معنی کے لیے ماضی، مصدر اور اسم فاعل تَرَكَ، التَّرْكُ التَّارِكُ بولا جائے گا، شَمُّ يَهْ شَمُّ کی جمع ہے بلند (س) اَنْوَفٌ اَنْفٌ کی جمع ہے ناک، بَيْضٌ صِيغَةُ صِفَتِ اَبْيَضٍ مَذْكُورٍ اَوْ بَيْضَاءٍ مَوْثُوكِی جمع ہے۔ سَوْدٌ يَهْ اَسْوَدٌ مَذْكُورٍ اَوْ سَوْدَاءٍ مَوْثُوكِی جمع ہے فُطُسٌ اَفْطُسٌ مَذْكُورِی جمع ہے فُطُسٌ اَلْاَنْوَفِی کے معنی چھٹی ناک والے، ان میں سے ہر ایک میں اضافہ الصفة الى الموصوف ہے اَنْی الْوُجُوهُ الْبَيْضُ مثلاً۔

(وَمِنْهَا) اَنْ يَّاخُذَ الْمَعْنَى وَيَغَيِّرَ اللَّفْظَ وَيَكُونُ الْكَلَامُ الثَّانِي دُونَ الْاَوَّلِ اَوْ مُسَاوِيًا لَهُ كَمَا قَالَ اَبُو الطَّيِّبِ فِي قَوْلِ اَبِي تَمَّامٍ ۛ

هَيْهَاتَ لَا يَأْتِي الزَّمَانَ بِمِثْلِهِ
اِنَّ الزَّمَانَ بِمِثْلِهِ لَبَخِيلٌ
اَعْدَى الزَّمَانَ سَخَاوَةٌ فَسَخَابُهُ
وَلَقَدْ يَكُونُ بِهِ الزَّمَانَ بَخِيلًا

فَالْمِضْرَاعُ الثَّانِي مَا خُوذَ مِنَ الْمِضْرَاعِ الثَّانِي لِاَبِي تَمَّامٍ وَالْاَوَّلُ اَجْوَدُ سُبْجًا وَمِثْلُ هَذَا يُسَمَّى اِغَارَةً وَمَسْخًا۔

(وَمِنْهَا) اَنْ يَّاخُذَ الْمَعْنَى وَخَذَهُ وَيَكُونُ الثَّانِي دُونَ الْاَوَّلِ اَوْ مُسَاوِيًا لَهُ كَمَا قَالَ اَبُو تَمَّامٍ فِي قَوْلِ مَنْ رَأَى اِبْنَهُ ۛ

وَالصَّبْرُ يُحْمَدُ فِي الْمَوَاطِنِ كُلِّهَا
إِلَّا عَلَيْكَ فَإِنَّهُ لَا يُحْمَدُ
وَقَدْ كَانَ يُدْعَى لِأَبْسِ الصَّبْرِ حَازِمًا
فَأَصْبَحَ يُدْعَى حَازِمًا حِينَ يَجْزَعُ
وَهَذَا يُسَمَّى الْمَامَا وَسَلَخًا.

ترجمہ: (۲) اخذ اور سرقہ کی دوسری قسم یہ ہے کہ قائل غیر کے مفہوم کو لے لے اور اس کے الفاظ کو بدل دے اس کی دو قسمیں ہیں ایک یہ ہے کہ دوسرا کلام پہلے کلام سے کم درجے کا ہو دوسری قسم یہ ہے کہ دوسرا کلام پہلے کلام کے برابر ہو جیسا کہ ابو الطیب متنبی نے ابو تمام کے قول ھِنَهَاتِ میں یوں کہا ہے اَعْدَى الزَّمَانِ اَلْخ۔ پہلے شعر کا ترجمہ: افسوس! زمانہ ممدوح کی نظیر نہ لاسکے گا بلاشبہ زمانہ ممدوح کی نظیر لانے کے سلسلہ میں بالکل بخیل ہے۔ دوسرے شعر کا۔ ترجمہ: زمانہ نے ممدوح کی سخاوت سے سخاوت سیکھی ہے یہاں تک کہ اس نے مجھے ممدوح ہی بخش دیا بخدا وہ اس بارے میں بڑا ہی بخیل ہوتا، (اگر ممدوح سے بخشش نہ سیکھتا)

دیکھئے یہاں ابو الطیب کے شعر ”اَعْدَى الزَّمَانِ اَلْخ“ کا دوسرا مصرعہ وَلَقَدْ يَكُونُ اَلْخ ابو تمام کے شعر ھِنَهَاتِ اَلْخ کے دوسرے مصرعہ اِنَّ الزَّمَانَ سے سرقہ کیا گیا ہے اور قول اول قول ثانی سے سلیس اور عمدہ ہے۔ اس طرح کے سرقہ اور اخذ کو بلغاء کی اصطلاح میں اغارہ اور مسح کہتے ہیں۔

(۳) اخذ اور سرقہ کی تیسری قسم یہ ہے کہ قائل دوسرے کا صرف مفہوم لے لے (اس کی بھی دو قسمیں ہیں) پہلی قسم یہ ہے کہ دوسرا کلام پہلے کلام کے برابر ہو۔ جیسا کہ ابو تمام نے اس شاعر کے قول میں کہا ہے جس نے اپنے بیٹے کے انتقال پر مرثیے میں کہا تھا وَالصَّبْرُ يُحْمَدُ اَلْخ ترجمہ شعر: صبر ہر جگہ قابل ستائش ہوتا ہے سوائے تمہارے بیٹے کے انتقال کے موقع پر کہ یہاں وہ قابل ستائش نہیں ہے وَقَدْ كَانَ يُدْعَى اَلْخ ترجمہ شعر: پہلے ایسے شخص کو جو صبر سے

متصف تھا دور اندیش کہا جاتا تھا لیکن اب اسی شخص کو دور اندیش کہا جا رہا ہے جب وہ اپنے عزیز کی موت سے بے قرار اور پریشان ہو رہا ہے۔

ان اشعار کا مفہوم یہ ہے کہ صبر فی نفسہ محمود اور قابل تعریف چیز ہے لیکن بعض مواقع ایسے آجاتے ہیں جہاں صبر کرنا محمود نہیں ہے۔ یہی مفہوم پہلے کلام میں زیادہ عمدہ طور پر واضح ہے لہذا اول کی بہ نسبت دوسرا کلام گھٹیا ہے تو اس قسم کے اخذ اور سرتہ کو بلغاء المام اور سلخ کے ناموں سے موسوم کرتے ہیں۔

(۲) الْاِفْتِیَاسُ هُوَ اَنْ يَضْمَنَ الْكَلَامَ شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ
اَوِ الْحَدِيثِ لَا عَلٰی اَنَّهُ مِنْهُ كَقَوْلِهِ ۛ

لَا تَكُنْ ظَالِمًا وَلَا تَرْضَ بِالظُّلْمِ
وَأَنْكَرَ بِكُلِّ مَا يُسْتَطَاعُ
يَوْمَ يَأْتِي الْحِسَابُ بِالظُّلُومِ
مَامِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ

وَقَوْلِهِ ۛ

لَا تُعَادِ النَّاسَ فِي أَوْطَانِهِمْ
قَلَمًا يُرْعَى غَرِيبُ الْوَطَنِ
وَإِذَا مَاشَتْ عَيْشَا بَيْنَهُمْ
خَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقِ حَسَنِ

وَلَا بَاسَ بِتَغْيِيرِ يَسِيرٍ فِي اللَّفْظِ الْمُقْتَبَسِ لِلزَّوْنِ أَوْ غَيْرِهِ
نَحْوُ ۛ

قَدْ كَانَ مَا حِفْتُ أَنْ يَكُونَا
إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاجِعُونَ

وَفِي الْقُرْآنِ (إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ)

شَيْئًا مِنْ شِعْرِ آخَرَ مَعَ التَّشْبِيهِ عَلَيْهِ إِنْ لَمْ يَشْتَهَرْ
كَقَوْلِهِ

إِذَا ضَاقَ صَدْرِي وَخِفْتُ الْعِدَا
تَمَثَّلْتُ بَيْتًا بِحَالِي يَلِيْقُ
فَبِاللَّهِ أَبْلُغُ مَا أَرْتَجِي
وَبِاللَّهِ أَدْفَعُ مَا لَا أُطِيقُ
وَلَا بَأْسَ بِالتَّغْيِيرِ الْيَسِيرِ كَقَوْلِهِ
أَقُولُ لِمَغْشَرٍ غَلِطُوا وَغَضُّوا
مِنْ الشَّيْخِ الرَّشِيدِ وَأَنْكَرُوا
هُوَ ابْنُ جَلَا وَطَّلَاعِ الشَّنَايَا
مَتَى يَضَعُ الْعِمَامَةَ تَعْرِفُوهُ

ترجمہ: (۳) تضمین جسے ایداع کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے، وہ یہ ہے کہ شاعر اپنے شعر میں دوسرے شاعر کے شعر کو بھی شامل کر لے غیر کے شعر ہونے کی تشبیہ کے ساتھ ساتھ اگر وہ مشہور نہ ہو، یعنی اس صورت میں ضروری یہ ہے کہ اگر وہ شعر شعر میں مشہور نہ ہو تو اس بات کو واضح کر دے کہ یہ فلاں کا شعر ہے تاکہ سرقہ کا احتمال نہ رہے اور اگر یہ شعر کسی شاعر کا مشہور ہو پھر وضاحت کرنے کی ضرورت نہیں۔ جیسا کہ عبدالقادر عسکری کا یہ شعر: إِذَا ضَاقَ صَدْرِي أَرْتَجِي تَرْجَمَةً شِعْرًا: جب میرا دل کثرتِ غم سے تنگ ہو جاتا ہے اور میں اپنے دشمنوں سے ڈرنے لگ جاتا ہوں تو کوئی ایسا شعر پڑھنا شروع کر دیتا ہوں جو میرے حال کے مناسب ہوتا ہے۔ پھر میں خدا کی قسم اپنے مقصد تک پہنچ جاتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے اس مصیبت کو بھی دور پھینکتا ہوں جسے دور کرنے کی سکت میرے اندر نہیں ہوتی۔ ان دونوں شعروں میں دوسرا شعر دوسرے شاعر کا ہے جس کو تمہیں نے ”تَمَثَّلْتُ بَيْتًا“ کے قول سے واضح

کیا وَلَا بَأْسَ بِالْتَّغْيِيرِ الْبَسِيرِ الخ۔ اور تفسیر میں اگر معمول رد و بدل ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ جسے ضیاء الدین موسیٰ کاتب کے یہ دو شعر۔ اَقُولُ لِمَعْشَرٍ غَلِظُوا وَغَضُّوا الخ ترجمہ شعر: میں اس گروہ سے کہتا ہوں جس نے حقوق کو پورا کرنے میں غلطی کی ہے اور اس بھولے بھالے بوڑھے شخص سے نظر پھیر لی ہے اور اسے اجنبی اور مرد ناشاختہ سمجھ رکھا ہے حالانکہ وہ غیر معمولی مشہور اور تجربہ کار شخص کا فرزند ہے، وہ جو ان ہی اپنی دستار سر سے اتار رکھے گا تو تم لوگ فوراً پہچان لو گے (یہ دونوں شعر بھی تفسیر کی مثال میں لائے گئے ہیں لیکن ان میں معمولی رد و بدل ہوا ہے دوسرا شعر تحمیم بن وکیل کا ہے جو اس طرح تھا۔ اَنَابُنْ جَلَا وَطَلَّاعُ الشَّيَاخَا. حَتَّى اضْعُ الْعِمَامَةَ تَغْرِفُونِي۔ حل کلمات: اِنْبُنْ جَلَا بہت مشہور شخص کا بیٹا، یہاں جَلَا اگرچہ فعل ماضی ہے جو جَلَاءَ سے ماخوذ ہے مگر یہ علم کے درجہ میں ہو گیا جیسا کہ تَابَّطُ شَرًّا، شَابَ قَرْنَاهَا علم کے درجہ میں ہیں، طَلَّاعُ پہاڑ پر چڑھنے والا، شَيَاخَا یہ نَبِیَّة کی جمع، گھائی کا راستہ، کہا جاتا ہے فَلَانَ طَلَّاعُ الشَّيَاخَا فلاں شخص شقیوں کا برداشت کرنے والا یعنی تجربہ کار ہے

(۴) (العقد والحل) الْأَوَّلُ نَظْمُ الْمَنْثُورِ وَالثَّانِي نَثْرُ الْمَنْظُومِ فَالْأَوَّلُ نَحْوُ

وَالظُّلْمُ مِنْ شِيمِ النَّفُوسِ فَإِنْ تَحَدَّ
دَاعِقَةٌ فَلِعَلَّةٍ لَا يَظْلُمُ

عَقْدَ فِيهِ قَوْلُ حَكِيمٍ. الظُّلْمُ مِنْ طِبَاعِ النَّفْسِ وَإِنَّمَا يَصُدُّهَا عَنْهُ إِحْدَى عِلَّتَيْنِ دِينِيَّةٍ وَهِيَ خَوْفُ الْمَعَادِ وَدُنْيَوِيَّةٍ وَهِيَ خَوْفُ الْعِقَابِ الدُّنْيَوِيِّ وَالثَّانِي نَحْوُ قَوْلِهِ (الْعِيَادَةُ سُنَّةٌ مَا جُورَةٌ وَمُكْرَمَةٌ ماثُورَةٌ وَمَعَ هَذَا فَتَنْحُنُ الْمَرَضَى وَنَحْنُ الْعَوَادُ وَكُلُّ وَدَادٍ لَا يَدُومُ فَلَيْسَ

بِوَدَادٍ وَحُلِّ فِيهِ قَوْلُ الْقَائِلِ ۚ
 إِذَا مَرَضْنَا آتَيْنَاكُمْ نَعُوذُكُمْ
 وَتَذَبُّونَ فَنَاتِيَكُمْ وَنَعْتَذِرُ

ترجمہ: (۴) عقد اور حل۔ اول کا مطلب ہے کلام منشور کو منظوم کرنا۔ اور دوسرے کا مطلب ہے کہ کلام منظوم کو منشور کرنا۔ عقد کی مثال ۛ وَالظُّلْمُ مِنْ شَيْمِ النَّفْسِ ۚ ترجمہ شعر: ظلم کرنا عام طور پر لوگوں کے خصائل میں سے ہے، لہذا تم اگر کسی ایسے شخص کو پاؤ جو اس سے پاکد اسن ہو تو سمجھ لو کسی خاص وجہ سے ظلم نہیں کر رہا ہے۔ دیکھئے اس میں شاعر ابو الطیب نے ایک عقلمند شخص کے کلام منشور کو منظوم کر کے پیش کیا ہے۔ وہ کلام یہ ہے ”الظُّلْمُ مِنْ طَبَاعِ النَّفْسِ وَإِنَّمَا يَصُدُّهَا عَنْهُ ۚ“ ترجمہ عبارت یہ ہے: ظلم اور مردم آزاری نفس کی طبعی اور فطری چیزوں میں سے ہے لہذا اس سے دو جہوں میں سے کوئی ایک وجہ ہی نفس کو روک سکتی ہے، ایک وجہ دینی اور وہ یوم الحشر کا خوف۔ اور دوسری وجہ دنیوی ہے وہ ہے دنیاوی سزا اور تکلیف کا ڈر (یعنی انتظامیہ اور پولیس سے لوگ عموماً ڈرتے ہیں کہ ظلم کرنے کے نتیجہ میں وہ جیل جاسکتے ہیں وغیرہ وغیرہ)

دوسرے یعنی حل کی مثال: الْعِبَادَةُ سُنَّةٌ مَا جُوزَ قَارِخُ مَزَاجٍ پرسی ایسی ایک سنت ہے جس پر ثواب ملتا ہے اور ایک اچھا کام ہے جس کا سلسلہ بزرگوں سے چلا آرہا ہے، اس کے باوجود ہم بیمار بھی ہیں اور بیمار پرس بھی۔ اور یہ بات مسلم ہے کہ جو محبت اور دوستی ہمیشہ نہیں رہتی وہ محبت اور دوستی ہی نہیں دیکھئے۔ اس میں شاعر کے ایک قول کو حل کیا گیا، وہ شعر یہ ہے ۛ إِذَا مَرَضْنَا آتَيْنَاكُمْ ۚ ترجمہ شعر: جب ہم بیمار ہوتے ہیں تو اس حالت میں بھی ہم تمہاری عیادت کے لیے آتے ہیں، اور جب تم قصور وار ہوتے ہو تو ہم اس حالت میں بھی تمہارے پاس معذرت چاہنے کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ بیمار پرس ہی ہو یا ہمدردی سب ہماری جانب سے ہے اور ہم نے دوستی میں اصل

بات یہی سمجھ رکھی ہے کہ یہ ہمیشہ باقی رکھنا چاہیے، تمہارا معاملہ ہمارے ساتھ جیسا بھی ہو۔

(۵) التَّلْمِيحُ هُوَ أَنْ يُشِيرَ الْمُتَكَلِّمُ فِي كَلَامِهِ لِآيَةٍ
أَوْ حَدِيثٍ أَوْ شِعْرِ مَشْهُورٍ أَوْ مَثَلٍ سَائِرٍ أَوْ قِصَّةٍ كَقَوْلِهِ
لَعَمْرُؤُا مَعَ الرَّمْضَاءِ وَالنَّارِ تَلْتَطَيُّ
أَرْقٌ وَأَخْفَى مِنْكَ فِي سَاعَةِ الْكَرْبِ
أَشَارَ إِلَى الْبَيْتِ الْمَشْهُورِ وَهُوَ

الْمُسْتَجِيرُ بِعَمْرٍو عِنْدَ كُرْبَتِهِ
كَالْمُسْتَجِيرِ مِنَ الرَّمْضَاءِ بِالنَّارِ
(۶) حُسْنُ الْإِنْتِدَاءِ هُوَ أَنْ يَجْعَلَ الْمُتَكَلِّمُ مَبْدَأَ كَلَامِهِ
عَذَبَ اللَّفْظِ حُسْنُ السَّبْكِ صَحِيحُ الْمَعْنَى فَإِذَا
اشْتَمَلَ عَلَى إِشَارَةٍ لَطِيفَةٍ إِلَى الْمَقْصُودِ سُمِيَ بِرَاعَةٍ
الْإِسْتِهْلَالِ كَقَوْلِهِ فِي تَهْنِئَةِ بَرِّوَالِ مَرَضٍ
الْمَجْدُ عَوْفِي إِذْ عَوْفِيَتْ وَالْكَرَمُ
وَزَالَ عَنْكَ إِلَى أَغْدَاثِكَ السُّقْمُ
وَقَوْلِ الْآخِرِ فِي التَّهْنِئَةِ بِنَاءً قُضِرَ

قُضِرَ عَلَيْهِ تَحِيَّةٌ وَسَلَامٌ
خَلَعَتْ عَلَيْهِ جَمَالُهَا الْآيَامُ

ترجمہ: (۵) تلمیح کے معنی لغت کے اعتبار سے اشارہ کرنا۔ اور بلغاء کی اصطلاح میں تلمیح وہ ہے کہ متکلم اپنے کلام میں کسی آیت یا کسی حدیث یا کسی معروف شعر یا مشہور کہاوٹ یا کسی معلوم قصہ کی جانب اشارہ کرے۔ جیسے

ابو تمام کا یہ شعر: لَعَمْرَوْ مَعَ الرَّمْضَاءِ الرَّحْلِ۔ ترجمہ شعر: خدا کی قسم عمرو تپتی ہوئی زمین اور بھڑکتی ہوئی آگ کے ساتھ رہنے کے باوجود بھی رنج و غم کے وقت میں تم سے کہیں زیادہ مہربان اور ہمدرد ہے۔ اس شعر میں ابو تمام نے ایک مشہور شعر کی طرف اشارہ کیا ہے اور وہ شعر یہ ہے: الْمُسْتَجِيرُ الرَّحْلِ۔ ترجمہ شعر جو کوئی شخص اپنی مصیبت اور تکلیف کے وقت عمرو کی پناہ لیتا ہے، اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو گرم زمین سے بچنے کے لیے آگ کی پناہ لیتا ہے۔ اسی طرح تیغ کی مثال میں یہ شعر بھی پیش کر سکتے ہیں اِذَا جَاءَ مُؤَسِّسِي وَالْقَلْبِ الْعَصِي فَقَدْ بَطَلَ السَّخَرُ وَالسَّاحِرُ۔

(۶) حُسْنُ الْإِبْتِدَاءِ هُوَ أَنْ يَجْعَلَ الْمُتَكَلِّمُ الرَّحْلَ۔ حسن ابتداء اس کے معنی یہ ہیں کہ شطلم اپنے کلام کی ابتدا میں شیریں کلمات، عمدہ تراکیب اور درست معنی لائے۔ پھر جب یہ کلام کسی ایسے لطیف اشارے پر متعل ہو جس سے مقصود کی طرف نشاندہی ہوئی ہو تو وہ بلاغ کی اصطلاح میں براعت استعمال کے نام سے موسوم کیا جائے گا۔ جیسا کہ منتہی کا یہ شعر: الْمَجْدُ غَوْلِي الرَّحْلِ۔ ترجمہ شعر: اے مدوح! جب تمہیں صحت اور تندرستی حاصل ہو جاتی ہے تب ہم یہ جان لیتے ہیں کہ اب کرم اور شرف کو بھی صحت اور تندرستی حاصل ہو گئی ہے اور مرض تم سے دور ہو کر تمہارے حاسدوں کی طرف منتقل ہو گیا ہے۔

اسی طرح مجمع سلمیٰ کا یہ شعر ہے جس کو اس نے ایک قصہ کی تعمیر کے سلسلے میں تہنیت کے طور پر پڑھا تھا: فَضْرٌ عَلَيْهِ الرَّحْلِ۔ ترجمہ شعر: وہ لیک ایسا مل ہے (اس پر ہمیشہ تحیہ و سلام ہوتا رہے) جس پر زمانہ نے اپنی رونق اور بہار کے جوڑے ڈال دیئے ہیں۔

حَلَّ كَلِمَاتٍ: تَلَطَّطِي۔ مضارع، صیغہ واحد مؤنث غائب از افعال، آگ بھڑکنا، بیابان میں گرمی کی بھڑک کا تیز ہونا، رَمَضَاءُ گرمی کی تیزی، دُحُوب کی تیزی کی وجہ سے گرم زمین۔ اَرَقُّ اسْم تَفْصِيلُ زِيَادَةُ نَرَمِ دَلِّ وَالْاَخْفَى اسْم تَفْصِيلُ زِيَادَةُ دِينَ وَالْا، زیادہ مہربان۔ حَفْوًا (ن)

(۷) حُسْنُ التَّخْلِصِ هُوَ الْإِنْتِقَالُ مِمَّا افْتَتَحَ بِهِ الْكَلَامُ إِلَى الْمَقْصُودِ مَعَ رِعَايَةِ الْمُنَاسَبَةِ بَيْنَهُمَا كَقَوْلِهِ ۛ

دَعَبَ النَّوَى بِفِرَاقِهِمْ فَتَشْتَوَا
وَقَضَى الزَّمَانُ بَيْنَهُمْ فَتَبَدُّوا
دَهْرٌ ذَمِيمٌ الْحَالَتَيْنِ فَمَا بِهِ
شَيْءٍ سِوَى جُودِ ابْنِ أَرْقَمٍ يُحْمَدُ
(۸) بَرَاعَةُ الطَّلَبِ هُوَ أَنْ يُشِيرَ الطَّالِبُ إِلَى مَا فِي نَفْسِهِ
دُونَ أَنْ يُصْرِّحَ فِي الطَّلَبِ كَمَا فِي قَوْلِهِ
وَفِي النَّفْسِ حَاجَاتٌ وَفِيكَ فُطَانَةٌ
سَكُونِي كَلَامٌ عِنْدَ هَا وَخِطَابٌ
(۹) حُسْنُ الْإِنْتِهَاءِ هُوَ أَنْ يُجْعَلَ آخِرُ الْكَلَامِ عَذَبُ
الْلَفْظِ حَسَنُ السَّبْكِ صَحِيحُ الْمَعْنَى فَإِنْ اشْتَمَلَ عَلَى
مَا يُشْعِرُ بِالْإِنْتِهَاءِ سُمِّيَ بَرَاعَةً الْمَقْطَعُ كَقَوْلِهِ
بَقِيتُ بِقَاءِ الدَّهْرِ يَا كَهْفَ أَهْلِهِ
وَهَذَا دُعَاءٌ لِلْبَرِيَّةِ شَامِلٌ

ترجمہ: (۷) جس شخص اس کے معنی ہیں متکلم کا اپنے ابتدائی کلام سے مقصود کی طرف منتقل ہونا اسی مناسبت کا لحاظ رکھتے ہوئے جو ان دونوں کے درمیان ہے جیسا کہ شاعر کا قول۔ ترجمہ شعر: منزل مقصود کا ارادہ سفر ان لوگوں کی جدائی کا باعث ہوا، چنانچہ وہ تمام کے تمام تر بہتر ہو گئے اور زمانہ نے بھی ان کے درمیان اپنا فیصلہ صادر کر دیا، پھر تو اس طرح بکھرے کہ کبھی انکھا ہونا تصور میں بھی نہیں آسکتا۔ ہمیں تو یہ بات بہت صحیح معلوم ہوتی ہے کہ زمانہ دونوں حالتوں میں قابلِ مذمت ہے لہذا اس کے ساتھ ابنِ ارقم کی فیاضی کے سوا کوئی دوسری چیز ایسی نہیں ہے جو لائق ستائش ہو۔

(۸) بَرَاعَةُ الطَّلَبِ هُوَ أَنْ يُشِيرَ إِلَى

براعت طلب۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ طالب اپنے مافی الضمیر کی طرف اشارہ کرے لیکن اپنی طلب میں صراحت سے کام نہ لے جیسا کہ متنبی کے اس شعر میں۔ وَفِي النَّفْسِ حَاجَاتٌ وَفِيكَ فُطَانَةٌ الخ۔ ترجمہ شعر: ممدوح! میرے دل میں بہت سی ضرورتیں اور تمنائیں ہیں، اور آپ کی ذات میں ایسی

دانائی اور سمجھ ہے کہ جس کے ہوتے ہوئے (ان خواہشات اور تمناؤں کے اظہار کرنے کے موقع پر) میرا چپ رہنا ہی تکلم اور مخاطب ہے۔

(۹) حُسْنُ الْإِنْتِهَاءِ اِنْج۔ اس کے معنی ہیں۔ کلام کا آخری حصہ شیریں کلمات، عمدہ ترکیب و ترتیب صحیح اور مناسب معنی پر قائم کیا جائے، اس کے بعد اگر یہ کلام کسی ایسے امر کو شامل ہو جس سے کلام کا تمام ہونا معلوم ہو تو اس کو بلغاء کی اصطلاح میں براعتِ مقطع کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ شاعر کا قول
بَقِيَتْ بَقَاءُ النَّهْرِ اِنْج۔ ترجمہ شعر: اے اپنے لوگوں کی جائے پناہ! خدا تمہیں زمانے کی زندگی کی طرح طویل زندگی بخشے اور یہ دعا اگرچہ بظاہر تمہارے لیے خاص ہے لیکن حقیقت میں ساری خلقت کے لیے عام ہے کیوں کہ خلقت کی فلاح و بہبود تیری ہی ذات سے وابستہ ہے۔

توضیح: ہر ناظم اور ناظر کو چاہیے کہ وہ دو مقام پر بالخصوص تحسین کلام کا نہایت اہتمام کرے کہ الفاظ پاکیزہ، واستعارات لطیفہ، معالی تازک، خیالات بلند اور مضامین ارجمند ہوں۔ ایک تو ابتداء میں: کیوں کہ اس کو سامع سب سے پہلے سنتا ہے تو اگر یہ اچھی ہے تو سامع ہمہ تن گوش ہو کر تمام کلام کو بر غبت سنے گا ورنہ اس سے اعراض کرے گا اور ادھر ادھر دیکھتا رہے گا۔ اور مجلس سے بھاگنے کی کوشش کرتا رہے گا۔ خود بھی بھاگے گا اور ساتھ کتنوں کو لے جائے گا اس لیے گفتگو کا انداز ایسا ہو کہ شروع ہی میں لوگوں کو جلاوے اس طرح کے طرز بیان کو بلغاء حسن ابتداء سے موسوم کرتے ہیں۔

اور ایک انتہا میں یعنی اپنے کلام کو اس انداز سے ختم کرے کہ پوری مجلس کو اپنی طرف مائل کر دے اور جو کچھ درمیان میں کو تاہی ہوئی اس کا تدارک کر دے، طرز بیان سے لوگوں کو تڑپا دے، چاشنی باقی رہ جائے، آپس میں لوگ تذکرہ کرنے لگیں کاش کہ خطیب اور تھوڑی دیر بولتا تو ہم اور محظوظ ہوتے، اگر انتہا بہتر نہ ہو تو لوگ پہلی خوبیوں کو بھی بھول چائیں گے۔ اس طرح کی ادا کو اہل بلاغت حسن انتہا سے تعبیر کرتے ہیں۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

مزل علیٰ غفرلہ

خادم تدریس دارالعلوم دیوبند

فہرست مضامین

۱۱۷	• اقسام ایجاز	۳	• انتساب
۱۱۹	• اقسام اطباء		• رائے عالی
۱۲۷	• خاتمہ	۴	• حضرت مولانا احمد علی صاحب
۱۳۸	• علم بیان	۵	• تقریظ مولانا نعمت اللہ صاحب
۱۳۹	• تشبیہ		• تقریظ
	• پہلی بحث ارکان تشبیہ	۶	• مولانا عبدالحق صاحب
۱۴۰	• کے بیان میں	۸	• اپنی بات
	• دوسری بحث اقسام تشبیہ	۱۱	• فن بلاغت کے علوم
۱۴۳	• کے بیان میں	۳۰	• علم معانی
	• تیسری بحث اغراض تشبیہ	۳۱	• پہلا باب خبر و انشاء کے بیان میں
۱۴۹	• کے بیان میں	۳۳	• جملہ خبریہ کی بحث
۱۵۶	• مجاز	۳۸	• اقسام مجاز
۱۵۸	• استعارہ	۳۹	• کلام انشائی کی بحث
۱۶۳	• مجاز مرسل		• دوسرا باب ذکر اور
۱۶۵	• مجاز مرکب	۶۱	• حذف کے بیان میں
۱۶۶	• مجاز عقلی		• تیسرا باب تقدیم اور
۱۶۹	• کنایہ	۶۹	• تاخیر کے بیان میں
۱۷۳	• علم بدیع		• چوتھا باب اسم معرفہ اور مکررہ
	• محسنات معنویہ اور	۷۳	• لانے کے بیان میں
۱۷۴	• اس کے ۲۴ اقسام		• پانچواں باب اطلاق اور
۱۷۴	• توریہ	۹۲	• تعلیم کے بیان میں
۱۷۵	• ابہام	۱۰۴	• چھٹا باب قصر کے بیان میں
۱۷۶	• توجیہ	۱۰۵	• قصر اور اس کے اقسام کا نقشہ
۱۷۷	• طباق		• ساتواں باب وصل اور
۱۷۷	• مقابلہ	۱۰۶	• فصل کے بیان میں
۱۷۸	• تدریج	۱۱۴	• سب ایجاز، اطباء، مساوات میں

۱۹۹	• مفروق	۱۷۹	• ادماج
۲۰۰	• غیر تام	۱۷۹	• استبعاد
۲۰۱	• محرف	۱۸۰	• مراعاة النظر
۲۰۱	• مطرف	۱۸۰	• استخدام
۲۰۲	• مضارع	۱۸۲	• اسطراد
۲۰۲	• جناس قلب	۱۸۳	• افتتان
۲۰۳	• تقدیر	۱۸۵	• جمع
۲۰۵	• جمع اور اس کے اقسام	۱۸۵	• تفریق
۲۰۵	• مطرف	۱۸۵	• تقسیم
۲۰۵	• متوازی	۱۸۸	• طی و نشر
۲۰۵	• مرصع	۱۸۸	• ارسال محل و کلام جامع
۲۰۶	• مالا یستحیل بالانعکاس	۱۹۰	• مبالغہ
۲۰۷	• عکس	۱۹۲	• مغایرت
۲۰۷	• تشریح	۱۹۲	• تاکید المدح بمایثبه الذم
۲۰۸	• مواربہ	۱۹۲	• تاکید الذم بمایثبه المدح
۲۰۹	• استلاف اللفظ مع اللفظ	۱۹۳	• تجرید
۲۱۰	• سرقہ کلام	۱۹۵	• حسن تعلیل
۲۱۵	• اقتباس	۱۹۵	• استلاف اللفظ
۲۱۶	• تضمین	۱۹۷	• محسنات لفظیہ
۲۱۸	• عقد وصل	۱۹۷	• تشابہ اطراف
۲۱۹	• تلمیح	۱۹۸	• جناس اور اس کے اقسام
۲۲۰	• حسن الابداء	۱۹۸	• تام
۲۲۱	• حسن التخلص	۱۹۸	• متماثل
۲۲۱	• برائۃ الطلب	۱۹۹	• مستوفی
۲۲۲	• حسن الانتباء	۱۹۹	• متشابہ